سلسلة
احیاء منہج اہل السنة والجماعة
2

فاطمہ رضی اللہ عنہا: یا خاتم الرسل المبارک ضوئه ٭ یا فخر من طلعت له النیران

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے وصال کے موقع پر) فرمایا: اے خاتم الرسل! آپ برکت اور سعادت کے
بھرے فیض ہیں اور فخر ان کے لیے ہے جن پر آپ کی ہدایت کی روشنیاں چمکیں۔ (الشرح الکبیر لابن قدامہ ۲/۴۳۰)

حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف
حافظ حامد محمود الخضری

نظر ثانی و اضافہ
ابو حمزہ عبد الخالق صدیقی
علامہ منیر احمد وقار

تقریظ
شیخ الحدیث عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

سلسلة 2

قالت فاطمة رضی اللہ عنہا: يَا خَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارَكِ ضَوْئُهُ ✿ يَا فَخْرَ مَنْ طَلَعَتْ لَهُ النَّيِّرَانُ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر) فرمایا: اے خاتم الرسل، آپ برکت اور سعادت کے جوئے فیض ہیں اور فخر تو ان کے لیے ہے جن پر آپ کی ہدایت کی روشنیاں چمکیں۔ (الشرح الکبیر لابن قدامہ ۲/۴۳۰)

حقوق النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الله
رسول
محمد

تالیف

حافظ حامد محمود الخضری

نظر ثانی و اضافہ

ابو حمزہ عبد الخالق صدیقی

علامہ منیر احمد وقار

تقریظ: شیخ الحدیث عبد اللہ ناصر الرحمانی حفظہ اللہ

انصار السنہ پبلیکیشنز۔ لاہور

جملہ حقوق بحق
انصار السنۃ پبلیکیشنز (رجسٹرڈ)
محفوظ ہیں

نام کتاب: **حقوق النبی الکریم ﷺ**

تالیف: **حافظ حامد محمود الخضری**

نظرثانی واضافہ **ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی، علامہ منیر احمد وقار**

اہتمام: محمد رمضان محمدی، محمد سلیم جلالی

ناشر: ابومومن منصور احمد

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور فون: **042-37357587**

Dar-us-Salam

486 ATLANTIC AVE, BROOKLYN, NY 11217
TEL(718) 625-5925 FAX:(718) 625-1511
E-Mail: darussalamny@hotmail.com
Web Site: www.darussalamny.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتساب

سبوح وقدوس لم یزل معبود!

میں اس کتاب کے جبل نور کے موتیوں، لعلوں، جواہرات اور ہیروں کو تیری ذات لم یزل اور شانِ جلال و جبروت کی نذر کرتا ہوں۔ حمد وصلوٰۃ کی عنبرین فضا میں اس سعی کو قبول فرما اور ہمیں ''حقوق النبی ﷺ'' کے اجالے میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما۔ آمین

معراجِ زندگی ہے عجز و نیاز میرا
ہے شانِ کبریائی کبر و غرور تیرا

فہرست مضامین

- عرضِ ناشر 17
- تقریظ 18
- مقدمہ مؤلف 23
- تمہید 31

پہلا حق

نبی کریم ﷺ کی عبدیت اور رسالت پر ایمان

- ایمان کی تعریف 35
- نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب 37
- نبی کریم ﷺ پر ایمانِ کامل 37
- رسول اللہ ﷺ کی عبدیت پر ایمان 40
- عبدیت خیر الوریٰ 41
- رحمتِ عالم ﷺ کا اقرار عبودیت 44
- رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان 45
- حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا ایمان بالرسالت 46

- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت رسالت 47
- **عالم گیر نبی ﷺ 49**
- تمام لوگوں کے لیے رسول 50
- تمام جہاں والوں کے لیئے رسول 50
- جملہ بنی نوع جن وانس کے لیے نبی 50
- سب کے لیے نبی 50
- جہاں تک دعوت پہنچے ان سب کے لیے نبی 50
- جبکہ باقی انبیاء کسی خاص قوم یا قبیلے کے لیے مبعوث ہوئے 51
- سیّدنا موسیٰ وہارون علیہما السلام 51
- سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے متعلق تورات کیا کہتی ہے؟ 51
- سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام 52
- حاصل کلام 53
- **ختم نبوت 54**
- آیات قرآنیہ 56
- احادیث صحیحہ وصریحہ 56
- تمثیلی احادیث 57
- اسماء النبی ﷺ واقوال صحابہ رضی اللہ عنہم 58
- اقوال صحابہ 59
- آپ ﷺ کا اعلان نبوت اور جھوٹے نبیوں سے ڈرانا 60
- **آپ ﷺ کی نبوت تمام شریعتوں کی ناسخ ہے 61**

- نسخ شرائع پر قرآنی دلائل 61
- دعوی عموم اور خطاب عموم 62
- ایک اہم بات 63
- احادیث سے نسخ شرائع سابقہ کے دلائل 63
- سابقہ کتب سے شریعت محمد ﷺ کے ناسخ ہونے کے دلائل 64
- عیسیٰ علیہ السلام کا قول 64
- موسیٰ علیہ السلام کا قول 65
- اپنے بعد آنے والے پیغمبر علیہ السلام کی خوشخبری 65
- موسیٰ علیہ السلام کا فرمان 65
- قول عیسیٰ علیہ السلام 65
- غلط فہمی کا ازالہ 67
- ہندو مذہب 67
- حیرت انگیز بات 67
- آپ ﷺ نے رسالت پہنچانے کا حق ادا فرما دیا 68
- احتیاط 69
- اعتقاد صحابہ رضی اللہ عنہم 70
- شاہراہ مصفا 71
- نواقض ایمان بالرسول 72
- آپ ﷺ کی شخصیت میں طعن کرنا 72

- سابقہ انبیاء کی ذات وشریعت میں طعن 79
- سابقہ انبیاء کا مذاق اڑانا 79
- قوم نوح کا انجام اور سبب عذاب 80
- قوم لوط کا انجام 81
- تمام انسانوں کے لیے تنبیہ 81
- گستاخ رسول ﷺ کی سزا 81
- صحابی رسول نے اپنی گستاخ رسول ﷺ بیوی کو قتل کر دیا 82
- آپ ﷺ کی ذات میں طعن 84
- آپ ﷺ کی شریعت میں طعن کرنا 85
- آپ کی شریعت کا مذاق اڑانا 86
- حاصل کلام 87
- آپ ﷺ کی حدیث سے اعراض کرنا 88
- آپ ﷺ کی احادیث میں شک کرنا 89
- آپ ﷺ کی حدیث کی تکذیب کرنا 90
- آپ ﷺ کے حکم کے آگے تکبر کرنا 92
- آپ ﷺ کے حرام وحلال کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرنا 96

دوسرا حق

اطاعتِ رسول ﷺ

- فرضیت اطاعت قرآن کی روشنی میں 99

- اطاعت ہی معیار ہدایت ہے 99
- فرضیت اطاعت احادیث کی روشنی میں 100
- اطاعت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نکتہ نظر 104
- مظاہر اطاعت 105
- اطاعت سے پاکیزہ زندگی کا حصول 108
- قیامت کے دن جواب دینا ہوگا 109
- اطاعت کے فوائد وثمرات 109
- اطاعت نہ کرنے کا انجام 110

تیسرا حق

اتباعِ رسول ﷺ

- اتباع کا مفہوم وفرضیت 114
- رسول اللہ ﷺ کی ذات اُسوۂ حسنہ ہے 119
- راہِ رسول ﷺ کی نشاندہی 119
- فرائض کی بجا آوری اتباعِ رسول ﷺ پر موقوف ہے 120
- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جذبہ اتباع 124
- امیر عمر رضی اللہ عنہ کا انداز اتباع 124
- حضرت ابن عباس وابن مسعود رضی اللہ عنہما کا امت کو درس اتباع 125
- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ 125

چوتھا حق

اختلافی امور میں نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع

- اختلافی مسائل میں نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع نہ کرنے کا انجام 131
- اختلاف کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ عمل 133
- دورِ تابعین کا ایک قابل غور واقعہ 135

پانچواں حق

رسول کریم ﷺ کی کسی معاملہ میں مخالفت نہ کی جائے

- دنیا و آخرت دونوں کی سزا 138
- مخالفت رسول ﷺ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ردعمل 140

چھٹا حق

ترکِ احداث

- دین میں نئی چیزیں داخل کرنا 148
- ہر بدعت گمراہی ہے 150
- دین میں اضافے اور بدعت کی ممانعت ہے 151
- اہل بدعت سے تعلق، آیات و احادیث میں ممانعت 155
- بدعتی کے اعمال اللہ کے ہاں مردود ہیں 159

- بدعتی شخص پر اللہ کی لعنتیں برستی ہیں 160
- بدعتی کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی 161
- بدعتی کی عزت کرنا اسلام کی عمارت کو ڈھانے کے مترادف ہے 162
- بدعتی کی فرضی ونفلی عبادات قبول نہ ہوں گی 162
- بدعت، جعلی ٹکسال کے سکے 165
- اہل بدعت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نفرت 168
- اہل بدعت سے تابعین وائمہ کی نفرت 170

ساتواں حق

رسول اللہ ﷺ سے خیر خواہی

- خیر خواہی کا تقاضا 176

آٹھواں حق

رسول اللہ ﷺ سے محبت

- محبت کس کو کہتے ہیں؟ 180
- فرضیتِ محبت رسول ﷺ 182
- تمام کائنات اور تمام موجودات سے زیادہ محبت 186
- جان سے زیادہ محبت 187
- اپنے والدین اور اولاد سے بھی زیادہ محبت ہو 188

- لذتِ ایمان کا حصول 189
- آخرت میں معیت رسول ﷺ کا شرف نصیب ہونا 190
- علامات محبت رسول ﷺ 191
- کثرت ذکر محبوب ﷺ 191
- درد دل سے محبوب ﷺ کی یاد 192
- حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا 193
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ 194
- نبی کریم ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید تمنا 195
- اپنی جان و مال اپنے محبوب پر نثار کرنا 200
- محبوب کا دفاع کرنا 201

نواں حق

رسول اللہ ﷺ کی عزت و تعظیم کرنا

- تعظیم و ادب کا معنی 207
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اندازِ تعظیم و ادب 207
- دیارِ حبیب ﷺ کی عزت و تعظیم 216
- حرمتِ مدینہ منورہ 221
- مدینہ منورہ کی دجال سے حفاظت 222
- ایمان کا مدینے میں سمٹ کر آنا 222

- مدینہ شریف میں مکہ کی بنسبت دوگنا برکت 222
- مسجد نبوی میں عبادت کا ثواب 223
- باغیچۂ جنت 223
- مکہ مکرمہ کا احترام 224
- شہر مکہ کی تعظیم سے بھلائی کا حصول 225
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام 226
- قرآنی آیات 226
- احادیث نبویہ 227
- امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا احترام 230
- کاشانہ نبی کریم ﷺ کی عظمت 231
- جمادات و نباتات بھی رسول اللہ ﷺ کا احترام کرتی تھیں 232
- احادیث و سنن کی تعظیم 234

دسواں حق

رسول اللہ ﷺ پر بکثرت درود و سلام پڑھنا

- صلاۃ کے معنی 241
- صلوٰۃ اور سلام میں فرق 243
- بارگاہ رسالت میں قربت کی راہ 243
- مقاماتِ درود 244

- درود پڑھنے کے فوائد وثمرات 255
- رسول اللہ ﷺ پر سلام کہنا 257
- درود نہ بھیجنے پر وعید 259
- خاتمۃ الکتاب 262

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَبَعْدُ!

ایمان بالرسول عقائد اسلامیہ میں توحید باری تعالیٰ کے بعد اہم ترین رکن ہے اور اس کے بغیر کوئی شخص حلقہ اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا۔ انبیاء و رسل علیہم السلام کے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ کے ساتھ نسبت رکھنے والا ہر فرد اپنے اپنے انداز میں محبت کا اظہار کرتا ہے، لیکن ایمان بالرسول کے کچھ تقاضے ہیں، جنھیں اکثر لوگ مدنظر نہیں رکھتے۔ ہمارے ذمے جس طرح حقوق اللہ کی پاسداری کرنا ہے، اسی طرح حقوق الرسول ﷺ کا لحاظ بھی انتہائی لازمی اور ضروری ہے۔

زیرنظر کتاب ''حقوق النبی ﷺ'' میں حافظ حامد محمود الخضری حفظہ اللہ نے بڑی عرق ریزی اور تندہی سے اس مضمون پر قلم اٹھایا ہے اور رسول معظم، شفیع مکرم امام اعظم ﷺ کے دس حقوق کو صفحہ قرطاس پر منتقل کردیا ہے اور اس ضمن میں آیات بینات اور احادیث صحاح وحسان اور جیاد کو احسن پیرائے میں جمع کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مؤلف، ناشر اور تمام قارئین کو رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت نصیب فرمائے اور عملاً مسلم بننے کی توفیق بخشے۔ آمین

ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز کے سرپرست شیخ الحدیث، استاذ الاساتذہ، استاذِ حدیث، حافظِ حدیث، علامہ، داعی کبیر، خطیب ملت، مؤلف، محقق، امیر جماعت، معلم و مربی، قاطع شرک و بدعت عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ ڈھیروں دعاؤں کے مستحق ہیں، جن کی حوصلہ افزائی سے ان کتب کی اشاعت کا کام جاری ہے۔

ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقریظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ، وَنَسْتَعِيْنُهٗ ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

أَمَّا بَعْدُ : فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.“

دین کا تھوڑا سا درک رکھنے والا انسان بھی بخوبی یہ بات جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق کا خلق عبث نہیں ہے، بلکہ حکمتوں سے بھرپور ہے، خواہ ہمیں ان حکمتوں کی آگاہی ہو یا نہ۔

یہ بات معلوم ہے کہ تمام مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی سب سے اشرف واعلیٰ خلق، حضرتِ انسان ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝﴾ (التين : ٤)

”یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔“

تو پھر اس اشرف المخلوقات یعنی انسان کی خلق عبث کیسے ہوسکتی ہے؟

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝﴾

(المؤمنون : ١١٥)

”کیا تم یہ گمان کیے ہوئے ہو کہ ہم نے تمھیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم

ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے۔''

اور انسانوں کی تخلیق کا ارفع و اعلیٰ مقصد یہ ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝ ﴾

(الذاریات : ٥٦ تا ٥٨)

''میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں نہ میری یہ چاہت ہے کہ یہ مجھے کھلائیں اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں، توانائی والا اور زور آور ہے۔''

خالق کائنات کی عبادت کے علاوہ دوسرا کوئی مقصد نہ تو موجود ہے اور نہ ہی قابلِ قبول۔ اور عبادت کا صرف وہی طریقہ اور راستہ معتبر ہے، جس پر رسول اللہ ﷺ پوری زندگی قائم رہے اور جو آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ کے ذریعہ ہم تک پہنچا، اور یہ کلمہ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ'' کے جز (محمد رسول اللہ ﷺ) کا معنی ہے۔ اسے ایمان بالرسالت بھی کہا جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝ ﴾

(النساء : ١٣٦)

''اے ایمان والو! تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر، اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے، اور ان کتابوں پر جو اس نے پہلے اتاری تھی اپنے ایمان میں قوت و ثبات پیدا کرو، اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں، اور اس کے رسولوں اور یومِ آخرت کا انکار کردے گا، وہ گمراہی

میں بہت دور چلا جائے گا۔"

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (الحجرات : ١٥)

"(یاد رکھو!) مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر (پکا) ایمان لائیں۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَيُؤْمِنُوْا بِيْ.)) (صحيح مسلم، كتاب الايمان، رقم : ١٢٦)

"مجھے حکم ہوا ہے لوگوں سے قتال کرنے کا یہاں تک کہ وہ گواہی دیں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے اللہ کے اور ایمان لائیں مجھ پر۔"

اس ایمان بالرسالت کی قبولیت کے کچھ تقاضے ہیں جن کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ ورنہ کسی بھی شخص کا ایمان بالرسول عند اللہ مقبول نہ ہوگا۔ علماء نے انھیں حقوق کا نام بھی دیا ہے اور وہ یہ ہیں۔ آطاعت رسول، اتباع رسول، اختلافی امور میں نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع، رسول اللہ ﷺ کی کسی معاملہ میں عدم مخالفت، ترک احداث، رسول اللہ ﷺ سے خیر خواہی، رسول اللہ ﷺ سے محبت، رسول اللہ ﷺ کی عزت و تعظیم اور آپ ﷺ پر بکثرت درود و سلام پڑھنا۔

ہر کلمہ گو پر ان حقوق کو پہچاننا، سمجھنا اور پھر ان پر قولی و عملی اعتقاد رکھنا ضروری ہے، لیکن افسوس! کہ اکثر لوگ اس بارے میں جہالت کا شکار ہیں اور جن لوگوں کو ان حقوق و واجبات کی معرفت حاصل ہے وہ بھی ان کی ادائیگی میں کوشاں نظر نہیں آتے۔

سب سے پہلے قاضی عیاض رحمہ اللہ نے حقوق و واجبات کو مرتب انداز میں پیش کیا۔ آپ کی کتاب "الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ﷺ" اس موضوع پر شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ بعد میں جتنے لوگوں نے اس موضوع پر لکھا ہے وہ اس کتاب کے خوشہ چین ہیں اور اسی چشمے سے انھوں نے اپنے برتن بھرے ہیں۔ محمد خلیفہ تمیمی نے "حقوق

النبی ﷺ علی امتہ“ نامی کتاب لکھ کر اس موضوع پر ایک مفید سعی کی ہے۔ المنتدی الاسلامی لندن نے بعض تحقیقی مقالات جمع کر کے ”حقوق النبی ﷺ بین الاجلال والاخلال “ کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ اہل ذوق حضرات ان کتابوں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

زیر نظر کتاب ”حقوق النبی ﷺ“ ہمارے فاضل دوست اور بھائی فضیلۃ الشیخ حافظ حامد محمود ﷾ کی تصنیف لطیف اس باب میں اضافہ ہے۔ ہم ہر خاص و عام کو اس کے مطالعے کی نصیحت کرتے ہیں۔

جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ محض ایک شخصیت کی سوانح عمری نہیں ہے، بلکہ یہ ایک تہذیب، ایک تمدن، ایک قوم، ایک ملت اور ایک الٰہی پیغام کے آغاز و ارتقاء کی ایک انتہائی اہم، انتہائی دلچسپ اور انتہائی مفید داستان ہے۔ ایک مغربی مستشرق نے یہ اعتراف کیا تھا کہ آنحضور ﷺ کے سیرت نگاروں کا سلسلہ لامتناہی ہے، لیکن اس میں جگہ پانا قابل عزت اور باعث شرف ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کا حرف حرف عمل پر آمادہ کرتا ہے۔ ایسا عمل جو جنتوں کا وارث بناتا ہے اور جہنم کی آگ سے بچاتا ہے۔ مختلف شعبہ ہائے حیات میں یہ کتاب قدم قدم پر انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔ اس کے مطالعے سے قلب و روح کی کایا پلٹتی ہے۔ انسان سوز و گداز کی ایسی کیفیات سے گزرتا ہے کہ نیکی کی راہوں پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً معاشرے میں حبِّ رسول ﷺ کی فصل لہلہانے لگتی ہے۔ جنت زمین پر اتر آتی ہے اور محفل ہستی ایسی بہاروں سے آشنا ہوتی ہے، جنھیں کبھی خزاں نہیں آتی۔

حضرات! رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور حیاتِ مبارکہ کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ آپ ﷺ کی پوری زندگی اسی دعوت و تعلیم میں بسر ہوئی اور یہی چیزیں آپ ﷺ کی دعوت و تعلیم کا لب لباب تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اللہ کے نبی کی پاکیزہ اور مقدس جماعت، زمین کی پشت پر چلتے پھرتے جنتی انسان اس منہج کے پیروکار رہے اور رضی

اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ کے تمغے اپنے سینوں پر سجا کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

زیر نظر کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے حقوق کا بیان ہے۔ حافظ صاحب نے قرآن و سُنّت کے مقدس و مطہر اور حسین گلدستے سے کچھ خوبصورت پھول چن کر افادۂ عام کے لیے پیش کردیے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے میزانِ حسنات کا ذخیرہ بنادے اور اس کا نفع عام کردے۔ آمین۔ یاد رہے کہ دیارِ غیر کے باسی بھائی ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی ﷾ مدیر ادارہ انصار السنہ مبادکباد کا استحقاق رکھتے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی منہج سلف کی ترجمانی کے لیے وقف کررکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ یہ کتاب بہت سوں کی ہدایت واصلاح کا باعث بنے گی۔ ان شاء اللہ

والله سبحانه وتعالى سميع مجيب للدعوات، وصلى الله على نبينا محمد وبارك وسلم

کتبه

عبداللہ ناصر رحمانی

سرپرست: ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ مؤلف

إنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ، وَنَسْتَعِيْنُهٗ ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّاتِ أعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

أَمَّا بَعْدُ : فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.“

چشم و مژگاں سے لکھے اُس نے ہزاروں دفتر
جس کے مکتب میں دوات آئی نہ خامہ آیا

(عزیز لکھنوی)

اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو بے شمار اور بے حساب نعمتیں بخشی ہیں۔ جوہر انسانی سے لے کر نو ماہ تک شکم مادر میں اس کی نعمتوں نے ہی اسے رکھا۔ حرارت، برودت، رطوبت، یبوست یعنی کیفیات چہارگانہ کا چتر احسان سایہ فگن رہا۔ غذائیت اور مائیت کی رسد برابر پہنچتی رہی، پھر اس کلی نے ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ کا پھول بن کر فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ کی خوشبو سے دنیا کو مہکا دیا۔ خدائے لایزال کی اَن گنت نعمتوں، احسانات، رحمتوں، رافتوں اور عطاؤں میں سب سے بڑا احسان، سب سے بڑی بخشش، سب سے بڑی رحمت و رافت، سب سے بڑا کرم اور سب سے بڑی نوال و عطا سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے، آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت ہے، اُسوۂ خیر الانام کے نور میں گامزن ہونا ہے ؎

تیرے جلووں سے چراغاں کا سماں رہتا ہے
جگمگا اُٹھتی ہے یہ منزل ویراں ہر شب
تیری سانسوں کی مہک جن میں بسی رہتی ہے
ان ہواؤں سے مہکتا ہے شبستاں ہر شب
آن کی آن میں آفاق پہ چھا جاتا ہے
نکہت و نور کا اُمڈا ہوا طوفان ہر شب

اور ہم اس بات پر اللہ تعالیٰ کا آسمانوں اور زمین بھر شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہماری فلاح و بہبود اور نجات آخرت کے لیے اپنے سچے رسول حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ ان پر قرآن اتارا اور آپ ﷺ نے قرآن پر خدائے واحد کی منشا کے مطابق عمل کر کے ہمارے لیے رشد و ہدایت کا راستہ متعین فرمایا ؎

دعائیں پیغمبروں کی لوٹیں درِ خدا سے قبول ہوکر
جہاں کو تھا انتظار جن کا وہ آئے آخر رسول ہوکر
وہ نور بن کر فضا پہ چھائے، جہاں میں اِک انقلاب لائے
بسے دلوں میں وہ بن کے خوشبو، رہے وہ کانٹوں میں پھول ہوکر
اگر نہ اُن کی پناہ ملتی نجانے کیا کچھ تباہ ہوتے
جہاں میں ہم لوگ آگئے تھے ظلوم بن کر جہول ہوکر
خدا کے لطف و کرم سے کیفی اسے ملی دو جہاں کی دولت
جو کوئی پہنچا ہے اُنؐ کے در پر غمِ جہاں سے ملول ہوکر

(محمد زکی کیفی)

اور جب کفارِ مکہ نے از راہِ جہالت کہا کہ محمد ﷺ کے بجائے کوئی فرشتہ رسول بن کر آتا تو ہم اس کو رسول مان لیتے۔ یہ رسول تو انسان رسول ہے۔ اس لیے ہم اسے نہیں مانتے۔ ان کی جہالت اور نادانی کی بات قرآن یوں بیان کرتا ہے:

﴿ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰٓى اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوۡلًا ۝﴾ (بنی اسرائیل: ۹۴)

''اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آئی تو ان کو ایمان لانے سے یہ بات مانع ہوئی کہ وہ کہنے لگے کیا اللہ نے انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔''

ان کی اس جہالت کے رد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلۡ لَّوۡ كَانَ فِى الۡاَرۡضِ مَلٰٓٮِٕكَةٌ يَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَٮِٕنِّيۡنَ لَـنَزَّلۡنَا عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَـكًا رَّسُوۡلًا ۝﴾ (بنی اسرائیل: ۹۵)

''اے پیغمبرؐ! آپؐ ان لوگوں سے کہیے کہ زمین میں تمہاری طرح اگر فرشتے چلتے پھرتے آرام کرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان سے فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیجتے۔''

یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ہمارے پیارے رسول ﷺ بشر رسول ہیں۔ رحمت عالم ﷺ جیسا پیارا محبوب، سیّد البشر رسول جو سرتاپا لطافت ہی لطافت ہے۔ طہارت، پاکیزگی اور خوبی کا سراپا ہے اور دنیا میں کوئی ایسا پیدا ہوا ہی نہیں۔ ہوتا کیسے......؟ کہ اللہ نے پیدا کیا ہی نہیں ؏

وَمَنْ هُوَ الْاٰيَةُ الْكُبْرٰى لِمُعْتَبِرٍ
وَّمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمٰى لِمُغْتَنِمْ
سَرَيْتَ مِنْ حَرَمٍ لَّيْلًا اِلٰى حَرَمٍ
كَمَا سَرَى الْبَدْرُ فِىْ دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ
وَبِتَّ تَرْقٰى اِلٰى اَنْ نِّلْتَ مَنْزِلَةً
مِنْ قَابَ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ

(بوصیری)

''اور آپ ﷺ کی ذات مبارک عبرت والے کے واسطے آیت کبریٰ ہے۔ اور نعمتِ عظمیٰ ہے غنیمت گننے والے کے لیے۔ سیر فرمائی آپ ﷺ نے ایک شب میں حرم مکہ سے حرمِ بیت المقدس تک جیسے چودھویں رات کا چاند چلے اندھیری

رات میں۔ اور چڑھتے گئے یہاں تک کہ قاب قوسین کے رتبہ کو پہنچے جو نہ ادراک کیا جاتا ہے اور نہ طلب کیا جاتا ہے۔''

پھر حضور اکرم، رحمتِ مجسم ﷺ نے ہمیں آیاتِ الٰہی پڑھ کر سنائیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کھول کر بتائے۔ اللہ کے عذاب سے لرزہ براندام کیا۔ راہِ آخرت کے خطرات سے آگاہ کیا اور اس کے ساتھ ساتھ غفور و ودود کی طرف سے بشارتیں بھی سنائیں اور یوں آیات کی تلاوت کا حق ادا کر دیا۔

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ ﴾ (الاحزاب: ٤٥، ٤٧)

''اے میرے نبیؐ! ہم نے آپؐ کو گواہ بنا کر اور جنّت کی خوشخبری دینے والا اور جہنم سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کے حکم کے مطابق لوگوں کو اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر مبعوث کیا ہے اور آپؐ مومنوں کو خوشخبری دیجیے کہ انہیں اللہ کی طرف سے بڑا فضل ملے گا۔''

اس دوران میں رحمتِ عالم ﷺ نے لوگوں کے نفوس کے تزکیہ کی بھی از حد کوشش کی اور مشیتِ ایزدی کے تحت ہمیں شرک کی گندگی سے پاک کیا۔ معاشرے کی تمام شرکیہ برائیوں اور کفریہ رسموں کو مٹایا۔ بے شمار خداؤں کی پرستش سے باز کیا۔ ارباب من دون اللہ کی قید سے چھڑایا، توحید کو چمکایا، اجاگر کیا اور نکھارا۔

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ ﴾ (آل عمران: ١٦٤)

''اللہ کا مومنوں پر یقیناً یہ احسان ہے کہ اس نے ان کے لیے انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو اس کی آیتوں کی ان لوگوں پر تلاوت کرتے ہیں، اور انہیں پاک

کرتے ہیں، اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں، اور اس سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔"

دشتِ عرب فیوض خدا میں نہا گیا
اِک ہادی عظیم ہدایت کو آگیا
اِک آخری شکست اندھیروں کو مل گئی
الحاد و شرک و کفر کی بنیاد ہل گئی
پیغام حق سنایا رسالت مآب نے
پھیلایا نور اُفق پہ اُفق آفتاب نے
انسانیت کے پھول دلوں میں کھلادیے
سب تفرقے دوئی کے جہاں سے مٹادیے
درسِ خلوص و صدق و صفا آپؐ نے دیا
تکمیل زندگی کا نیا راستہ دیا
دنیا کو روحِ امن ملی آشتی ملی
انسان کی نگاہ کو تابندگی ملی
حضرت نے فرقِ بندہ و آقا مٹادیا
اس تیرہ خاکداں کو ثریا بنادیا
عالم کو روشنی مساوات مل گئی
خاکِ سیاہ کو شانِ سماوات مل گئی

(شرقی بن شائق)

رسولِ معظم ﷺ نے جہان سے شرک و کفر اور الحاد کی صف لپیٹ دی۔ صدیوں کی جہالت میٹ دی، رسولِ رحمت ﷺ کے ایک نقش پا سے سوسو طور پیدا ہوئے۔ جن کی تجلی سے خاکِ طیبہ جگمگا اٹھی، امام الانبیاء کی بعثت پر ظلمت خانے ضو دینے لگے، دشت و چمن نکھر گئے،

کون و مکاں سنور گئے، غنچہ و گل پر بہار آ گئی، کائنات کو فروغ ملا۔ برگ و ثمر مشکناب ہوئے۔ ذرّے آفتاب اور قطرے قلزم بنے، عندلیبوں نے گلستاں میں نوائے نو سیکھی، کوہساروں نے سربلندی پائی، نسیم صبح خوش رو ہوئی، چراغِ زندگی کو زیت ملا، باغوں میں غنچے مسکرائے، کون و مکاں میں روشنی ہوئی، غار حرا کے دیئے جگمگائے، گلوں کو خندہ وشی ملی، عورتوں نے عصمت کا تاج پایا، بے کسی سہارے سے ہم آغوش ہوئی، ظلم کے اندھیرے عدل کے نور میں گھل گئے اور اس طرح سے محمد عربی ﷺ کی وجہ سے نیکی، خوبی، بھلائی، اخوت، مروّت، مودّت، عفو، حیا، قدرِ انسانیت، خودداری، راستی، امن و آشتی، تکریم عورت اور توحید و اسلام کا ایسا جگمگاتا ہوا جہان قائم ہوا، سیرتِ طیبہؐ کے ایک ایک لمحہ سے رشد و ہدایت کا وہ نور پھوٹا، جس سے جہانِ رنگ و بُو کے تمام ظلمت خانے ضو دینے لگے اور تاریک دنیا ایک نور کے عالم میں ڈھل گئی ؏

کس کا جمال ناز ہے جلوہ نما یہ سُو بہ سُو
گوشہ بگوشہ، در بدر، قریہ بہ قریہ، کُو بہ کُو
اشک فشاں ہے کس لیے؟ دیدۂ منتظر میرا
دجلہ بہ دجلہ، یم بہ یم، چشمہ بہ چشمہ، جُو بہ جُو
جلوۂ عارضِ نبی، رشکِ جمالِ یوسفی
سینہ بہ سینہ، سر بہ سر، چہرہ بہ چہرہ، ہُو بہ ہُو
زلف درازِ مصطفیٰؐ، گیسوئے لیل حق نما
طرّہ بہ طرّہ، خم بہ خم، حلقہ بہ حلقہ، مُو بہ مُو
یہ میرا اضطراب شوق، رشکِ جنون قیس ہے
جذبہ بہ جذبہ، دل بہ دل، شیوہ بہ شیوہ، خُو بہ خُو
تیرا تصورِ جمال میرا شریک حال ہے
نالہ بہ نالہ، غم بہ غم، نعرہ بہ نعرہ، ہُو بہ ہُو
بزم جہاں میں آج بھی یاد ہے ہر طرف تیری

قصہ بہ قصہ، لب بہ لب، خطبہ بہ خطبہ، رُو بہ رُو
کاش! ہو ان کا سامنا، عین حریمِ ناز میں
چہرہ بہ چہرہ، رُخ بہ رُخ، دیدہ بہ دیدہ، دُو بدُو
(رئیس امروہی)

الغرض رسولِ خاتم پیغمبراں، ہادیٔ کون و مکاں، مصحفِ یزداں، جناب محمد رسول اللہ ﷺ میں بے شمار صوری اور معنوی صفات ہیں اور ''حقوق النبی ﷺ'' ان ہی رسول رب العالمین، رحمت للعالمین ﷺ کی صفات، بزرگیوں، وصفوں، خوبیوں، نعتوں اور فضیلتوں کا وہ لالہ زار ہے جس کے گلہائے رنگا رنگ کی مہک مشامِ جاں کو معطر کرتی اور ایمان کو تازگی بخشتی ہے۔

اللہ! اس نیّرِ بطحا، انجم طٰہٰ، مہر تدلی، ماہِ دنیٰ، زینت کعبہ، رونقِ منبر، گوہر وحدت، بحر نبوت، رحمتِ دو عالم، شافع محشرؐ پر کروڑوں درود و سلام نازل فرما۔ ابدًا ابدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃ.

خیاباں کی صبحیں گلستاں کی شامیں
یہ کہتی ہیں تسنیم و کوثر کی موجیں
مبارک ہو ابر گہر بار آیا
صلی اللہ علیہ وسلم

ہم نے زیر نظر کتاب ''حقوق النبی ﷺ'' میں تعلق بالرسول کے مختلف گوشوں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے حقوق کو قرآن وحدیث کی روشنی میں مرتب کیا ہے اور حقوق النبی ﷺ کی اہمیت، فرضیت، تقاضے اور فوائد تفصیل سے درج کیے ہیں تاکہ محبان رسولؐ ان کو پڑھ کر طمانیت قلب کا سامان بنائیں اور ان حقوق کے علو کے پھریرے اپنے قلوب میں نقش کر کے مقامِ مصطفیٰ ﷺ کو اپنے قلوب میں بٹھالیں اور مشیت الٰہی کے مطابق محبت رسولؐ سے اپنے ایمان کو معمور کر کے ان کو محفوظ و مامون کر لیں۔

ہماری یہ کاوش سیرتِ طیبہ پر لکھی گئی کتب اور مقالات میں انفرادی اسلوب کی حامل

ہونے کے علاوہ دیگر کتب سیرت میں ایک عمدہ اضافہ ہے۔جس میں رسول اللہ ﷺ کے حقوق کو نمایاں کرنے کے ساتھ ذکر رسولؐ کی بلندی کا اظہار ہے۔﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (الانشراح:٤)

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھے

(اقبال)

میرے انتہائی قابلِ احترام بھائی ابوحمزہ عبد الخالق صدیقی اور جناب محمد ناظر سدھو صاحبان خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جن کی دیرینہ خواہش پر کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

حضرت علامہ منیر احمد الوقار استاذ الحدیث جامعہ اُم حبیبہ لاہور کو بھی فراموش نہیں کرسکتا جنھوں نے انتہائی مفید اضافہ جات کرتے ہوئے مجھے اچھی نصیحتیں بھی کیں۔جزاہ اللہ خیرا

اس عظیم موضوع پہ چند اوراق محض رسول اللہ ﷺ کی محبت ومودّت کے حصول لیے لکھے ہیں۔قارئین سے التماس ہے کہ راقم، علامہ منیر احمد الوقار جنھوں نے رسالہ کی تالیف میں میری بھر پور معاونت فرمائی، اور خصوصاً سرپرست ادارہ فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔فضیلۃ الشیخ نے کتاب پر تقریظ رقم کر کے میرے چنیدہ پھولوں کا گلدستہ بنادیا۔ کثر اللہ أمثاله فی علماء المسلمین.

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو حسن قبول عطا فرمائے ہماری غلطیوں کوتاہیوں سے درگزر فرمائے، ہمیں آپ ﷺ کی شفاعت سے سرفراز فرمائے ہماری اور ہمارے والدین و تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔(آمین)

وصلی اللہ علی نبینا محمد و آله وأصحابه وسلم

وکتبه

حافظ حامد محمود الخضری

تمہید

عزیزو......!

آؤ شاہِ دو عالم کی بات کریں
درود پڑھ کے رسول پاکؐ کی بات کریں
وہ جانِ جاں، وہی جانانِ جانِ عالم ہے
انہی کی یاد میں اُن کی ثناء کی بات کریں
پیامبر اُن کے حامی، فرشتے اُن کے غلام
زہے نصیب! کہ ہم مصطفیٰؐ کی بات کریں
زہے کرم! کہ درود و سلامِ عرفانی
قبولِ حق ہے تو پھر حق نما کی بات کریں

قارئین کرام! جب کفر و شرک اتنا عروج پر تھا کہ ظلم و جبر کے بادلوں تلے گندگی میں لت پت انسانیت درندوں سے بدتر بلکہ بدترین زندگی بسر کر رہی تھی۔ حیوانیت کے ایوان انسانیت کے گارے سے تعمیر کیے جاتے تھے۔ اُس وقت دنیائے مشقِ ستم کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ''اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى'' کے تمغے سجا کر، ''حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ'' کے لقب سے ملقب ہوکر، فاران کی چوٹیوں سے انسانیت کی راہنمائی کے پھریرے لہراتا ہوا ایک عظیم معلم نمودار ہوا۔ جس نے ''قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' کا درس دیا کہ لوگوں کے دل و دماغ کی الواح کا زنگ اتار دیا۔

فرمانِ ''تُفْلِحُوا تَمْلِكُ الْعَرَبَ وَالْعَجَمَ'' کے ذریعے درندوں سے بدتر

زندگی بسر کرنے والی انسانیت کو ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ '' کے عظیم منصب پر فائز کردیا۔ خس وخاشاک، حجر وشجر اور انسانیت میں فرق بتلادیا، رنگ ونسل کا امتیاز مٹادیا، ''وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی '' کی زبان والا، معلّموں کا تاجدار، جس نے دنیا میں زانوئے تلمذ طے ہی نہیں کیا۔ بلکہ آپ ﷺ کی تعلیم کا انتظام وانصرام رب ذوالجلال نے خود فرمایا۔ ''اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ '' کی قدسی سند والا جس نے انسانیت کے رہنے سہنے، معیشت و معاشرت، عبادت و ریاضت، اطاعت وشجاعت، حرمت و جرأت، استقلال و پامردی، عمرانیات اور سیاسیات کا راستہ دکھادیا۔ اُس معلّمِ عظیم کے امتی ہونے پر ہمیں فخر حاصل ہے اور اُن سے محبت ہمارے ایمان کا خاصہ ہے ؎

وہ اِک امی، کہ ہر دانش کو چمکاتا ہوا آیا
وہ اک دامانِ بخشش، پھول برساتا ہوا آیا
وہ اک نغمہ کہ انسانوں کو چونکاتا ہوا آیا
وہ اک جذبہ کہ ارمانوں کو بھڑکاتا ہوا آیا
وہ اک نرمی کہ سنگِ خشت کے سینے میں جا اتری
وہ اک شیشہ کہ ہر پتھر سے ٹکراتا ہوا آیا
وہ اک عظمت کہ مظلوموں کے چہرے پر دمک اٹھی
وہ اک بندہ کہ سلطانوں کو ٹھکراتا ہوا آیا
وہ اک مستی کہ ہستی کو جلا دیتے ہوئے پھیلی
وہ اِک عالم کہ ہر عالم پہ چھا جاتا ہوا آیا
مشیت حسن کی تکمیل فرماتی ہوئی ابھری
تصوّر آخری تصویر بن جاتا ہوا آیا
(ضمیر جعفری)

اور کسی نے یوں کہا:

بزم توحید سے تبلیغ کا نامہ آیا
کوئی پہنے ہوئے قرآن کا جامہ آیا
جس نے اسلام کے پیچیدہ مطالب کھولے
سر پہ باندھے وہ فضیلت کا عمامہ آیا
چشم و مژگاں سے لکھے اُس نے ہزاروں دفتر
جس کے مکتب میں دوات آئی نہ خامہ آیا
شورِ تکبیر سے صحرائے عرب کانپ اٹھا
اس جلالت سے سوئے اہل تہامہ آیا
کپکپی جسم میں دل منزل اجلال خدا
لے کے یوں کوہِ حرا سے کوئی نامہ آیا
شبِ ہجرت کی طرح سے دوش پر بکھرے ہوئے
سنبلِ غالیہ مُو مشک شمامہ آیا
(عزیز لکھنوی)

اور یاد رہے! وہ ہستی مبارک جس نے بھولے ہوئے انسانوں کو خدائے وحدہٗ لاشریک کی بندگی کی لذت سے آشنا کیا۔ انہیں ظلم و جہالت کے اندھیروں سے نکالا۔ انہیں بندو آقا کی تمیز سے بچایا۔ انہیں ذہنی غلامی سے نجات دلائی اور اخلاقِ حسنہ سے مزین کیا۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کا اپنی سنت کے ذریعے عملی طور پر خوگر بنایا اور ذلت سے نکال کر حرمتِ کعبہ سے کہیں زیادہ معزز بنادیا۔ وہ ذاتِ رسول ﷺ ہی تھی کہ جس نے مشرکین کو جام توحید پلا کر ایک طرف تو انہیں اس بت پرستی سے نکالا جو صدیوں سے ان کے رگ و پے میں سرایت کرگئی تھی تو دوسری طرف ان کو تمام رشتوں ناطوں کی محبت سے آزاد کردیا جو اللہ اور رسول ؐ کے مخالفین تھے۔ ذاتِ رسول ؐ سے محبت ہی وہ جذبہ تھا جس نے اصحابِ رسول ؐ کو اپنے

خونی رشتے داروں کو بدر و حنین و خندق وغیرہ کے مواقع پر مرنے مارنے پر تیار کر دیا۔

دورِ جدید میں ایک طرف تو فرد کو مغربی کلچر اپنی پوری آب و تاب سے مائل کر رہا ہے تو دوسری طرف فکر و تعلیمی محاذ پر محبت رسولؐ کو نابود کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ دین سے دوری و بد عملی، تعیش و ہوس پرستی اور دیگر تمام خطرات سے اُس وقت ہی نبرد آزما ہونا ممکن ہے کہ جب ملتِ اسلامیہ سوزِ صدیقؓ اور عشق بلالؓ کی روش کو اپنالے کیونکہ اس پُرفتن دور میں محبتِ رسولؐ ہی سے مسلمان اندرونی اور بیرونی فتنوں سے بچ کر اپنے ایمان کو محفوظ کر سکتے ہیں اور حضور ﷺ سے سچی محبت ہی ملتِ اسلامیہ کو موجودہ زوال و پستی سے نکال کر اوجِ ثریا تک پہنچانے کی قوت رکھتی ہے اور نبی ﷺ کی محبت صرف اسی صورت میں نصیب ہوسکتی ہے جب ہم رسول اللہ ﷺ کے حقوق کو پہچانیں گے اور آپ ﷺ کے حقوق کو پہچانتے ہوئے ان حقوق کی ادائیگی کی بھرپور کوشش کریں گے۔

ذیل کی سطور میں ہم ان حقوق کو مع ان کی تفصیلات کے سپردِ قلم کر رہے ہیں کہ اللہ عزوجل ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے والا بنادے۔ واللہ الموفق!

پہلا حق

نبی کریم ﷺ کی عبدیت اور رسالت پر ایمان

"وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدَهٗ وَرَسُوْلُهٗ" "اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اس (اللہ) کے بندے اور اس (اللہ) کے رسول ہیں۔"

رشتہ ہائے عابد و معبود سلجھاتا ہوا
وادیٔ بطحا سے اٹھا نور برساتا ہوا
(ثمر)

ایمان کی تعریف:

لفظ ایمان "آمَنَ يُؤْمِنُ اِيْمَانًا فَهُوَ مُؤْمِنٌ" سے مصدر ہے، جس کے اہل لغت کے ہاں کئی معانی ہیں۔ ان میں سے ایک معنی تصدیق کرنا ہے۔ جیسا کہ امام محمد بن احمد الھروی الازھری متوفی ۳۷۰ھ فرماتے ہیں:

((واتفق اهل العلم من اللغويين وغيرهم أن الإيمان معناه التصديق)) ❶

"لغت والوں اور ان کے علاوہ دوسرے اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایمان کا معنی تصدیق ہے۔"

لیکن علمائے سلف کے ہاں اس کے معنی اکیلے تصدیق کے نہیں بلکہ تصدیق کے ساتھ ساتھ اقرار اور اس کے مطابق اعضاء و جوارح کے ذریعے عمل بھی لازمی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام

❶ تهذيب اللغة: ٥/ ٥١٣.

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" (ص ۵۱۹) میں وضاحت سے لکھا ہے۔ نیز دیکھئے: کتاب الایمان ابن تیمیہؒ (ص:۱۶۲) و مجموع الفتاوی ابن تیمیہؒ (۷/ ۶۴۲)

اصطلاحی طور پر ایمان کی تعریف میں علمائے سلف کے ہاں تین چیزیں شامل ہیں:

(۱) قول باللسان (زبان کے ذریعے اقرار کرنا) (۲) اعتقاد بالجنان (دل کے ذریعے تصدیق) اور (۳) عمل بالجوارح (اعضاء و جوارح ذریعے عمل کرنا)۔

اور ان تینوں چیزوں میں اطاعت و فرمانبرداری کرنے سے ایمان میں زیادتی اور معصیت و نافرمانی کرنے سے کمی اور نقص واقع ہوتا رہتا ہے۔

ایمان کے لغوی معنوں میں سے ایک معنی (الامانه) امانت داری بھی ہے جو کہ خیانت کی ضد ہے۔ اور دوسرا معنی تصدیق بالقلب ہے جس کی ضد تکذیب ہے۔ اور تیسرا معنی امن ہے جس کی ضد خوف ہے۔ کیونکہ انسان جب ایمان لے آتا ہے تو وہ امن میں آجاتا ہے اور اللہ اس کو اپنی امان میں لے لیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ۠ ﴾ (الانعام:۸۲)

"جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔"

اور حق کی تصدیق کرنے والے کو مؤمن اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ وہ امن میں آجاتا ہے اور اس سے مال، جان اور عزت محفوظ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰی دِمَائِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ.)) [1]

---

[1] مسند احمد: ۲/ ۳۷۹، و ۶ /۲۲۔ سنن ترمذی، ابواب الایمان، باب ما جاء فی ان المسلم من سلم المسلمون......، رقم: ۳۶۲۷۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۵۴۹.

نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب:

رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تصدیق کی جائے کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور سچے رسول ہیں جن کو اللہ نے دنیا کے تمام گورے، کالے انسانوں اور جنوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اب آپ ﷺ کے بعد کوئی اور سچا نبی نہیں آئے گا اور اس بات پر ایمان لانا کہ آپ ﷺ کی اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ذریعے تائید و نصرت فرمائی اور ان کو تمام رسولوں پر فضیلت عطاء فرما کر ان کی محبت کو فرض قرار دیا اور آپ ﷺ کی اطاعت واجب ہے اور اتباع بھی لازم ہے اور آپؐ کے کچھ خصائص ہیں جو کہ دوسروں کو نہیں ملے، مثلاً: وسیلہ، حوض کوثر، مقام محمود، ایک مہینے کی مسافت پر ہی دشمن پر کپکپی طاری ہو جانا وغیرہ۔ اور جو کچھ آپ ﷺ لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق و پیروی و اتباع کرنا۔

اللہ عزوجل نے اُن تمام انسانوں اور جنوں کے لیے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا واجب قرار دیا ہے جن تک آپ ﷺ کا پیغام پہنچے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ ﴾

(النساء:۱۳۶)

”اے ایمان والو! اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں ایمان لاؤ۔ جو شخص اللہ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے تو وہ بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔“

نبی کریم ﷺ پر ایمانِ کامل:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ کی

رسالت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے اقرار کیا جائے اور دل وجان سے تصدیق کی جائے، جسم وروح کے کسی گوشے میں ایمان بالرسالت پر کوئی شک وشبہ نہ ہو۔ یہ ایمان اتنا مضبوط ہو کہ اگر پہاڑ ملتے ہیں تو ہل جائیں، سمندر اپنی جگہ سے ہٹتے ہیں تو ہٹ جائیں، مشرق ومغرب، زمین وآسمان میں کوئی تبدیلی آتی ہے تو آجائے حتیٰ کہ شہ رگ پر خنجر وتلوار چلتی ہے تو چل جائے مگر اللہ کے رسول کریم ﷺ پر ایمان میں ذرا جنبش پیدا نہ ہو۔ ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ (الحجرات:۱۵)

''(یادرکھو) مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر (پکا) ایمان لائیں۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ۝ وَ مَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَ الرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَ قَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝﴾ (الحدید:۷، ۸)

''اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں (دوسروں کا) جانشین بنایا ہے، پس تم میں سے جو ایمان لائیں اور خیرات کریں انہیں بہت بڑا ثواب ملے گا۔ تم اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ حالانکہ خود رسول تمہیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے اور اگر تم مومن ہو تو وہ تو تم سے مضبوط عہد وپیمان بھی لے چکا ہے۔''

اسی طرح ایک مقام پر فرمایا:

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝﴾ (التغابن:۸)

''سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جسے ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے۔''

اور سورۃ الفتح میں فرمایا:

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ ﴾ (الفتح:۸، ۹)

''یقینا ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تا کہ (اے مسلمانوں) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اس کی مدد کرو، اور اس کا ادب کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح وشام۔''

اور سورۃ الاعراف میں فرمایا:

﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ا ۨلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْیٖ وَ يُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ ﴾

(الاعراف:۱۵۸)

''آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے، اور وہی موت دیتا ہے، سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی اُمّی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آجاؤ۔''

پس آپ ﷺ پر ایمان لانا آپ ﷺ کا پہلا بنیادی حق ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی يَشْهَدُوْا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَيُؤْمِنُوْا بِیْ)) [1]

''مجھے حکم ہوا ہے کہ اس وقت تک لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے اللہ عزوجل کے اور مجھ پر ایمان لائیں۔''

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۲٦.

اسی طرح حدیث رسول ﷺ ہے:

((وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَا یَسْمَعُ بِیْ اَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ یَهُوْدِیٌّ وَلَا نَصْرَانِیٌّ ثُمَّ یَمُوْتُ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِالَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ.)) ❶

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اس زمانے (یعنی میرے اور میرے بعد قیامت تک) کا کوئی یہودی یا نصرانی (یا کوئی اور دین والا) میرا حال سنے پھر ایمان نہ لائے اس پر جو چیز میں دے کر بھیجا گیا ہوں (یعنی قرآن) تو وہ جہنم میں جائے گا۔''

مذکورہ بالا احادیث اور اس طرح کی دوسری احادیث کا مقتضی ومطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان ویقین رکھنا لازمی ہے، اسی طرح جو کچھ آپ ﷺ اللہ عزوجل کی طرف سے حلال و حرام اور اوامر ونواہی لائے ہیں ان پر بھی تسلیم ورضا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی عبدیت پر ایمان:

اللہ تعالیٰ کی ہستی کو ماننے، اس کی الوہیت ووحدانیت پر لانے اور اس کو ذات اور صفات میں وحدہ لاشریک لہ تسلیم کرنے کے بعد ذات لایزال کے فرستادہ انسانِ کامل سیّد البشر حضرت محمد ﷺ کی عبدیت کی شہادت دینا بھی مسلمان ہونے کی شرط ہے۔ یعنی دل کی تصدیق کے ساتھ زبان سے اقرار کریں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں اور اس کے سچے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے اپنی رسالت کے اقرار پر اپنی عبدیت کے اقرار کو مقدّم رکھا ہے۔ تاکہ ہر مسلمان جو حضور ﷺ کو رسول اللہ مانے وہ آپؐ کو اللہ عزّوجل کا عبد یعنی بندہ بھی مانے۔ کیونکہ رسالت اور عبدیت دونوں لازم وملزوم ہیں جو پیغمبر اللہ کی طرف سے دنیا میں آیا وہ عبد اور بشر ہی تھا۔ ہرگز غیر بشر نہ تھا تو رسالت کے اقرار سے قبل رسول کی عبدیت اور

❶ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس ونسخ الملل بملته، رقم: ۳۸۶.

بشریت پر ایمان لانا بھی ضروری ہوا۔ اگر کوئی شخص کسی رسول کو عبد یا بشر نہ مانے تو وہ منکر رسالت ہے کہ بشریت کے انکار سے رسالت کا انکار لازم آتا ہے۔

کیونکہ یہ حقیقت آپ کو معلوم ہے کہ اصلی ہیرا پتھر ہوتا ہے تو حجریت ہیرے کو لازم ہوئی۔ اگر ہیرا پتھر کی جنس سے نہ ہو تو وہ ہیرا نہ ہوگا۔ (کوئی اور شے ہوگی نقلی ہیرا کہہ لو) تو حجریت کے انتقا سے ہیرے کی نفی لازم آئی۔ ایسے ہی انکار بشریت انکارِ رسالت کو مستلزم ہوا۔ تو حسب ارشاد سیّد الکونین ﷺ اس بات پر دل سے یقین اور زبان سے اقرار کریں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے خاص ''عبد'' ہیں، بشر ہیں، آدمی ہیں (ﷺ)۔ باقی رہا آپ کا درجہ تو درجہ اور مرتبہ میں آپؐ بے مثل ہیں۔ آپؐ کی شان کا آدم کی اولاد میں کوئی آدمی، کوئی بشر، کوئی عبد اور کوئی رسول نہیں ہے ؎

حضرتِ خیر البشرؐ! وہ سرور کون و مکاں
وہ رئیس عرشیاں، وہ خاتم پیغمبراں
اس کا ہر نقشِ قدم ہے مشعلِ راہ حیات
وہ امیر کارواں، فانوسِ ایوان جہاں
اس نے بندے کو الوہیت شناسا کردیا
مرکزی نقطہ وہ جس کے گرد گھومی داستاں
(ثمر)

عبدیت خیر الوریٰؐ:

حضور ﷺ ''عبدہ'' ہیں۔ یعنی ''اللہ کے بندے ہیں۔'' یاد رکھیں! کہ ہر شخص اللہ کا عبد ہے، غلام ہے اور کسی کو اس کی غلامی اور بندہ ہونے سے مفر نہیں۔ پھر غلامی ہو تو صرف اللہ ہی کی ہو۔ اللہ کی غلامی کے سوا کسی کو کسی کی غلامی جائز نہیں اور نہ ہی کوئی عبد کسی کا عبد ہو سکتا ہے ؎

بشر غلامی کرے بشر کی، کسی بھی صورت روا نہیں ہے
میں دار پر یہی کہوں گا بشر، بشر ہے خدا نہیں ہے

تمام بنی نوعِ انسان اللہ وحدہٗ القہار کی غلامی کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔کوئی اس زنجیر سے نکل سکتا ہے نہ ہی کسی کو چارۂ چون و چرا ہے۔اگر وہ مالک ہوا بند کردے، آکسیجن ناپید کردے تو تمام انسان بلکہ ہر ذی روح ہلاک ہوجائے۔اسی طرح اگر وہ زمین کے اندر پانی خشک کرلے تو اس کے تمام غلام مارے پیاس کے تڑپ تڑپ کے جان دے دیں۔اگر زمین سے رزق نہ اُگائے تو قوتِ لایموت نہ ملنے کے باعث ذُریت آدم دم توڑ دے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے غلام اپنی زندگی رواں دواں رکھنے کے لیے ہر لحہ اللہ عظیم و برتر کے سخت محتاج ہیں۔اور غلام اپنے مالک کی عبادت کرتے کرتے خواہ کتنا ہی اس کا مقرب ہوجائے، حق غلامی بدرجہ اتم ادا کرکے اس کے قرب کی معراج کو بھی پالے۔وہ پھر بھی غلام ہی ہے۔ارشادِ خداوندی ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①﴾

(بنی اسرائیل: ۱)

”وہ اللہ (عجز وشراکت کے عیب سے) پاک ہے۔جو اپنے بندے (محمدؐ) کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔جس کے گردا گرد ہم نے (دنیا ودین کی) برکتیں دے رکھی ہیں تاکہ دکھائیں ہم اس کو اپنی نشانیوں سے۔بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔“

اس آیت میں حضور ﷺ کے اسراء و معراج کا حال ہے۔غور کریں! کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو ساتوں آسمانوں سے بہت بہت آگے اور آگے......اور آگے جہاں تک چاہا لے گیا۔یعنی انتہائی قرب بخشا۔اس عظیم قرب کے مقام پر پہنچ کر بھی ”اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ“ حضور ﷺ ہنوز عبد ہیں۔اللہ کے بندے ہیں۔اسی لیے آقائے لا یزال کے حضور سرور کائنات ﷺ نے خود کو عبدہٗ کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور امت کو بھی سبق دیا ہے کہ کہو......
”عبدہٗ ورسولہٗ“ کہ ”محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“یعنی پہلے مجھے عبدہ

کہو، پھر رسولہٗ کہو۔ کتنا اعزاز ہے حضور ﷺ کی اس عبدیت میں، کتنا شرف و مجد اور کس قدر کیف ہے حضور ﷺ کے عبدہٗ فرمانے میں ؎

جلوۂ ماہِ نیم شب، تابش نور آفتاب!
یہ بھی نہیں تیرا جواب، وہ بھی نہیں تیرا جواب

(ثمر)

تو یاد رکھیں! کہ تمام کے تمام رب الارباب کی غلامی کے جال کے اسیر ہیں، سب کے گلے میں رب العالمین کی ربوبیت کا گلوگیر ہے۔ اسی طرح زندگی اپنی بقاء کے لیے اُسی مالک کے در سے طعام اور نسیم کی بھیک مانگتی ہے۔ جب اللہ کا حکم رات کی شکل میں جہان پر مسلط ہوتا ہے تو سب اُس کے حکم کے زیر اثر آ کر سو جاتے ہیں۔ اگر کوئی غلام کہے کہ میں رات سے نکل جاؤں تو نہیں نکل سکتا۔ ایسے ہی جب دن خلقت پر چھا جاتا ہے تو سب دن کو قبول کر کے کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ طوعاً و کرہاً اسیرانِ غلامی لیل و نہار کا لباس زیب تن کر لیتے ہیں۔ جب خالق کل زمانے پر موسم سرما مسلط کر دیتا ہے تو سب گرم لباس پہننے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور جب موسم گرما اپنا رنگ دکھاتا ہے تو لوگ گرم لباس اتارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور سرد لباس پہن لیتے ہیں۔ ہر کہہ و مہہ چار و ناچار اس کی غلامی کا اسیر ہے اور کسی ہفت اقلیم کے بادشاہ یا اولوالعزم پیغمبر کو بھی اس کی قید غلامی سے فرار ممکن نہیں۔

﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ﴾ (الرحمن : ۳۳)

''اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو، تو بھاگ جاؤ، مگر تم بغیر قوت و غلبہ کے نہیں بھاگ سکو گے۔''

پھندے سے تیرے جائے کیونکر نکل کے کوئی
پھیلا ہوا ہے ہر سو، عالم میں جال تیرا

(حالی)

رحمتِ عالم ﷺ کا اقرار عبودیت:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ خود اقرار فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ، نَاصِيَتِیْ بِيَدِكَ، مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُ كَ، اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ، اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدِكَ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَاءَ غَمِّیْ وَذِهَابَ هَمِّیْ.))

''اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں۔ میں تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے قابو میں ہے۔ میرے حق میں تیرا حکم جاری ہے۔ میرے بارے میں تیرا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہے، میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ جسے تو نے اپنے لیے پسند کیا ہے، یا اسے تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھا دیا ہو، یا تو نے اپنی کتاب میں اتارا ہے، یا اس کو تو نے اپنے ہاں غیب کے خزانوں میں مخفی رکھا ہے کہ قرآن کو تُو میرے دل کی بہار اور میرے سینے کا نور بنا دے، اور قرآن کو میرے غم کو دور کرنے والا اور میرے دکھ کو مٹا دینے والا بنا دے۔''

مذکورہ دعا میں حضور ﷺ اللہ سے یوں التجا کرتے ہیں ''اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ عَبْدُكَ'' ''اے اللہ! میں تیرا غلام ہوں۔'' اللہ کی غلامی پر حضور ﷺ کتنے خوش ہیں اور اس میں کتنا اعزاز سمجھتے ہیں اور اس عبدیت کے اقرار میں یہ بھی واضح ہے کہ حضور ﷺ جنسِ انسان سے ہیں۔ تاکہ

(1) مسند احمد، رقم: ۳۷۱۲۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۲۳۷۲۔ مستدرک حاکم: ۱/ ۵۰۹، ۵۱۰۔ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، رقم: ۳۳۶۔ الفرج بعد الشدۃ لابن أبی دنیا، رقم: ۵۳۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۱۹۹۔

اُمت عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح گمراہ نہ ہوجائے کہ عیسائیوں نے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ کہا، ابن اللہ بھی کہا اور ثالث ثلاثہ بھی کہا۔ اسی طرح یہودیوں نے سیّدنا عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہا اور گمراہ اور مشرک ہو گئے۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا: ''وَابْنُ عَبْدِكَ'' ''اور تیرے غلام (عبد اللہ) کا بیٹا ہوں۔'' یعنی میرا باپ بھی تیرا بندہ اور غلام ہے۔

وَابْنُ اَمَتِكَ ''اور تیری لونڈی (آمنہ) کا بیٹا ہوں۔'' یعنی میری ماں بھی تیری لونڈی۔ مطلب یہ کہ ساری اولادِ آدم کے ذکور و اناث تیرے غلام اور تیری لونڈیاں ہیں اور تو ان سب کا خالق، مالک، رب اور داتا ہے۔

دعا کے آخر میں ان عبدہٗ نے اللہ کے خاص الخاص نام کی برکت سے اپنے مالک لایزال سے سوال کیا کہ قرآن کو میرے دل کی بہار بنادے اور قرآن ہی سے میرے ھم و غم کا نور کر دے۔ پس عبدہٗ کی عبودیت معراجِ کمال پر ہے ؎

امروز جائے ہر کس پیدا شودز خوباں
کاں ماہ مجلس آرا اندر صدارت آمد
(حافظ شیرازی)

رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان:

جناب محمد اکرم ﷺ نے اپنی ذات کے بارے میں عبدہٗ کی شہادت دینے اور اُمّت سے یہ شہادت دلوا کر پھر فرمایا: ''وَرَسُوْلُهٗ'' ''کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔''

رسول کے معنیٰ قاصد اور ایلچی کے ہیں۔ ایک بادشاہ اپنا ایلچی دوسرے بادشاہ کے پاس بھیجتا ہے تو اس ایلچی کو رسول کہتے ہیں۔ جیسے رسولِ روم، رسولِ ایران، رسول مصر، تو ہر انسان کے قاصد اور پیغام رساں کو رسول کہیں گے۔ یہ تو ہوئے انسانوں کے انسانوں کی طرف رسول۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اپنا پیغام دے کر بھیجتا ہے تو اس کو رسول اللہ کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا قاصد، ایلچی اور پیغامبر۔

اپنی عمر کے چالیس سال سے قبل حضور انور ﷺ محمد بن عبد اللہ کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے اور وہ بھی اپنی برادری اور قبیلہ کے اندر۔ اس عمر تک آپؐ نیک، راست باز اور امین مشہور تھے۔ جب تاجِ نبوت پہن کر غارِ حرا سے نکلے تو اس وقت محمد بن عبد اللہ سے محمد رسول اللہ بن گئے۔ اللہ کے بھیجے ہوئے قاصد۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾

(الکھف: ۱۱۰)

”کہہ دیجیے! سوائے اس کے نہیں کہ میں انسان ہوں مانند تمہاری وحی کی جاتی ہے میری طرف، یہ کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔“

مطلب یہ کہ ہوں تو میں وہی محمد بن عبد اللہ، بشر اور آدمی ہی۔ ہاں! مجھ پر مزید انعام یہ ہوا ہے کہ میں رسول اللہ ہو گیا ہوں۔ کیونکہ میری طرف وحی آتی ہے کہ لوگو! سنو! تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ وحدہ لاشریک لہ ہے۔

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا ایمان بالرسالت:

رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاؤ کہ تمہارے ایمان کی بنیاد یقین و محبت کی بنیاد پر استوار ہو اور تمہارا ایمان حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے اس ایمان کی طرح ہو جس کی نشاندہی مخبر صادق ﷺ نے ایک مثال دے کر فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایک چرواہا اپنے ریوڑ میں تھا کہ بھیڑیئے نے حملہ کر کے اسی میں سے ایک بکری پکڑ لی۔ چرواہے نے پیچھا کر کے اس سے بکری چھڑا لی۔ بھیڑیئے نے اس کی جانب متوجہ ہو کر کہا: بتاؤ چیر پھاڑ کے دن ان کی حفاظت کون کرے گا جب میرے سوا ان کا چرواہا اور کوئی نہ ہوگا۔ لوگوں نے تعجب سے کہا سبحان اللہ، پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس واقعہ کی صحت پر یقین رکھتا ہوں اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی۔ حالانکہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما

وہاں موجود نہ تھے۔ ❶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت رسالت:

ایک یہودی اور ایک نام نہاد مسلمان کا آپس میں کسی بات پر تنازعہ ہوگیا۔ دونوں فیصلہ لینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور انور ﷺ نے دونوں کے بیان سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔ مسلمان یہودی سے کہنے لگا کہ آؤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چل کر فیصلہ لیں۔ یہودی نے کہا ہوش کرو تمہارے رسولؐ میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں۔ اس کے باوجود تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جانا چاہتے ہو؟ مسلمان نہ مانا اور یہودی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ جب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نام نہاد مسلمان نے کہا کہ اے عمر! ہمارے درمیان فیصلہ کرو۔ اتنے میں یہودی بولا کہ اے عمر! ہم تمہارے رسولؐ کے پاس گئے تھے۔ انہوں نے ہم دونوں کے بیان سن کر فیصلہ میرے حق میں دے دیا ہے۔ لیکن یہ ان کے فیصلہ پر رضا مند نہیں ہوا اور مجھے آپؓ کے پاس لے آیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نام نہاد مسلمان سے پوچھا یہودی ٹھیک کہتا ہے کیا؟ مسلمان نے کہا جی ہاں۔ لیکن میں نے چاہا کہ آپؓ سے بھی فیصلہ لیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا ٹھہرو میں تمہیں فیصلہ دیتا ہوں۔ اُٹھے، تلوار لے آئے اور نام نہاد مسلمان کی گردن اُڑا دی اور ارشاد فرمایا:

"هٰذَا قَضَاءُ عُمَرَ مَنْ لَّمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ." ❷

"عمر کا یہی فیصلہ ہے اُس شخص کے بارے جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا۔"

پھر مقتول کے ورثاء نے رسول اللہ ﷺ کے حضور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قتل کا استغاثہ کر دیا۔ جب دونوں فریق پیش ہوئے تو جبریل علیہ السلام آیت ذیل لے کر آ گئے:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ

❶ صحيح بخاری، كتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، رقم: ٣٦٩٠.

❷ تفسير ابن كثير و تفسير معالم التنزيل تحت الآية: فلا وربك......

یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ (النساء: ۶۱)

''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا ہے اور رسول (کے فیصلہ) کی طرف تو تم (ان) منافقوں کو دیکھتے ہو کہ وہ تجھ سے رک رک رہتے ہیں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو آپ کے فیصلہ کو قبول نہیں کرتا، وہ اور اس کے ساتھی مسلمان نہیں ہیں، بلکہ منافق ہیں اور یہ منافق آپ ﷺ کے فیصلہ سے رکتے اور ہٹ کر رہتے ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ حضور ﷺ کے فیصلہ، ارشاد، فرمان اور حدیث کو چھوڑ کر کسی امتی کے قول کو لینے والا بقول قرآن مجید منافق ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روح پر بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں برابر اپنی بخششیں اور رحمتیں نازل فرمائے کہ وہ قبولِ رسالت کی ذمہ داری سے بہ احسن وجوہ عہدہ برآ ہوئے اور جس خلوص سے انہوں نے رسالت کی شہادت دی ہے۔ فضا اس شہادت سے تا نورِ نیرِ اعظم گونجتی رہے گی۔ اسے کہتے ہیں: وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

ایکہ صد طور است پیدا از نشانِ پائے تو
خاک یثرب را تجلی گاہِ عرفاں کردہ

(اقبالؒ)

لہٰذا ایمان کے لیے یہ ضروری شرط ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عبدیت اور رسالت دونوں پر ایمان لایا جائے اور دل اُس ایمان کی تصدیق کر رہا ہو۔ اور جن امور کی تصدیق دل سے مطلوب ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)......آپ ﷺ کی رسالت عالمگیر ہے یعنی آپ ﷺ تمام انسانوں اور جنوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

(۲)......آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور آپ ﷺ کی رسالت خاتمۃ الرسالات ہے۔

(۳)......آپ ﷺ کی نبوت و رسالت گزشتہ تمام شریعتوں کی ناسخ ہے۔

اب ان تینوں امور کی تفصیل پیشِ خدمت قارئین ہے:

(1) عالم گیر نبی ﷺ

آپ علیہ السلام کی نبوت عالمگیر و آفاقی ہے آپؐ جن وانس کے رسول بنا کر بھیجے گئے لیکن اس سے بڑھ رب کریم نے اپنے حبیب کو وہ شرف عطا فرمایا ہے جو پہلے انبیاء کو حاصل نہ تھا۔

وہ شرف یہ ہے کہ ہر نبی خاص قوم برادری علاقہ ونسل کی طرف مبعوث ہوا لیکن نبی کریم ﷺ پوری دنیا کے عالم کے جن وانس کے نبی ہیں اس کے لیے ہم سات قسم کے دلائل آپ کے سامنے پیش کریں گے۔

لیکن ان دلائل کو ذکر کرنے سے قبل ہم آپ کے سامنے چند معروضات پیش کریں گے۔

① کیا سرور کونین ﷺ نے اپنے عالمگیر ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟

② کیا والی یثرب ﷺ کے علاوہ کسی نے اپنے عالمگیر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

جی ہاں! صاحبان علم وفکر اس بات سے آگاہ ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعلان فرمایا:

﴿قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾(الاعراف:۱۵۸)

''(اے نبیؐ! اعلان فرمادیجیے) اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

اور حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَفِيْ رِوَايَةٍ وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً.)) [1]

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الصلاة، باب قول النبی ﷺ وجعلت لی الارض......، رقم: ۴۳۸ و ۳۳۵.

''ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا (لیکن) میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔''

تمام لوگوں کے لیے رسول:

قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر رسالت محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا کہ:

﴿وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا﴾ (النساء:۷۹)

''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔''

تمام جہاں والوں کے لیے رسول:

آپ تمام جہان والوں کے لیے رسول رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانبیاء:۱۰۷)

''ہم نے آپ کو تمام جہاں والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

جملہ بنی نوع جن وانس کے لیے نبی:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ﴾ (السباء:۲۸)

''ہم نے آپ کو جملہ بنی نوع (جن) وانس کے لیے بھیجا ہے۔''

سب کے لیے نبی:

سیّدنا محمد ﷺ کو بنی نوع جن وانس کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (الاعراف:۱۵۸)

''کہہ دیجیے! اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں۔''

جہاں تک دعوت پہنچے ان سب کے لیے نبی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اَىُّ شَىْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌ بَيْنِىْ وَ بَيْنَكُمْ وَ

أُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ﴾ (الانعام:١٩)

''آپؐ ان سے پوچھئے کہ سب سے بڑھ کر سچی گواہی کس کی ہے؟ آپؐ کہیے اللہ کی، جو میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے نیز یہ کہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ اس میں تمہیں بھی ڈراؤں اوران سب کو بھی جن تک یہ پہنچے۔''

جبکہ باقی انبیاء کسی خاص قوم یا قبیلےو کے لیے مبعوث ہوئے:

جبکہ باقی انبیاء کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

سیّدنا موسیٰ و ہارون علیہما السلام:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦﴾ أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٧﴾ ﴾(الشعراء:١٦ تا١٧)

''تم دونوں (موسیٰ و ہارون) فرعون کے پاس جا کر کہو کہ بلاشبہ ہم ربّ العالمین کے بھیجے ہوئے رسول ہیں کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو روانہ کردے۔''

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے متعلق تورات کیا کہتی ہے؟

موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی تورات کے مقاصد وہی ہیں جو انجیل کے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

''اب دیکھ بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک آئی اور میں نے وہ ظلم جو مصری ان پر کرتے ہیں، دیکھا ہے۔ بس اب تو جا۔ میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں، میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں مصر سے نکال۔'' [1]

اسی طرح کتاب استثناء میں ہے:

''موسیٰ (علیہ السلام) نے ہم کو ایک شریعت (کی وصیت) فرمائی جو کہ یعقوب (علیہ السلام) کی جماعت کی میراث ہو۔''

---

[1] خروج باب ۳، فقرہ ۷ تا ۱۰۔

مذکورہ بالا حوالہ جات نے شریعت تورات کو اسرائیلیوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے، اگر یہ آخری کتاب استثناء والا فقرہ نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ کوئی مدعی کہہ سکتا کہ شریعت تورات سب دنیا کے لیے عالمگیر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں پیغمبر علیہما السلام بنی اسرائیل اور اس خطے کے نبی تھے۔

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ (آل عمران:۴۹)

''اور وہ رسول ہوگا بنی اسرائیل کے لیے۔''

اور انجیل بھی عیسیٰ علیہ السلام کے لیے عالمگیریت کا دعویٰ نہیں کرتی بلکہ وہاں بھی لکھا ہے، میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی اور کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ ❶

انجیل ہی میں دوسری جگہ یوں لکھا ہوا ہے:

''غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔'' ❷

اس صاف اعلان کے بعد مسیح علیہ السلام کو کل دنیا کے لیے بتلانا خدا کے راست باز نبی کو جھٹلانے کے مترادف ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ مسیح علیہ السلام کے بارہ کے بارہ شاگرد بنی اسرائیل سے تھے یعنی عیسیٰ علیہ السلام بھی صرف بنی اسرائیل کے نبی ہیں عالمگیر نہیں۔

① ﴿وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾ (الاعراف:۸۵)

''مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔''

② ﴿وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا﴾ (الاعراف:۶۵)

---

❶ متی، باب ۱۵ فقرہ ۲۴۔

❷ متی، باب ۱۰ فقرہ ۵۔۶۔

''عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو۔''

③ ﴿ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ﴾ (الاعراف:۷۳)

''ثمود کی طرف صالح کو۔''

④ ﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ ﴾ (الاعراف:۵۹)

''نوح کو ان کی قوم کی طرف۔''

حاصل کلام:

حاصل یہ کہ اللہ کے نبی سیّدنا و مولٰنا محمد النبی الامی ﷺ دنیا جہاں کے تمام جن و انس کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اگر کوئی اب بھی ایمان نہیں لاتا تو پھر حرمان خیر کے لیے فرمان نبوی ﷺ ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یَسْمَعُ بِیْ رَجُلٌ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ یَهُوْدِیٌّ وَلَا نَصْرَانِیٌّ ثُمَّ لَا یُؤْمِنُ بِیْ اِلَّا دَخَلَ النَّارَ.)) [1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت میں سے کوئی یہودی ہو یا نصرانی (عیسائی) وہ میری نبوت کے بارے میں سنے اور ایمان نہ لائے تو وہ جہنم میں جائے گا۔''

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب ایمان برسالة نبینا محمد ﷺ الی جمیع الناس ونسخ الملل مملته، رقم:۱۵۲.

2 ختم نبوت

آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور آپ ﷺ کی رسالت خاتمۃ الرسالات ہے۔

(۱)...... ختم و خاتم کا معنی ہے کسی چیز کو ڈھانپ دینا اس انداز سے کہ نہ تو اس سے کچھ نکلے نہ داخل ہو۔

(۲)...... ختم کسی چیز کے آخری حصہ یا انتہا کو بھی کہا جاتا ہے۔

تو پھر ختم نبوت کا معنی ہوا سلسلہ نبوت کی انتہاء و بندش۔ جیسا کہ کلام باری تعالیٰ میں ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ﴾ (الاحزاب: ٤٠)

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین (نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے) ہیں۔''

لب لباب یہ کہ خَاتَمْ اور خَتَمْ دونوں کا معنی ایک ہے۔ تفصیل درج ذیل کتب لغت میں دیکھی جاسکتی ہے۔ [1]

اور کلمہ ''النّبیین'' کا الف لام جنس کا ہے جو کہ جملہ انبیاء و رسل کو شامل ہے۔

پس کلام اللہ کی آیت اعلان کر رہی ہے کہ سیّدنا و مولنا محمد رسول اللہ النبی الامی ﷺ کے وجود سعید پر نبوت کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

---

[1] المحکم لابن سیدہ: ٥/٢٦۔ لسان العرب: ١٢/١٦٣۔ القاموس المحیط: ٢/١٥۔ تاج العروف للزبیدی: ٨/٢٦٦۔ المفردات، ص: ١٤٢۔ ١٤٣۔ والمنجد وغیرہ۔

یہ ایک عجیب پیش گوئی ہے اور اس کے اندر ایک عجیب طاقت منجانب اللہ موجود ہے۔

ایران کو دیکھو، وہاں ہزاروں سال تک متواتر سروش آسمانی کی آوازیں بیسیوں پاک سرشت بزرگوں کو سنائی دیتی رہیں۔

ہندوستان کا دعویٰ ہے کہ یہاں کروڑوں سال تک مہارشی ایسے ہوئے جن پر آکاس بانی کا پرکاش ہوتا رہا۔

بنی اسرائیل کے حالات پڑھو، جہاں ایک ایک وقت میں دو، دو، چار، چار نبی موجود پائے گئے۔

مصریوں چینیوں نے بھی سینکڑوں سال تک اپنے اندر نبوت و رسالت ہونے کے دعاوی کو بلند کیا۔

لیکن جب سے کلام اللہ میں آیت زیب عنوان ہوا ہے اور ختم نبوت کا فرمان سنا دیا گیا ہے اس وقت سے ان سب مذاہب و ادیان نے بھی اپنے اپنے دروازوں پر قفل ڈال دیے ہیں۔

مجوسی اب کیوں کسی شخص کو جائے اسپ وزرتشت کے اورنگ پر نہیں بٹھاتے۔ آریہ دت اب کیوں آکاش بانی کا ایک حرف بھی نہیں سنتا؟ بنی اسرائیل کیوں اپنی قوم اور اپنے ملک میں کسی کا نبی ہونا تسلیم نہیں کرتے؟

پیارے قارئین! یہ سب قدرت الٰہیہ کا روشن کارنامہ ہے۔ جس نے نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین بتانے کے بعد تمام دنیا کے جملہ مذاہب کے دماغوں اور طبیعتوں سے بھی یہ بات نکال دی ہے کہ خود ان کے مذہب کے اندر بھی کسی کو نبی، رسول، پیغمبر و اوتار کہا جائے۔ [1]

شریعت مطہرہ میں اس جزو ایمان کے ثبوت کے لیے پانچ قسم کے دلائل وارد ہوئے ہیں۔

(۱) آیات قرآنیہ (۲) احادیث صحیحہ وصریحہ (۳) تمثیلی احادیث (۴) نبی کریم ﷺ کے بعض اسماء، اقوال صحابہ اور (۵) آپ ﷺ کا اعلانِ ختم نبوت اور جھوٹے نبیوں سے ڈرانا۔

[1] رحمة اللعالمين :۸۱/۲۔ ۸۲.

(۱) آیات قرآنیہ:

زیب عنوان کے تحت ایک آیت اوپر گزر چکی ہے۔ اور دوسری یہ ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائدہ:۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''هذه اكبر نعم الله تعالى على هذه الامة حيث اكمل تعالى لهم دينهم فلا يحتاجون الى دين غيره ولا الى نبى غير نبيهم صلوت الله وسلامه عليه، ولهذا جعله الله تعالى خاتم الانبياء وبعثه الى الانس والجن.''[1]

''اس امت پر اللہ تعالیٰ کی یہ سب سے بڑی عظیم الشان نعمت ہے کہ اس نے ان کے لیے ان کے دین کو کامل اور مکمل کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء بنا کر قیامت تک کے جنوں اور انسانوں کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔''

(۲) احادیث صحیحہ وصریحہ:

اگر اس مضمون کی احادیث کو جمع کیا جائے تو اپنے مفہوم و مدعیٰ کے لحاظ سے یہ تواتر کی حد کو پہنچ جاتی ہیں۔ یعنی یہ عقیدہ اجماع امت کے ساتھ ساتھ متواتر احادیث سے بھی ثابت ہے۔ جو اس عقیدہ میں کوئی قدغن یا نقب لگانے کی کوشش کرے گا تو وہ جھوٹا نبی کہلائے گا یا پھر مرتد عن الاسلام ہوگا، اس میں کوئی تیسری راہ نہیں ہے۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ...... اَنْتَ

[1] تفسير ابن كثير: ٢/ ٤٦٥.

رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَخَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ.))❶

ایک لمبی حدیث جس میں قیامت کے دن کا تذکرہ ہے اور اس بات کا ذکر ہے کہ لوگ تمام رسولوں کے پاس جائیں گے کہ آپ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں تا کہ حساب شروع ہوجائے ہر نبی دوسرے نبی (علیہم السلام) کی طرف بھیجیں گے آخر کار لوگ نبی علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے۔ اے محمدؐ! آپؐ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں ﷺ۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَاِنَّهٗ لَا نَبِیَّ وَبَعْدِیْ.))❷

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے، جب کوئی نبی فوت ہوجاتے تو دوسرے نبی ان کے جانشین ہوجاتے مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔''

(۳) تمثیلی احادیث:

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِیْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَيَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَيَقُوْلُوْنَ: هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ؟ قَالَ: فَاَنَا اللَّبِنَةُ، وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ.))❸

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور

---

❶ صحيح بخاری، كتاب التفسير، باب ذرية من حملنا مع نوح......، رقم: ٤٧١٢.

❷ صحيح بخاری، كتاب احاديث الانبياء، باب ما ذكر عن بنی اسرائيل، رقم: ٣٤٥٥.

❸ صحيح بخاری، كتاب المناقب، باب خاتم النبيين، رقم: ٣٥٣٥.

مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل بنائی مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔ لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبصورتی پر اظہار حیرت کرتے تھے مگر کہتے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النّبیین ہوں۔''

یعنی میرے آنے کے بعد نبوت کی عمارت مکمل ہوچکی ہے، اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے جسے پُر کرنے کے لیے کوئی اور آئے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس مضمون کے ساتھ چار اسناد نقل کی ہیں اور ایک میں یہ الفاظ زائد ہیں: ((جِئْتُ فَخَتَمْتُ الْاَنْبِیَاءَ علیہم السلام)) ❶

''پس میں نے آکر سلسلہ نبوت ورسالت کو ختم کردیا۔''

(۴) اسماء النبی ﷺ واقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

((عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: اَنَا مُحَمَّدٌ، وَاَنَا اَحْمَدُ، وَاَنَا الْمَاحِيْ الَّذِيْ يُمْحٰى بِيَ الْكُفْرُ، وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى عَقِبِيْ وَاَنَا الْعَاقِبُ، وَالْعَاقِبُ الَّذِيْ عِيْسٰى بَعْدَهُ نَبِيٌّ.)) ❷

''حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی بھی ہوں اس لیے کہ میرے سبب اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا اور میرا نام حاشر بھی ہے لوگوں کو میرے نقش قدم پر اٹھایا جائے گا اور میرا نام عاقب بھی ہے اور عاقب سے مراد وہ شخص ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

❶ مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونه ﷺ خاتم النّبیین، رقم: ٢٢٨٦ و ٢٢٨٧.

❷ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائه ﷺ، رقم: ٢٣٥٤۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب فی اسماء رسول الله ﷺ ......، رقم: ٣٥٣٢.

پس آپ ﷺ عاقب ہیں یعنی سب سے پیچھے آنے والے، جملہ انبیاء کی اقتداء کو جمع کرنے والے، عدیم النظیر، عدیم المثال، آغاز نبوت کا انجام اور انجام رسالت کا اتمام۔

(۵) اقوال صحابہ:

((عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ أُنَاسًا كَانُوْا يُؤَاخَذُوْنَ بِالْوَحْيِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَإِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ.))[1]

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک لوگ عہد نبوی میں وحی کے ذریعے مواخذہ کیے جاتے تھے لیکن اب وحی منقطع ہو چکی ہے۔''

((قَالَ إِسْمَاعِيْلُ: قُلْتُ لِابْنِ أَبِيْ أَوْفٰى رَأَيْتَ إِبْرَاهِيْمَ بْنَ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ: مَاتَ صَغِيْرًا وَلَوْ قُضِيَ أَنْ يَكُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيٌّ عَاشَ ابْنُهُ وَلٰكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ.))[2]

''اسماعیل بن خالد الکوفی رحمہ اللہ (تابعین میں سے ہیں) کہتے ہیں: میں نے ابن ابی اوفی (یعنی عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ) سے دریافت کیا کہ آپ نے نبی علیہ السلام کے فرزند ابراہیم کو دیکھا تھا؟ (اسماعیل کہتے ہیں کہ مجھے جواباً انہوں نے) کہا: وہ بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے اگر یہ فیصلہ کیا جاتا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوگا تو آپ ﷺ کے فرزند زندہ رہتے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جب نبی کریم ﷺ کو آخری غسل دے رہے تھے تو اپنی زبان سے یوں فرما رہے تھے:

''بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا يَنْقَطِعُ بِمَوْتِ

[1] صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب الشهداء العدول، رقم: ۲٦٤١.

[2] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من سمی باسماء الانبیاء، رقم: ٦١٩٤.

غَيْرِك مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْنَّبَاءِ وَاَخْبَارِ السَّمَاءِ."❶

''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں حضور ﷺ کی موت سے وہ چیز ختم ہوگئی جو اور کسی شخص کی موت سے ختم نہ ہوئی تھی۔ یعنی نبوت اور اخبار غیب اور آسمان سے خبروں کا آنا اب ختم ہوگیا۔''

(۶) آپ ﷺ کا اعلان نبوت اور جھوٹے نبیوں سے ڈرانا:

آپ صادق المصدوق ﷺ نے جہاں اعلان ختم نبوت فرمایا وہاں اپنی حیاتِ مبارکہ ہی میں پیشین گوئی فرما دی تھی کہ میرے بعد قیامت تک تقریباً تیس ۳۰ جھوٹے دجال، کذاب پیدا ہوں گے اور ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيْمَتَانِ تَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ، دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ، وَحَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبٌ مِنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللهِ...... الخ.))❷

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی کہ جب تک دو گروہ آپس میں نہ لڑیں۔ دونوں میں بڑی جنگ ہوگی اور دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب جھوٹے دجال ظاہر نہ ہوں (یعنی) ان میں سے ہر ایک یہی دعویٰ کرے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔''

اب بھی اگر کسی نے ایسا دعویٰ کیا یا کرے گا جو بھی اس دیوار کو پھاندنے کی کوشش کرتا ہے وہ ان تیس (یا بعض روایات کے مطابق کم وبیش) افراد میں داخل ہوگا۔

---

❶ نهج البلاغه، ص: ۲۰۵، چهاپه مطبع دار السلطنت تبریز ۱۲۲۷ھ بحواله رحمة العالمین: ۳/ ۸۵.

❷ صحیح بخاری، کتاب الفتن، رقم: ۷۱۲۱۔ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب اذ تواجه المسلمان بسیفیهما، رقم: ۷۳٤۲.

③ آپ ﷺ کی نبوت تمام شریعتوں کی ناسخ ہے

آپ ﷺ کی نبوت و رسالت گزشتہ تمام شریعتوں کی ناسخ ہے۔ اسلامی ادب کا یہ دعویٰ ہے کہ پیغمبر اسلام آخری پیغمبر اور کتاب اسلام آخری کتاب اور امت محمد ﷺ (یعنی امت اسلام) آخری امت، قرآن زندوں کے لیے رہنما ہے کتب سابقہ کا نگران، نگہبان و محافظ ہے پچھلی غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے اور آگے قیامت تک کے لیے دستور العمل و نظام حیات وضع کرتا اور تمام جنوں انسانوں تمام مذاہب تمام اقوام کو پیغام دعوت میں شریک کرتا ہے۔ اور خود پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں: میں ہر کالے، گورے، عربی اور عجمی کے لیے رہبر و رسول بن کر آیا ہوں اور تمام اس شریعت میں شریک ہی نہیں بلکہ کسی کو کسی پر اجارہ داری وتفوق کا حق حاصل نہیں۔

لہٰذا اب پچھلی شریعتیں منسوخ ہیں اور میری شریعت کے بعد قیامت تک کسی اور شریعت و نظام دستور العمل راہ نجات کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے کچھ دلائل تو پیچھے عنوان ''عالمگیر نبی کریم ﷺ'' کے تحت دیئے جاچکے ہیں، کچھ اس اجمال کی مزید توضیح آگے چند مراحل میں نذر قارئین ہے۔

① نسخ شرائع پر قرآنی دلائل۔

② احادیث رسول ﷺ۔

③ سابقہ کتب اور انبیاء سابقین علیہم السلام کی دعوت۔

(۱) نسخ شرائع پر قرآنی دلائل:

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ

جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ ﴾ (آل عمران:۸۱)

''اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب اللہ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا کہ اگر میں تمہیں کتاب وحکمت عطا کروں پھر کوئی ایسا رسول آئے جو اس کتاب کی تصدیق کرتا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ اللہ نے (یہ حکم دے کر نبیوں سے) پوچھا؟ کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو اور میرے اس عہد کی ذمہ داری قبول کرتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں تو اللہ نے فرمایا: تو اب تم اس بات پر گواہ رہو اور میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔''

دعوی عموم اور خطاب عموم:

سابقہ کتب میں سے کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں یہ دعویٰ ہو کہ یہ تمام جہاں والوں کے لیے اور کہیں بھی تمام اولاد آدم کو خطاب نہیں کیا گیا، بلکہ تورات وانجیل تو بار بار کہتی ہیں بنی اسرائیل کا خدا: اے بنی اسرائیل، جبکہ قرآن نے کہا:

﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۰﴾ ﴾ (الانعام:۹۰)

﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ ﴾ (یوسف:۱۰۴،ص:۸۷)

﴿ وَ مَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۲﴾ ﴾ (القلم:۵۲)

ان تینوں آیات میں تینوں مقامات پر قرآن کریم کو تمام جہانوں کے لیے نصیحت قرار دیا گیا ہے۔

﴿ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾ (الاعراف:۳۱)

اس آیت کریمہ میں پوری اولاد آدم کو خطاب کیا گیا ہے۔

مزید برآں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو حکم دیتے ہیں کہ:

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (الاعراف:۱۵۸)

''آپؐ دنیا والوں کو بتا دیجیے آپؐ اللہ کے رسول ہیں (چاہے ان کا تعلق کسی بھی نسل، برادری یا مذہب سے ہو)۔''

ایک اہم بات:

وہ یہ کہ ہر نبی اور رسول نے اپنے بعد آنے والے ایک نبی کی خوشخبری دی ہے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب یہ دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام نے آ کر بتایا کہ میں تورات کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ جبکہ نبی علیہ السلام نے علی الاعلان یہودیوں اور عیسائیوں، مجوسیوں اور مشرکین کو دعوت اسلام دی ہے کہ سب اپنے اپنے دین چھوڑ کر خالص دین اللہ الاسلام اپنا لو۔ جس کی واضح نشان دہی احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۲) احادیث سے نسخ شرائع سابقہ کے دلائل:

((عن ابی هريرة عن رسول الله ﷺ اَنَّهُ قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٌ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِيْ اَحَدُ مِنْ هَذِهِ الْاُمَّةِ يَهُوْدِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهِ اِلَّا كَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ.))[1]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت میں کوئی بھی یہودی یا عیسائی میرے متعلق سن لیتا ہے اور اس کے بعد اس اپنی سابقہ شریعت کو چھوڑ کر میری اس شریعت پر ایمان نہیں لاتا اور اس بے ایمانی کی حالت میں مرجاتا ہے تو وہ

[1] صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب وجوب الايمان برسالة نبينا ﷺ الى جميع الناس ونسخ الملل بملته، رقم: ٢٤٠.

جہنم میں جائے گا۔''

((عن ابی بردۃ بن ابی موسی عن ابیہ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ثَلَاثَۃٌ یُؤْتُوْنَ اَجْرَھُمْ مَرَّتَیْنِ: رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ آمَنَ بِنَبِیِّہٖ وَاَدْرَکَ النَّبِیَّ ﷺ فَآمَنَ بِہٖ وَاتَّبَعَہُ وَصَدَّقَہُ فَلَہُ اَجْرَانِ.)) ❶

''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں جن کے لیے دوہرا اجر ہے۔ ایک وہ شخص جو اہل کتاب (تورات و انجیل وغیرہ کو ماننے والوں) میں سے اپنے نبی علیہ السلام پر ایمان لایا اور پھر نبی ﷺ کے زمانہ نبوت کو پالیتا ہے اور پھر آپ ﷺ پر ایمان لاتا ہے آپ ﷺ کی اتباع کرتا ہے اور آپ ﷺ کی تصدیق کرتا ہے تو اس کے لیے دھرا اجر ہے۔''

اس حدیث میں ایمان کے ساتھ ساتھ دو اور چیزوں کی بھی تاکید کی گئی ہے۔

(۱) اتباع:...... آپ ﷺ کی سنن وطریقہ کو اختیار کرنا۔

(۲) تصدیق:...... آپ کی نبوت کی اور جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں (یعنی قرآن و حدیث میں موجود ہر چیز کی) تصدیق کرنا۔

اسی طرح نزول عیسیٰ علیہ السلام کی تمام احادیث بھی اس مضمون پر دال ہیں۔

(۳) سابقہ کتب سے شریعت محمد ﷺ کے ناسخ ہونے کے دلائل:

اس بحث میں پہلی اصولی بات تو یہی ہے کہ سابقہ پیغمبروں میں سے آخری پیغمبر سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وہ اپنی شریعت ودعوت کے متعلق یوں گویا ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کا قول:

''یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔'' (متی باب ۵، فقرہ ۱۷)

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۲٤۱.

’’پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم نہیں ہے۔‘‘ (متی باب ۷، آیت ۱۲)

موسیٰ علیہ السلام کا قول:

کتاب استثناء باب ۳۲ فقرہ ۴ میں ہے:

’’موسیٰ نے ہم کو ایک شریعت کی وصیت فرمائی جو کہ یعقوب علیہ السلام کی جماعت کی میراث ہو۔‘‘ (باب ۳۲، فقرہ ۴)

اپنے بعد آنے والے پیغمبر علیہم السلام کی خوشخبری

① موسیٰ علیہ السلام کا فرمان:

’’خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی سننا تیری درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن خواب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی پھر آواز سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تا کہ میں مر نہ جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔‘‘

(کتاب استثناء، باب ۱۸، فقرہ ۱۵)

② قول عیسیٰ علیہ السلام:

’’لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔‘‘ (یوحنا باب ۱۶، فقرہ ۷ تا ۱۶)

اس کے علاوہ متی باب ۲۱ فقرہ ۳۳ تا ۴۶ یوحنا باب ۱۴ فقرہ ۱۵ تا ۱۷ وفقرہ ۲۵ تا ۳۰

و باب ۱۵ فقرہ ۲۵ و ۲۶ میں بھی آنے والے نبی کی خوشخبری موجود ہے۔

اسی کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ﴾ (الاعراف:۱۵۷)

''(پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) جو اس پیغمبر، نبی امی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔''

اس کی وضاحت یوں فرمائی:

﴿وَ اِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ﴾ (الصف:٦)

''اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا کہ اے اسرائیل کے بیٹو میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں میں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام بڑی تعریف والا ہوگا۔''

قرآن مجید اور سابقہ کتب کی مذکورہ پیش گوئیوں اور عبارات سے مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

① انبیاء بنی اسرائیل نسلی انبیاء تھے۔

② ان کی شریعتیں بھی اسی نسل کے لیے تھیں۔

③ ہر ایک نے کہا ایک نبی میرے بعد آئے گا۔ یعنی ابھی شریعت الٰہیہ کی تکمیل ہونا باقی ہے۔

④ ان میں سے کوئی بھی شریعت و کتاب آفاقی نہیں تھی اور نہ ہی دائمی تھی۔

لہٰذا انسانیت کے لیے ایک ایسی شریعت کی ضرورت تھی جو آفاقی بھی ہو اور دائمی بھی، مرورِ زمانہ سے ہم آہنگ بھی سو وہ شریعت شریعتِ محمدیہ ﷺ ہے۔

غلط فہمی کا ازالہ:

اگر کوئی یہ کہے کہ ویدھ مت (ہندومت) اور بدھ مت وغیرہ تو آفاقی مذاہب ہو سکتے تھے۔ مگر نہیں ان میں بھی یہ صلاحیت نہیں تھی کیونکہ بدھ مت کی صدہا سالہ تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ انہوں نے اپنے عروج میں بھی ہندوجاتی کے علاوہ کسی دوسری قوم کو اپنے دین کی دعوت نہیں دی اور کسی غیر مذہب اسرائیلی، بابلی، مصری، حجازی، مغربی وغیرہ کے ماننے والے کو اپنے دین میں داخل نہیں کیا۔ تاریخ کی یہ زبردست شہادت بدھ ازم کو محدود رقبہ محدود قوم کے لیے خاص بتارہی ہے۔

ہندو مذہب:

ہندو مذہب پر بھی برہمن کی اجارہ داری ہے کوئی کھتری برہمن کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا کوئی شودر مندر نہیں جاسکتا کسی ویش کو وید سمرتی پڑھنے کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ ہی اس نے اپنے زمانہ عروج مہابھارت کی جنگ سے قبل کسی کو اپنے مذہب میں داخل کیا اور نہ ہی غیر قوموں میں اس کی تبلیغ کی۔

حیرت انگیز بات:

اگر تاریخ کے دریچوں میں دور تک جھانکا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شریعت موسوی کا امام کبھی کسی غیر اسرائیلی کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ روما کے کلیسا نے پطرس کا جانشین کبھی کسی غیر یورپین کو تسلیم نہیں کیا اور ایشیائی نسل کا کوئی شخص کبھی پوپ نہیں بنایا گیا۔

ہندو قوم میں کبھی کوئی یہودی یا عیسائی یا مغربی نسل کا شخص رشی مہارشی، بلکہ کسی مندر کا پجاری نہیں بنایا گیا۔ [1]

جبکہ اسلام نے کہا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ (الحجرات:۱۰)

---

[1] رحمۃ للعالمین، از قاضی سلیمان منصور پوری، ۳/ ۷۸۔

''مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

ابھی مزید فیضان رحمت دیکھیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((یَاَیُّهَا النَّاسُ، اَلَا اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ، وَاِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ، اَلَا لَاَفْضَلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی اَعْجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ، وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ وَلَا اَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی.)) [1]

''اے لوگو! خبردار تم سب کا ربّ ایک ہے تم سب کا باپ (آدم) ایک ہے خبردار کسی عرب کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں۔ ہاں فضیلت و افضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔''

ہاں تو ایسا ہی مذہب و قانون، دستور العمل، نظام حیات و دستور زندگی دائمی ہوسکتا ہے جس کا ربّ، رب العالمین، نبی، رحمۃ للعالمین، کتاب، ہدایت و ذکر للعالمین، اور کعبہ، مبارکا و ہدی للعالمین یعنی تمام کائنات کے لیے برکت و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ جس میں ہر ایک کو برابر کا حق ملے برابر کی عزت ملے، برابر کا احترام ملے، جس میں عمومی و دائمی اور آفاقی ہو نہ کہ نسلی علاقائی اور رنگوں کے ساتھ جڑے ہوئے ہوں۔

آپ ﷺ نے رسالت پہنچانے کا حق ادا فرمادیا:

آپ ﷺ نے کما حقہٗ رسالت کا فریضہ انجام دیا اور امت کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، بلکہ امت کو واضح دین پر چھوڑا جس کی رات دن کی طرح روشن ہے۔

ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کو جو اللہ ربّ العزت نے ذمہ داریاں سونپی تھیں، آپ نے اُسے احسن انداز میں ادا فرمایا۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ ﴾ (المائدہ:٦٧)

''اے رسول! جو کچھ آپؐ کے ربّ کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا ہے اسے

[1] مسند احمد ٥ / ٤١١، رقم: ٢٣٤٨٩۔ شیخ شعیب نے اسے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔

لوگوں تک پہنچا دیے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اللہ کا پیغام پہنچانے کا حق ادا نہ کیا اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے اسے بغیر کسی ملامت گر کی ملامت کے پہنچایا اور پہنچانے میں بڑی محنت کی، رب تعالیٰ خود فرماتا ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝﴾ (الکهف:٦)

''آپ شاید ان کافروں کے پیچھے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے اس غم سے کہ یہ لوگ اس قرآن پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی توصیف اس انداز میں فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (التوبه:١٢٨)

''اے لوگو! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اسے گراں گزرتی ہے وہ (تمہاری فلاح و ہدایت کا) حریص ہے مومنوں پر نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔''

احتیاط:

اللہ کی طرف سے سند مل جانا کافی تھا کہ آپ مطمئن ہو جاتے لیکن آپ ﷺ نے کمال احتیاط کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اس موقعہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کے متعلق سوال فرمایا:

((عن عائشة رضی اللہ عنہا قَالَتْ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ...... اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ! هَلْ بَلَّغْتُ))[1]

[1] صحيح مسلم، كتاب الكسوف، باب صلاة الكسوف، رقم: ٩٠١.

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صلاۃ الکسوف کا لمبا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اس کے بعد آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا: اے اللہ! میں نے یقینا تیرا پیغام پہنچا دیا۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کا پورا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ خطبہ دینے کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''وَاَنْتُمْ تُسْئَلُوْنَ عَنِّیْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ؟ قَالُوْا: نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ، فَقَالَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَابَةُ يَرْفَعُهَا اِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا اِلَى النَّاسَ اَللّٰهُمَّ! اشْهَدْ، اَللّٰهُمَّ! اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.''[1]

''لوگو! قیامت کے دن تم سے میرے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ مجھے ذرا بتاؤ تم کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا: ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے رسالت ونبوت کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے خوب نصیحت وخیر خواہی بھی کی۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا۔ نبی کریم ﷺ اپنی انگلی مبارک اٹھاتے تھے اور اس کو لوگوں کی طرف جھکاتے تھے (اور ساتھ ساتھ فرماتے) اے اللہ! سن لے تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں اے اللہ گواہ رہنا یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ دہرایا۔''

اعتقاد صحابہ رضی اللہ عنہم:

((عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ كَتَمَ شَيْئًا

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ، رقم: ۱۲۱۸۔ مسند احمد: ۲/ ۳۲۰۔ سنن ابوداؤد، کتاب المناسك، باب صفة حج النبی ﷺ، رقم: ۱۹۰۷، ۱۹۰۸.

مِمَّا اَنْزَلَ اِلَيْهِ فَقَدْ كَذَبَ.))[1]

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جو شخص یہ گمان کرے کہ نبی کریم ﷺ نے اس چیز میں سے کچھ چھپالیا جو آپ ﷺ پر نازل کی گئی تو اس نے یقینا جھوٹ کہا۔''

شاہراہ مصفا:

جس شاہراہ پر نبی علیہ الصلاۃ والسلام ہمیں چھوڑ کر گئے ہیں، اس شاہراہ مصفا کے بارے میں خود ارشاد فرمایا:

((عن عرباض بن سارية...... قَالَ: قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءَ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا وَلَا يَزِيْغُ عَنْهَا بَعْدِيْ اِلَّا هَالِكٌ.))[2]

''حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں روشن شریعت پر چھوڑ رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، میرے بعد وہی شخص گمراہی و کج روی اختیار کرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے۔''

یعنی یہ ایسا راستہ ہے جس میں کوئی شک و شبہ دھندلاہٹ اور کسی قسم کی بھی ملاوٹ نہیں ہے بلکہ پاک صاف اور دن کی طرح روشن اور آفتاب کی طرح چمک دار ہے اس پر چل کر ہی انسان ہدایت یافتہ ہوسکتا ہے۔ ہاں وہ شخص جو فتنوں سے جھانکنے لگے اور ادھر ادھر متوجہ ہونے لگے اور واضح راستہ کو چھوڑ کر شیطان کے پیچھے چل پڑے تو وہ گمراہ ہو جائے گا۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب یایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك، رقم :٤٦١٢.

[2] سنن ابن ماجه، مقدمه، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين، رقم :٤٣۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ٩٣٧.

نواقض ایمان بالرسول

یہ بات ذہن میں رہے کہ "تُعْرَفُ الْاَشْيَاءُ بِاَضْدَادِهَا" "کہ ہر چیز اپنی ضد اور نقیض ومخالف سے پہچانی جاتی ہے" اسی طرح مذکورہ باتیں ایمان کا حصہ ہیں اگر معاملہ اس کے برعکس ہوجائے تو یہ سب بھی نواقض ایمان کہلائیں گی۔

لہٰذا ایمان بالرسول کے تحت ان تمام افعال واعمال سے بچنا ضروری ہے جو آپ ﷺ پر ایمان کی نفی کریں ہم ان افعال واعمال کو "نواقضِ ایمان بالرسول" کا نام دے سکتے ہیں، یہ دو قسم پر ہیں: پھر ان کی آگے کئی قسمیں ہیں جن میں سے ہم فقط سات کا ذکر کرتے ہیں:

① آپ ﷺ کی شخصیت میں طعن کرنا۔

② آپ ﷺ کی شریعت میں طعن کرنا۔

③ رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے اعراض کرنا۔

④ آپ ﷺ کی احادیث میں شک کرنا۔

⑤ آپ ﷺ کی حدیث کی تکذیب کرنا۔

⑥ آپ ﷺ کے حکم کے آگے تکبر کرنا۔

⑦ آپ ﷺ کے حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہنا۔

{1} آپ ﷺ کی شخصیت میں طعن کرنا:

جو آدمی ایمان لانے کے بعد آپ ﷺ کی ذات بارے کسی گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے یا آپ ﷺ کی عفت و پاکدامنی اور عقل ودانش پر حرف گیری کا ارتکاب کرتا ہے یا آپ ﷺ کو گالی دینے جیسے بُرے فعل میں ملوث ہوتا ہے یا آپ کے نسب وحسب اور دین داری میں

کوئی عیب نکالتا ہے یا آپ ﷺ سے بغض وعناد رکھتا ہے اس کا دل ایمان بالرسول سے خالی ہوجاتا ہے، یادرہے کہ کوئی آدمی چاہے یہ کام ہنسی مذاق میں کرے یا قصد وارادہ سے! اس شخص کو شاتم رسول اللہ ﷺ کہا جاتا ہے، ایسا کرنے والا بالاتفاق کافر ہوجاتا ہے اور قابل گردن زنی ہے اور اگر وہ مسلمان نہیں ہے تو بھی اس کو یہی سزا دی جائے گی، اب آیئے تھوڑا سا اس جرم کا پس منظر دیکھ لیتے ہیں۔ اس فعل شنیع کی ابتدا تو انسانیت کی تخلیق کے ساتھ ہی انسانیت وامن وسکون کے دشمن شیطان مردود نے کردی تھی کہ وہ آدم علیہ السلام کو اپنے آپ سے کمتر سمجھ بیٹھا اور تکبر ونخوت کے ساتھ یہ نعرہ بلند کیا۔

﴿قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝۱۲﴾

(الاعراف:۱۲)

”کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں (میں اس کو کیوں سجدہ کروں؟ اے اللہ!) تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو تو نے تو مٹی سے پیدا کیا ہے۔“

اسی بات کو ربّ تعالیٰ نے سورہ ص آیہ ۷۶ میں بھی ذکر فرمایا ہے اس کے بعد قوم نوح وابراہیم اور موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام سے ہوتا ہوا یہ فعل بد مشرکین مکہ اور یہود تک آن پہنچا اور ایران کے خسرور پرویز دوم کے حصے میں بھی یہ بدبختی آئی کہ اس نے آپ ﷺ کے نامہ مبارک کو چاک کرکے غضب الٰہی کو دعوت دی۔

پھر وقت اپنی سی رفتار کے ساتھ چلتا رہا اور چلتے چلتے جب ۲۳۴ھ ۸۵۰ء میں کچھ ہمت کے ہارے ہوئے احساس کمتری میں مبتلا اور جھوٹی شہرت کو محبوب رکھنے والے تنگ نظر و کم ظرف شخص پادری یولوجیس نے اس کو امیر عبدالرحمن الاوسط کے دور حکومت میں تحریک کی شکل دے ڈالی۔

ایک عیسائی مصنف پروفیسر رابن ہارٹ ڈوزی اس کے ذاتی کردار کے بارے میں لکھتا ہے۔ یہ (بدبخت) جب بھی کوئی مہوش اور پری جمال چہرہ دیکھتا، اس کی زلفِ پُر پیچ کا اسیر ہوکر رہ جاتا۔ راہبات کی خانقاہوں کا جاکر معائنہ کرنے میں اس کو خاص لطف حاصل ہوتا تھا۔

یہ دل کے ہاتھوں اتنا مجبور تھا کہ اپنی ایک محبوبہ فلورا (جو کہ گستاخی رسول ﷺ کی پاداش میں کوڑے کھا چکی تھی) کو خط لکھتے ہوئے یوں رقم طراز ہے:

''ایک زمانہ تھا کہ تم اپنی مجروح گردن، جس پر تازیانے کے نشان تھے، مجھے دکھانے کی عزت بخشتی تھی۔ افسوس! اس وقت وہ خوبصورت لمبے لمبے بال، جن میں حسین گردن چھپی رہتی تھی موجود نہ تھے...... نرمی سے میں نے اپنا ہاتھ تمہارے زخموں پر رکھا۔ اے کاش! مجھ کو یہ مسرت نصیب ہوتی کہ ایک بوسے سے ان زخموں کو اچھا کر دیتا۔ مگر ہمت نہ پڑی جس وقت تم سے رخصت ہوا تو زمین پر میرے قدم اس طرح پڑتے تھے جیسے کوئی خواب میں چلتا ہو اور میری آہوں کا یہ حال تھا کہ بند ہونا نہ جانتی تھیں۔''[1]

اور جن لوگوں نے اس تحریک میں حصہ لیا ان کے بارے میں لین پول لکھتا ہے:

''ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مسیحی شہداء راہ راست سے بھٹکے ہوئے تھے۔ بے شک انہوں نے اپنی عزیز جانیں مفت میں ضائع کیں اور انہوں نے جو کچھ کیا، فی الجملہ برا کیا۔''[2]

یہ انہوں نے برا اس لیے کیا کہا کہ وہ جانتے تھے کہ جہاں جہاں بھی مسلمانوں کی حکومت رہی ہے، وہاں شاتم انبیاء علیہم السلام کو سزائے موت بطور حد دینے کا قانون ملک کے قانون عام کے طور پر نافذ رہا ہے، چنانچہ حجاز، شام، عراق، مصر، سوڈان، مراکش، اسپین، ترکی، سمرقند، بخارا، ایران، افغانستان اور ہندوستان میں بھی جب تک اسلامی قانون نافذ رہا، شاتم رسول کو سزائے موت بطور حد دی جاتی رہی اور کسی مسلک و مذہب یا مکتبہ فکر کے گروہ یا جماعت نے اس سے اختلاف تک نہیں کیا اور اسی پر یہ مذہب جمہور چلا آ رہا ہے۔ اسی لیے دیگر پیروانِ

[1] کیمبرج میڈیول ہسٹری ج ۳، ص ۴۱۶۔۴۱۷ ول ڈیوراں عہد مذہب ص ۳۰۰ و ۳۰۱ و ر ابن ہارٹ ڈوزی ہسپانوی اسلام ص ۲۶۸ منقول از ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت۔

[2] منقول از ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت۔

مذاہب و ادیان نے بھی اس کی مخالفت نہ کی کیونکہ قرآن اور اسلام کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ تمام انبیاء اور پیغمبران مذاہب میں کوئی فرق و امتیاز نہیں، البتہ فضیلت اور اتمام نعمت کا معاملہ اور ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝﴾ (البقرہ:۲۸۵)

''رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف نازل کی گئی ہے اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ﴾ (البقرہ:۲۵۳)

''یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اور بعض کے درجے بلند کیے ہیں اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزات عطاء فرمائے اور روح القدس (جبریل علیہ السلام کے ذریعے) سے ان کی تائید کی۔''

اس سے تھوڑا اور آگے دیکھیں تو ہمیں یہ بات بھی ملے گی کہ اسلام تو اس بارے میں اتنا حساس ہے کہ جن کو تم معبود نہیں مانتے اور وہ تمہارے نزدیک معزز و محترم نہیں ہیں۔
لیکن انسانی معاشرے کے کچھ افراد ان کو معزز و محترم یا معبود جانتے ہیں تو ان کے

بارے میں بھی زبان پر تحقیر و تذلیل کے الفاظ نہ لاؤ تاکہ معاشرے میں تناؤ پیدا نہ ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾

(الانعام:۱۰۸)

''اے مسلمانو! یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالی نہ دو، ورنہ یہ لوگ جہالت کی وجہ سے چڑ کر اللہ کو گالی دیں گے۔''

اور نبی کریم ﷺ نے ایک عام قاعدہ و قانون مقرر فرما دیا ہے۔

((اَنْزِلُوْا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ.)) [1]

''ہر انسان سے اس کی قدر و منزلت کے مطابق برتاؤ کرو۔''

اور اسلام سب و شتم کو نفاق کی علامت بتلاتا ہے یعنی اسلام میں یہ ایک گھٹیا حرکت تصور کی جاتی ہے۔ لہٰذا اگر اب بھی کوئی شخص اس طرح کا کوئی کام کرتا ہے تو وہ اس لائق نہیں کہ انبیاء علیہم السلام جیسی پاکباز ہستیوں کو سب و شتم کرنے کے باوجود اس زمین پر چلے پھرے۔

یہ قانون کوئی انوکھا نہیں بلکہ بعثت نبوی ﷺ سے قبل موسوی قانون کے تحت قبل مسیح (علیہ السلام) کے انبیاء کی اہانت اور تورات کی بے حرمتی کی سزا سنگسار مقرر تھی آپ رومن امپائر کے شہنشاہ جسٹینسن کے دورِ حکومت کو دیکھیں جب وہ یہودی تھا تو یہ سزا قائم رہی لیکن جب اس نے دین مسیح قبول کر لیا تو قانون موسوی کو منسوخ کر کے انبیاء بنی اسرائیل کی بجائے صرف یسوع مسیح علیہ السلام کی توہین اور انجیل کی تعلیمات سے انحراف کی سزا سزائے موت مقرر کی گئی۔ اس دور سے قانون توہین مسیح علیہ السلام سارے یورپ کی سلطنتوں کا قانون بن گیا۔ روس اور سکاٹ لینڈ میں اٹھارویں صدی تک اس جرم کی سزا سزائے موت ہی دی جاتی رہی ہے۔ [2]

جب روس میں بالشویک انقلاب کے بعد کمیونسٹ حکومت برسر اقتدار آئی تو سب سے

---

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلهم، ٤٨٤٢.

[2] انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا ج ۱۱، ص ۷۴۰ بحوالہ ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت ص ۲۹۳۔

پہلے اس نے دین و مذہب کو سیاست و ریاست سے نکال باہر کیا لیکن سزائے موت برقرار رہی لیکن اہانت مسیح کی وجہ سے نہیں بلکہ اشتراکی امپائر کے سربراہ کی توہین کی وجہ سے جس کی سائبریا کے بیگار کیمپ اب بھی گواہی دیتے ہیں۔ رابنسن کے قریبی ساتھی ٹراٹسکی کی خونچکاں موت رونگٹے کھڑے کر دینے کے لیے کافی ہے۔

آپ ﷺ کی ذات میں طعن کفر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ﴾ (التوبہ: ٦٥۔٦٦)

''اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے کہہ دیجیے! کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لیے رہ گئے ہیں؟ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ ان آیات کے شان نزول کے بارے میں نقل فرماتے ہیں:

''بہت سارے اہل علم سے مروی ہے جن میں سے ابن عمر، محمد بن کعب، زید بن اسلم، اور قتادہ ہیں کہ منافقوں میں سے ایک آدمی نے غزوہ تبوک کے موقع پر کہا: میں نے ان قاریوں سے بڑھ کر کھانے کی طرف رغبت کرنے والا دیکھا اور نہ ان سے زیادہ جھوٹی زبانوں والا، اور ملاقات کے وقت ان سے زیادہ بخیل (یعنی رسول اللہ ﷺ کے قاصد اور آپ کے قراء صحابہ جیسا) تو حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ تو منافق ہے۔ میں ضرور اس کی خبر نبی ﷺ کو دوں گا، حضرت عوف رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس خبر دینے گئے تو قرآن مجید ان کے جانے سے پہلے ہی نازل ہو چکا تھا، پس وہ آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور وہ اونٹنی پر سوار تھا۔ اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہم تو سفر طے کرنے

کے لیے کھیل رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار کو پکڑے ہوئے تھا اور پتھروں سے ٹھوکریں کھاتا ہوا جا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ہم تو صرف ہنسی مذاق کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ اس سے کہہ رہے تھے کہ: کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرتے تھے؟ نہ آپ ﷺ اس کی طرف دیکھتے تھے، اور نہ ہی اس سے زیادہ کوئی بات کہتے تھے۔'' ❶

ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام میں سے اہل علم کے متعلق نازیبا الفاظ کہے اگرچہ اپنی طرف سے یہ وضاحت بھی کرتے رہے کہ ہم تو صرف وقت گذاری کے لیے باتیں کر رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ﴿قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ جیسے سخت الفاظ سے خطاب کیا ہے۔ اسی طرح جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر طعن کرتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا مزید ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝﴾ (الاحزاب:٥٧)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار ہے۔''

ایک اور جگہ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝﴾ (الانبیاء:٣٦)

''اور جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں تو پس مذاق ہی اڑاتے ہیں (کہتے ہیں) کیا یہ وہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے جبکہ وہ خود رحمن کے ذکر کے منکر ہیں۔''

---

❶ تفسیر ابن کثیر: ٢/ ٣٦٧.

لہٰذا آپ ﷺ کی ذات بارے طعن وتشنیع کرنا، عیب جوئی اور نقص کا اعتقاد رکھنا نواقضِ ایمان بالرسول ﷺ سے ہے۔

سابقہ انبیاء کی ذات وشریعت میں طعن:

طعن فی الرسول کے بارے میں قرآن میں پانچ قسم کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں "سَخَرْ، طعن، استھزاء، ھزوا اور لعب" ان سب کا نتیجہ شریعت میں ایمان سے خالی ہوجانا، آخرت میں عذاب کا مستحق ہونا اور دنیا میں اگر توبہ نہ کی تو سزائے موت کا مستحق ہونا ہے۔ اور یہ مرض صرف اس امت میں نہیں ہے بلکہ یہ مرض اس سے پہلی امتوں میں بھی موجود تھا اور وہ اس کے سبب اپنے انجام کو پہنچ گئیں۔ اس بحث کو حسبِ ذیل ہم نے چند عنوانات کے تحت بیان کیا ہے۔

سابقہ انبیاء کا مذاق اڑانا:

جس طرح قوم نوح علیہ السلام کے بارے میں قرآن بیان کرتا ہے کہ جب نوح علیہ السلام حکم الٰہی کو بجالاتے ہوئے کشتی بنارہے تھے تو قوم کے افراد کا رویہ کچھ اس طرح کا تھا۔

﴿وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ﴿٣٨﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٩﴾﴾ (هود:۳۸تا۳۹)

"نوح (علیہ السلام) نے کشتی بنانا شروع کی تو جب بھی اس کی قوم کے سردار وہاں سے گزرتے تو اس کا مذاق اڑاتے (تمسخر وٹھٹھا کرتے) نوح (علیہ السلام) نے کہا اگر (آج) تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم بھی (ایک دن تمہارا ایسے ہی مذاق اڑائیں گے تمہیں جلد ہی معلوم ہوجائے گا کہ کون ہے جس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کردے اور کس پر دائمی عذاب نازل ہوتا ہے۔"

ان آیات سے یہ بات بالکل واضح وروز روشن کی طرح سامنے آرہی ہے کہ اس قوم پر

عذاب (۱) نوح علیہ السلام کا مذاق اڑانے کی وجہ سے آیا۔ (۲) یہ عذاب دنیا کی رسوائی اور آخرت کی بربادی کی صورت میں ظاہر ہوا۔

قوم نوح کا انجام اور سبب عذاب:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴾ (الاعراف:٦٤)

’’پھر بھی ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی تو ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے بچا لیا اور ہم نے ان لوگوں کو جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے غرق کر دیا بے شک وہ ایک اندھی قوم تھی۔‘‘

سورہ اعراف ہی کی دوسری آیت میں یوں وارد ہوا ہے:

﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾(الاعراف:٧٢)

’’پھر ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور مؤمن نہ تھے ہم نے ان کی جڑ کاٹ ڈالی۔‘‘

اسی طرح اہل سدوم نے سیّدنا لوط علیہ السلام اور دیگر مومنوں کا مذاق اڑایا، جس کو قرآن نے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا۔

﴿وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴾ (الاعراف:٨٢)

’’اور ان کی قوم کے پاس اس کا کچھ جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان کو اپنے شہر سے نکال دو یہ لوگ بہت ہی پاکباز بنتے ہیں۔‘‘

قوم لوط کا انجام:

اس طعن و تشنیع کی مرتکب قوم کا انجام رب تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٧٤﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿٧٥﴾ وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿٧٦﴾﴾ (الحجر:۷۳تا۷۶)

''تو آفتاب نکلنے کے بعد ایک چیخ نے انہیں پکڑ لیا۔ پھر ہم نے انہیں تہہ و بالا کر دیا اور اُن پر کنکر کے پتھروں کی بارش کر دی۔ یقیناً اس واقعہ میں عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں اور وہ بستی سیدھے راستے پر واقع ہے۔''

تمام انسانوں کے لیے تنبیہ:

قرآن پاک میں ربّ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں فیصلہ فرما دیا ہے کہ:

﴿وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤١﴾﴾ (الانبیاء:٤١)

''(اے نبی!) یقیناً آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا جا چکا ہے۔ مگر ان (انبیاء) کا مذاق اڑانے والے اسی چیز میں خود گھر گئے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔''

یعنی وہ لوگ عذاب الٰہی کا شکار ہو کر دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہو گئے اور جو بھی انسان قرآن پڑھتا ہے تو ضرور وہ قوم عاد و ثمود، سدوم و قوم شعیب علیہ السلام وغیرہم کے اسباب عذاب اور انجام کا علم رکھتا ہے۔

گستاخ رسول ﷺ کی سزا:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((قال رسول الله ﷺ: مَنْ سَبَّ نَبِيًّا قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابَهُ جُلِدَ.))[1]

[1] المعجم الصغير للطبراني، ص: ۲۳٦.

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی پیغمبر کو گالی دی اسے قتل کیا جائے اور جس نے کسی صحابی کو گالی دی اسے کوڑے مارے جائیں۔''

کیونکہ اہانت انبیاء ارتداد ہے اور مرتد کی سزا تمام کتب آسمانی میں قتل ہے۔ ارشادِ محبوب باری تعالیٰ ہے:

((وَمَنْ بَدَّلَ دِيْنًا فَاقْتُلُوْهُ.)) ❶

''جو اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو۔''

بائبل جو کہ یہودی اور مسیحی دونوں برادریوں میں یکساں آسمانی قانون کی حیثیت رکھتی ہے۔ تورات باب استثناء باب ۱۳ آیۃ ۶۔ ۱۰ میں یہ واضح حکم ہے کہ ماں، باپ، بیٹا، بیٹی یا بیوی اور دوست جو بھی دین سے بغاوت پر آمادہ کرے اسے قتل یا سنگسار کر دیا جائے۔

انگلستان میں ایک پادری جو یہودی عورت سے شادی کر کے دین مسیحی سے منحرف ہو گیا تھا اسے آکسفورڈ میں ۱۷ اپریل ۱۲۳۲ء میں زندہ جلا دیا گیا تھا۔ ❷

اب ہم چند ایک ان بد بخت لوگوں کا تذکرہ کریں گے کہ جن کو گستاخیٔ رسول ﷺ کی پاداش میں موت کے گھاٹ اتار کر ابدی جہنم کے الاؤ میں دھکا دیا گیا۔

صحابی رسول نے اپنی گستاخ رسول ﷺ بیوی کو قتل کر دیا:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ:

((أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتِمُ النَّبِيَّ ﷺ وَتَقَعُ فِيهِ، فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي، وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ! قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ ﷺ وَتَشْتِمُهُ فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا، فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا

❶ صحیح بخاری، کتاب استتابة المرتدین، ولمعاندین وقتالهم، باب حکم المرتد والمرتدة واستتابتهم، رقم : ۶۹۲۲.

❷ ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس جلد ۶، بحوالہ ناموس رسول ص ۲۰۷۔

طِفْلٌ، فَلَطَّخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ: أَنْشُدُ اللّٰهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ، لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ، فَقَامَ الْأَعْمَى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيْ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَنَا صَاحِبُهَا، كَانَتْ تَشْتِمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي، وَأَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً، فَلَمَّا كَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتِمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ، فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ.))[1]

''ایک نابینا صحابی کی اُمّ ولد (لونڈی) تھی جو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گستاخانہ کلمات کہتی تھی۔ وہ صحابی اسے منع کرتے لیکن وہ باز نہ آتی اور اگر ڈانٹتے تو ڈانٹ کی بھی پروانہ کرتی۔ ایک رات اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دینا شروع کیں اس صحابی نے ایک خنجر لے کر اس کے پیٹ میں پیوست کر دیا اور اس پر اپنا پورا دباؤ دے دیا جس سے وہ مرگئی اسی اثنا میں اس کا ایک بچہ عورت کے پاؤں کے درمیان گرا اور خون میں لتھڑ گیا۔ جب صبح ہوئی تو اس بات کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا گیا آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا میں اس آدمی کو قسم دیتا ہوں جس نے کیا۔ جو کچھ بھی کیا ہے۔ میرا اس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی بات سن کر ایک نابینا آدمی کھڑے ہوئے اور اضطرابی کیفیت میں لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آئے

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن سب رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث : ٤٣٦١۔ سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ، رقم الحدیث: ٤٠٧٠۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور عرض کی اے اللہ کے نبی! اس عورت کا قاتل میں ہوں۔ وہ آپ ﷺ کو بُرا بھلا کہتی تھی۔ میری زجر و توبیخ و ڈانٹ کی پرواہ نہ کرتی تھی اور نہ ہی منع کرنے پر باز آتی تھی۔ اس کے بطن سے میرے تو ہیرے موتیوں کی مانند دو بیٹے ہیں اور وہ مجھ سے محبت کرنے والی اور میری رفیقہ حیات بھی تھی، لیکن کل رات جب اس نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا اور آپ ﷺ کی ہجو (گالیاں دیں) کی تو میں نے اس کے پیٹ میں خنجر گھونپ کر اس کو مار دیا ہے (جب نبی اکرم ﷺ کے سامنے ان کی کوئی تردید پیش نہ ہوئی تو) آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھو گواہ رہو اس کا خون رائیگاں گیا (یعنی اس کے خون کے بدلے قصاص یا دیت کا مطالبہ باقی نہیں رہا) کیونکہ وہ واجب القتل ہو چکی تھی۔''

نیز صحیح بخاری کتاب المغازی، باب قتل ابی رافع عبد اللہ بن الحقیق میں ایک جانثاروں کے چھوٹے سے گروپ نے اس مالدار یہودی کو کس طرح حفاظتی حصار سے اٹھا کر واصل جہنم کیا، اور صحیح بخاری کتاب فرض الخمس باب من لم یخمس الاسلاب میں ابوجہل کا عبرت ناک انجام ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، اور اس کے علاوہ الصارم المسلول لابن تیمیہ، الشفاء اسی طرح از قاضی عیاض اور مصنف عبد الرزاق حدیث نمبر ۹۷۰۸ تا ۹۷۵۴ کو بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ کس طرح گستاخان رسالت کو ان کے منطقی انجام تک پہنچایا گیا۔

اگر دور صحابہ کے بعد آج تک کے جانثاران ناموس رسالت کا تذکرہ کیا جائے تو بات بہت طویل ہو جائے گی۔

۴ آپ ﷺ کی ذات میں طعن:

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝﴾ (الفرقان:٤١)

''اور جب یہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ سے مذاق کے سوا انہیں کچھ سوجھتا ہی نہیں (کہتے ہیں) کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا۔''

ان بدخصلت لوگوں کے بارے میں رب تعالیٰ خود خبر دیتا ہے:

﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۭ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ (الفرقان:٤٤)

''کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔''

کیونکہ جانور کو بھی شعور و احساس نہیں ہوتا کہ ہانکنے والا انہیں چرانے کے لیے لے جا رہا ہے یا پھر ذبح کرنے کے لیے یعنی وہ قصائی اور اپنے محسن چرواہے کے درمیان فرق نہیں کر سکتے۔ اور یہ لوگ بھی اپنے محسن اعظم ﷺ کی قدر و قیمت و احترام و تعظیم و محبت کی بجائے ان کے استہزا و تمسخر پر اتر آئے ہیں تو پھر یہ بھی سن لیں کہ اب ان کا مقابلہ ربّ تعالیٰ سے ہے۔ فرمان ربّ العالمین ہے:

﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴾ (الحجر:٩٥)

''ان ٹھٹھا و مذاق کرنے والوں کو ہم کافی ہیں۔''

یعنی ربّ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے محبوب ہم خود ان سے نمٹ لیں گے جس کی مثال آپ قرآن مجید میں سورۃ اللھب و سورۃ الکوثر کو ملاحظہ کر سکتے اور جب ایمان کا اعلان کرنے والے منافقین نے اپنے خبثِ باطن کا مظاہرہ کیا تو ربّ تعالیٰ ﷻ دنیا کے سامنے ان کا ایمانی گراف بتا دیا کہ یہ اپنے قول میں جھوٹے ہیں۔ (ملاحظہ کیجیے سورہ منافقون کا پہلا رکوع)

آپ ﷺ کی شریعت میں طعن کرنا:

جو دین رسول ﷺ لائے ہیں اس میں طعن کرنا بھی نواقضِ ایمان بالرسول ﷺ سے ہے۔ جیسے کہ ارکان اسلام میں سے کسی ایک پر طعن کرنا اور اس کی توہین کرنا۔ ہمارے معاشرہ میں عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ جو آدمی سنت کے مطابق نماز پڑھتا ہے اس پر مختلف انداز میں

پھبتیاں چسپاں کی جاتی ہیں۔ اگر کسی بندۂ خدا نے نماز میں رفع الیدین کی تو کہا گیا کہ یہ مکھیاں اڑا رہا ہے یا اڑنے لگا ہے۔ اسی طرح کسی نے شلوار ٹخنوں سے اوپر کی تو کہا گیا کہ کیا ندی یا نالہ عبور کرنے کا ارادہ ہے، کوئی روزہ رکھتا ہے تو بعض جدت پسند اسے فقر و فاقے سے بچاؤ کا ایک ذریعہ کہہ دیتے ہیں وَقِسْ عَلٰی هٰذَا!

یہ سب شریعت اسلامیہ میں طعن و تشنیع کرنے کے مترادف ہے اسی طرح یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ ﷺ کے راستہ سے اعلیٰ و افضل راستہ بھی کوئی ہے حقیقت میں شریعت اسلامیہ کو ناقص سمجھنا ہے اور ایمان بالرسول کے منافی ہے۔ اب ہم اس کے کچھ دلائل ذکر کرتے ہیں۔ اس بارے میں قرآن و احادیث میں متعدد آیات و احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے چند ایک یہاں نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

آپ کی شریعت کا مذاق اڑانا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝۶۸﴾ (الانعام:٦٨)

”اور جب ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں نکتہ چینیاں کرتے ہیں تو ان کے پاس بیٹھنے سے اعراض کیجیے یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں لگ جائیں اور اگر شیطان آپ کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔“

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَ یُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ ۖؗ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعَا ۝۱۴۰ۙ﴾

(النساء:١٤٠)

''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یہ حکم پہلے نازل فرما چکا ہے کہ جب تم سنو کہ آیات الٰہی کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے تو وہاں ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ یہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں ورنہ تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو جاؤ گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔''

حاصل کلام:

ان دونوں آیات کا حاصل کلام ولب لباب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات یعنی شریعت محمدی کا مذاق اڑانے والے مشرکین مکہ اور یہود مدینہ اور منافقین تھے اور جو ان کے مونہوں سے شریعت کا مذاق سن کر بھی ٹھنڈے دل کے ساتھ بیٹھے رہیں ان کی حمیت نہ جاگے تو وہ بھی انہیں میں سے ہے یعنی اس کا ایمان بھی ختم۔

اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت و احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں یہ بات روز روشن اور آفتاب نصف النہار کی طرح اپنے تمام پردوں کو ہٹا کر اپنا کھلا چہرہ دکھاتی ہے کہ شریعت محمدیہ ﷺ میں طعن کرنا، مذاق اور خامیاں تلاش کرنا یہ یہود و منافقین کا شیوہ ہے۔ بطور مثال ایک واقعہ ہمارے سامنے ہے کہ:

((عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ لَهُ بَعْضُ الْمُشْرِكِينَ وَهُمْ يَسْتَهْزِئُونَ بِهِ إِنِّي أَرَى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ كُلَّ شَيْئٍ حَتَّى الْخِرَائَةِ قَالَ أَجَلْ أَمَرَنَا أَنْ لَا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَلَا نَسْتَنْجِيَ بِأَيْمَانِنَا وَلَا نَكْتَفِيَ بِدُونِ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ لَيْسَ فِيهَا رَجِيعٌ وَلَا عَظْمٌ.)) [1]

''حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض مشرکین ان کا مذاق اڑانے لگے ایک مشرک نے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا ساتھی (محمد ﷺ) تمہیں سب کچھ سکھاتا ہے حتیٰ کہ قضائے حاجت کے طریقے بھی (سکھاتا ہے)۔ حضرت سلمان

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الطهاره، باب الاستنجاء بالحجارة والنهى عن الروث والرمة، رقم :٣١٦ واللفظ له- صحيح مسلم، رقم : ٢٦٢.

فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم (قضائے حاجت کے لیے) قبلہ کی طرف منہ نہ کریں اور دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کریں اور تین پتھروں سے کم استعمال نہ کریں، ان میں لید یا ہڈی شامل نہ ہو۔"

پس معلوم ہوا کہ شریعت محمدی ﷺ کا مذاق اڑانا کافروں کا پرانا شیوہ ہے اور اگر مسلمان ایسا فعل شنیع انجام دے گا تو وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔

③ آپ ﷺ کی حدیث سے اعراض کرنا:

اگر کوئی شخص آپ ﷺ پر اتاری گئی احادیث میں سے کسی ایک کا بھی انکار کردے تو اس کا ایمان بالرسول ختم ہوجائے گا یعنی وہ شخص ایمان سے تہی دامن ہوجائے گا۔ ربّ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے:

﴿ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَ قَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۝ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۝ ﴾

(طٰہٰ:۹۹تا۱۰۰)

"(اے نبی!) اسی طرح ہم گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں آپ سے بیان کرتے ہیں۔ نیز ہم نے اپنے ہاں سے آپ کو ذکر عطا کیا ہے جو شخص اس (ذکر) سے اعراض کرے گا وہ قیامت کے دن گناہ کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا۔"

ربّ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝ ﴾ (الجن:۱۷)

"اور جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے اعراض کرے گا تو وہ اسے سخت عذاب میں مبتلا کردے گا۔"

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "اعراض" کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے قلب و عمل سے اقوال رسول ﷺ سے منہ پھیر لے، نہ آپ ﷺ کی تصدیق کرے، نہ تکذیب، نہ آپ ﷺ سے دوستی رکھے، نہ دشمنی اور جو کچھ آپ ﷺ لائے ہیں اس کی طرف مائل

نہ ہو۔ [1]

(۴) آپ ﷺ کی احادیث میں شک کرنا:

بندے کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک شک کا خاتمہ اور کامل تصدیق نہ ہوجائے۔فرمانِ الٰہی ہے کہ:

﴿ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ۝۴۵ ﴾ (التوبة: ٧٥)

''آپ سے رخصت صرف وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے اس شخص میں ہی سرگرداں ہیں۔''

آپؐ کی احادیث میں شک وشبہ میں مبتلا لوگ حیران و پریشان ہی رہتے ہیں، ایک قدم ان کا آگے بڑھتا ہے تو دوسرا پیچھے ہٹتا ہے۔ انہیں ثابت قدمی اور استقلال نہیں۔ یہ ہلاک ہونے والے ہیں۔ یہ نہ اِدھر کے ہیں نہ اُدھر کے، یہ اللہ کے گمراہ کیے ہوئے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ:

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ .... اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فِيْهِمَا اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) [2]

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، جو بندہ بھی ان دونوں (گواہیوں) کے ساتھ اللہ سے ملے گا (ملنے کے وقت اس کی کیفیت یہ ہو کہ) ان میں شک نہ کرتا ہو تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔''

یعنی پیغمبر علیہ السلام کی نبوت یا ارکان اسلام و ایمان میں شک کرنے والا ایمان سے خارج

---

[1] مدارج السالكين : ١/٣٣٧.

[2] صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الدليل على ان من مات على التوحيد دخل الجنة، رقم : ٤٤.

ہو جائے گا۔

۵ آپ ﷺ کی حدیث کی تکذیب کرنا:

جس شخص کو رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث کا علم ہو جائے اور یہ یقین ہو جائے کہ یہ آپ ﷺ کی حدیث وسنّت ہے پھر بھی وہ اس کا انکار کرے تو وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۳۳﴾(الانعام: ۳۳)

''اے محمد (ﷺ) ہم جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی باتیں آپ کو غمزدہ کر دیتی ہیں۔ لیکن یہ ظالم آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ اللہ کی آیات کے منکر ہیں۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس آیت کا شان نزول سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:

((اَنَّ اَبَا جَهْلٍ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اِنَّا لَا نُكَذِّبُكَ وَلٰكِنْ نُكَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ.))[1]

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو جہل نے ایک بار نبی ﷺ سے کہا: ہم آپ (ﷺ) کو جھوٹا نہیں کہتے، بلکہ جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں ہم اسے جھٹلاتے ہیں (تو یہ آیت نازل ہوئی)۔''

قارئین! کچھ لوگ اس دنیائے گل و بو میں ایسے بھی ہیں کہ جن کا یہ کہنا ہے کہ جو کچھ نبی علیہ السلام لے کر آئے ہیں ہم ان میں سے ایک کو مانتے ہیں یعنی کتاب اللہ کو، اور ایک کو نہیں مانتے یعنی احادیث رسول ﷺ۔ان لوگوں کے متعلق رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ

[1] سنن ترمذی، ابواب التفسیر، رقم الحدیث: ٣٠٦٤.

رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع﴾

(النساء: ١٥٠_ ١٥٢)

''جولوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی درمیانی راہ اختیار کریں۔ یقین مانو یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے یہ ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ ان کے پورے ثواب دے گا اللہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔''

اور ایسے ہی بد طینت لوگوں کے بارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ﴾ (البقرۃ: ٨٥)

''کیا تم کتاب اللہ کے بعض احکام مانتے ہو اور بعض کا انکار کر دیتے ہو۔''

جبکہ ایک سچے اور محب رسول مومن کے لیے نبی ﷺ نے واضح الفاظ میں راستہ متعین فرما دیا ہے کہ:

((عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: أَلَا إِنِّيْ أُوْتِيْتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلَا يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰى أَرِيْكَتِهِ يَقُوْلُ: عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوْهُ مَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ.)) [1]

[1] سنن ابوداود، کتاب السنه، باب فی لزوم السنة، رقم: ٤٦٠٤۔ سنن ابن ماجه، رقم: ١٢۔ مسند احمد: ٤/ ١٣٠، رقم: ١٧٢١٣۔ محدث البانیؒ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار! مجھے قرآن کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز بھی دی گئی ہے، عنقریب ایسے ہوگا کہ ایک پیٹ بھرا (آسودہ حال) آدمی اپنے تخت یا دیوان پر بیٹھا کہے گا کہ اسی قرآن کو لازم پکڑو، جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو اور جو اس میں حرام ہے اسے حرام سمجھو......''

یہ حدیث بتاتی ہے کہ جس طرح قرآن کی تکذیب کرنے والا کافر اور خارج ایمان ہے اس طرح صحیح حدیث کی تکذیب کرنے والا بھی۔

⑥ آپ ﷺ کے حکم کے آگے تکبر کرنا:

یعنی تکبر کی بناء پر رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کو نہ ماننا اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے لیے نہ جھکانا۔ مشرکین بھی رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو تکبر کی بناء پر رد کرتے تھے، ان کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝﴾ (الصافات: ۳۵)

''جب بھی ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں تو وہ تکبر کرتے ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝﴾ (البقرة: ۲۰۶)

''اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو اس کا غرور اسے گناہ پر جما دیتا ہے ایسے شخص کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔''

اور حق کو جھٹلانا ہی اصل تکبر ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَدْخُلُ

الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ .... قَالَ: ...... الْكِبْرُ: بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ.)) ❶

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ذرا سا بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا (لوگوں کے پوچھنے پر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تکبر یہ ہے کہ واضح حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔''

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

کفرِ استکبار (تکبر) ابلیس کے کفر کی طرح ہے، اس نے محض اللہ کے حکم کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ تکبر کی وجہ سے انکار کیا تھا۔ اس طرح اس شخص کا کفر ہے جو پیغمبر علیہ السلام کی لائی ہوئی تعلیمات کی صداقت کا یقین رکھنے کے باوجود محض تکبر کی وجہ سے اس کا انکار کرے۔ پیغمبروں کے اکثر دشمن اسی کفر کے مرتکب ہوا کرتے تھے۔ یہود نے بھی یہی کفر کیا اور ابو طالب کا کفر بھی یہی تھا۔ (ہم کہتے ہیں کہ ابو جہل کا کفر بھی یہی تھا) ❷

آپ ﷺ کی وحی کو جھٹلانے کا مطلب یہ ہے کہ:

① انسان قرآن کی کسی آیت کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں، یا یہ کہے کہ قرآن میں کمی کر دی گئی ہے۔

② یا سرے سے یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ محمد ﷺ کا کلام امور دینی نہیں ہے۔ یا کسی دینی امر کا انکار کر دینا جس کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ دین کا جزو لا ینفك ہے۔

((عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ اِلَّا اُعْطِيَ مِنَ الْاٰيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَاِنَّمَا

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب تحريم الكبر، رقم: ٢٦٥۔ سنن ابوداود، كتاب اللباس، باب ماجاء فى الكبر، رقم: ٤٠٩٢.

❷ مدارج السالكين: ١/٣٣٧.

كَانَ الَّذِیْ أُوْتِیْتُهُ وَحْیًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَیَّ، فَأَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ.)) [1]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نبیوں میں سے ہر ایک نبی کو ایسے معجزات عطا کیے گئے کہ ان کے بقدر لوگ ایمان لائے۔ اور بے شک جو معجزہ مجھے عطا کیا گیا ہے وہ وحی (قرآن وحدیث) ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمائی ہے۔ مجھے امید ہے کہ میرے پیروکار روز قیامت سب سے زیادہ ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ﴾ (الكهف: ١١٠)

''اے نبی (ﷺ)! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تو تمہارے جیسا ایک انسان ہوں (ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ) میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''

مذکورہ حدیث اور قرآنی آیت سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی دو قسم کی ہے۔

① وحی متلو (یعنی قرآن)۔

② وحی غیر متلو (یعنی حدیث مبارک)۔

اب جو بھی وحی کا استکباراً انکار کرتا ہے یا آپ علیہ السلام کی وحی کی تکذیب کرتا ہے تو یہ دونوں ہی کفر ہیں اور نواقض ایمان میں سے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا

[1] صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی و اول ما نزل، رقم: ٤٩٨١۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد ﷺ ...... رقم: ٢٣٩/ ١٥٢.

يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

(النحل: ۱۰۲ـ ۱۰۴)

''ہم خوب جانتے ہیں کہ کافر یہ کہتے ہیں کہ کوئی انسان ہے جو اس (نبی) کو (یہ قرآن) سکھا جاتا ہے حالانکہ جس شخص کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں وہ عجمی ہے اور یہ (قرآن) سلیس عربی زبان ہے۔ بلا شبہ جو لوگ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے انہیں وہ کبھی راہ پر نہیں لاتا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کچھ سونا بھیجا، نبی کریم ﷺ نے اسے تقسیم فرمایا تو اثنائے تقسیم میں آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا:

((اِتَّقِ اللّٰهَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ: مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ اِذَا عَصَيْتُ يَامَنُنِّيْ اللّٰهُ عَلَى اَهْلِ الْاَرْضِ؟ وَلَا تَامَنُوْنِيْ؟ فَسَالَهُ رَجُلٌ قَتْلَهُ اَحْسِبُهُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، فَمَنَعَهُ، فَلَمَّا وَلّٰى، قَالَ: ''اِنَّ مِنْ ضِئْضِئْ هَذَا۔ اَوْ فِيْ عَقِبِ هَذَا قَوْمٌ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزَ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ......))[1]

''اے محمد (ﷺ)! اللہ سے ڈرو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہی اللہ کی نافرمانی کرنے لگوں تو کون اس کی اطاعت کرے گا؟ اللہ عزوجل تو مجھے زمین والوں کے لیے امین بنائے اور تم مجھے امین نہیں سمجھتے ہو؟ اس پر ایک آدمی نے اجازت طلب کی، کیا میں اس کو قتل کر دوں؟ میرا خیال ہے وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے مگر آپ ﷺ نے انہیں روک دیا، پھر جب وہ کمر پھیر کر چلا گیا تو آپ ﷺ نے

---

[1] صحيح بخاری، كتاب احاديث الانبياء، باب قول اللّٰه تعالى: ﴿والى عناد اخانهم يهودا﴾، رقم: ۳۳۴۴ـ صحيح مسلم، كتاب الزكوٰة، باب ذكر الخوارج......، رقم: ۱۰۶۴ـ سنن ابوداود، رقم: ۴۷۶۴.

فرمایا: اس شخص کی نسل میں ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، (وہ) دین اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر اپنے شکار سے نکل جاتا ہے......۔''

7 آپ ﷺ کے حرام وحلال کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرنا:

یعنی مسلمان اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ کسی چیز کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھے جیسے کوئی یہ موقف ونظریہ رکھتا ہو کہ شراب حلال ہے یا پھر حدیث میں جن چیزوں کی حرمت وارد ہوئی ہے ان کو تسلیم نہ کرتا ہو۔ فرمان باری تعالیٰ:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبة: ٢٩)

''اوران لوگوں سے جنگ کرو جو نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں نہ آخرت کے دن پر، نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے ان پر حرام کی ہیں۔''

یعنی اللہ اور رسول ﷺ دونوں کی حرام کردہ اشیاء کو حرام سمجھنا ایمان ہے۔ دونوں میں سے کسی ایک کی حرام کردہ چیز کو تسلیم نہ کرنا ایمان سے خارج ہونا اور کفر ہے۔

((عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: أَلَا إِنِّيْ أُوْتِيْتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلَا يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيْكَتِهِ يَقُوْلُ: عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوْهُ مَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ أَلَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمَ الْحِمَارِ الْأَهْلِيْ، وَلَا كُلُّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السَّبُعِ وَلَا لُقْطَةُ مُعَاهِدٍ.))[1]

''حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

[1] سنن ابوداود، کتاب السنه، باب فی لزوم السنه، رقم: ٤٧٠٥۔ مسند أحمد: ٤/ ١٣٠۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

فرمایا: خبردار! مجھے قرآن کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز بھی دی گئی ہے۔ عنقریب ایسے ہوگا کہ ایک آسودہ حال آدمی اپنے تخت یا دیوان پر بیٹھا کہے گا کہ اس قرآن کو اختیار کرلو، جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو اور جو اس میں حرام ہے اسے حرام سمجھو۔ خبردار! تمہارے لیے پالتو گدھے، کچلی والے درندے اور کسی ذمی (کافر) کا گرا پڑا مال اٹھالینا حلال نہیں الا یہ کہ اس کا مالک اس سے بے پرواہ ہو۔''

یہاں نبی علیہ السلام نے کچھ ایسی حرام کردہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جو قرآن مجید میں حرام قرار نہیں دی گئیں، پس جو ان کو تسلیم نہ کرے اس کا ایمان بالرسول قابل قبول نہ ہوگا۔

دوسرا حق

اطاعت رسول ﷺ

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾ (النساء: ۸۰)

''اور جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

پیغمبرؐ کی اطاعت فرض ہے ہر فردِ اُمّت پر

کتاب پاک میں اس امر کی پوری وضاحت ہے

نبی کریم ﷺ کے حقوق میں سے آپؐ کی اطاعت دوسرا بڑا حق ہے۔ جو کوئی آپؐ پر ایمان لائے اور پھر آپؐ کی اطاعت نہ کرے تو سمجھیے کہ وہ آپؐ پر ایمان کے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور اطاعت رسولؐ ہمیشہ غیر مشروط ہوتی ہے اور ہوگی، اللہ تعالیٰ کی الوہیت و حاکمیت کو بھی غیر مشروط ہی تسلیم کرنا ہوگا۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، کہتے ہیں کہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میری گردن میں سونے کی صلیب تھی۔ آپؐ نے اسے دیکھ کر فرمایا: اے عدی! اس بت کو اپنی گردن سے اتار کر پھینک دے تو میں نے اُسے پھینک دیا۔ پھر میں آپؐ کے قریب ہوا اور آپؐ سورۃ توبہ تلاوت فرما رہے تھے۔ اس وقت آپ اس آیت پر تھے: ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبة: ۳۱) ''انہوں نے اپنے علماء اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا۔'' حضرت عدی کہتے ہیں میں نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ! ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو چیز اللہ تعالیٰ نے حلال کردی ہے، اسے یہ لوگ حرام قرار دیتے ہیں تو تم بھی اسے حرام کردیتے ہو اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کردی ہے اسے یہ لوگ حلال کردیتے

ہیں تو تم بھی اسے حلال کر دیتے ہو؟'' حضرت عدی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی ہاں! ایسا ہی ہے، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہی تو ان کی بندگی اور عبادت ہے، یہی ان کو رب بنانا ہے۔''[1]

جنوں کا نام خرد رکھ دیا، خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

لہٰذا اطاعت رسولؐ صرف اور صرف وہ ہے جو بغیر کسی شرط کے کی جائے کہ آپؐ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر لازم ہے۔

فرضیت اطاعت قرآن کی روشنی میں:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝﴾ (محمد:۳۳)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔''

اطاعت ہی معیار ہدایت ہے:

کوئی بھی ہدایت یافتہ تب ہی ہوسکتا ہے جب وہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ﴾ (النور:۵٤)

''ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔''

کیونکہ انبیاء ورسل کی بعثت کا مقصد ہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

[1] سنن ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة التوبة، رقم: ۳۰۹۵۔ محدث البانی نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

﴿ وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ﴾ (النساء:٦٤)

''ہم نے ہر ہر رسول کو صرف اسی لیے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔''

فرضیت اطاعت احادیث کی روشنی میں:

اب رسول اللہ ﷺ کے فرامین بھی دیکھیے کہ ان میں اطاعت وفرمانبرداری کی کتنی تاکید بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَنْ يَأْبٰى؟ قَالَ مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبَىٰ.)) ❶

''میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا کہ جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔''

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

((مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ.)) ❷

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔''

اس کی وضاحت قرآن کے الفاظ میں یوں ہے:

﴿ مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (النساء:٨٠)

---

❶ صحيح بخاری، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة ، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ ، رقم : ٧٢٨٠۔ فتح الباری :١٣/ ٢٤٩.

❷ صحيح البخاری، کتاب الأحكام، باب قول اللّٰه تعالیٰ: أطيعوا اللّٰه واطيعوا الرسول واولی الامر منكم، رقم : ٧١٣٧.

''اس رسول کی جو اطاعت کرے اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔''

مذکورہ قرآنی آیت حدیث میں آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت گردانا گیا ہے۔ ایک فرمان نبوی اس طرح ہے۔

((مَنْ نَزَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةِ اللهِ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ.)) [1]

''جس نے اپنا ہاتھ اللہ کی اطاعت سے کھینچا (اطاعت نہ کی) پس اس کے لیے قیامت کے دن کامیابی کی کوئی دلیل نہیں ہوگی۔''

نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان بایں الفاظ منقول ہے کہ:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَتَدْخُلُنَّ الْجَنَّةَ كُلُّكُمْ إِلَّا مَنْ أَبٰى وَشَرَدَ عَلَى اللهِ كَشَرَادِ الْبَعِيْرِ، قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ! وَمَنْ يَأْبٰى اَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ؟ قَالَ: مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبٰى.)) [2]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! البتہ ضرور ضرور تم جنت میں داخل ہوگے مگر جس نے جانے سے انکار کر دیا اور اللہ کی اطاعت سے اس طرح نکل گیا جیسے اونٹ بدک کر نکل جاتا ہے، اس (پوچھنے والے صحابی) نے کہا: اللہ کے رسول! جنت میں جانے سے کون انکار کرے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔''

نبی کریم ﷺ کی اطاعت کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے، جو خود نبی کریم ﷺ نے بیان

---

[1] مسند أحمد، رقم: ٥٥٥١۔ صحيح مسلم، كتاب الامارة، رقم: ٤٧٩٣.

[2] صحيح ابن حبان: ١/ ١٥٣۔ مستدرك الحاكم: ٤/ ٢٤٧۔ مجمع الزوائد: ١٠/ ٨٠۔ ابن حبان اور حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

فرمائی، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ مَابَعَثَنِیِ اللّٰهِ بِهِ کَمَثَلِ رَجُلٍ أَتٰی قَوْمًا فَقَالَ: یَاقَوْمِ! اِنِّی رَأَیْتُ الْجَیْشَ بِعَیْنَیَّ، وَاِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْعُرْیَانُ، فَالنَّجَاءَ فَاَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهٖ فَأَدْلَجُوْا فَانْطَلَقُوْا عَلٰی مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا، وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوْا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَیْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَاتَّبَعَ مَاجِئْتُ بِهٖ، وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِیْ وَكَذَّبَ بِمَاجِئْتُ بِهٖ مِنَ الْحَقِّ.))❶

''میری اور جس دعوت کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہے جو کسی قوم کے پاس آئے اور کہے کہ اے قوم! میں نے ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں کھلم کھلا تم کو ڈرانے والا ہوں۔ پس بچاؤ کی صورت کرو۔ تو اس قوم کے ایک گروہ نے بات مان لی اور رات کے شروع ہی میں نکل بھاگے اور حفاظت کی جگہ چلے گئے۔ اس لیے نجات پا گئے لیکن ان کی دوسری جماعت نے جھٹلایا اور اپنی جگہ پر ہی موجود رہے، پھر صبح سویرے ہی دشمن کے لشکر نے انہیں آلیا اور انہیں مارا اور ان کو برباد کر دیا۔ تو یہ مثال ہے اس کی جو میری اطاعت کریں اور جو دعوت میں لایا ہوں اس کی پیروی کریں اور اس کی مثال ہے جو میری نافرمانی کریں اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اسے جھٹلائیں۔''

اسی طرح دوسری مثال بایں الفاظ بیان فرمائی جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((جَاءَ تِ مَلَائِكَةٌ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَهُوَنَائِمٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهٗ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِنَّ الْعَیْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ یَقْظَانُ،

❶ صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول ﷺ، رقم: ۷۲۸۳۔

فَقَالُوْا: اِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هٰذَا مَثَلاً، قَالَ فَاضْرِبُوْالَهُ مَثَلاً، فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبُ يَقْضَانُ، فَقَالُوْا: مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيْهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا، فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَوَأَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ، وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَاكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ فَقَالُوْا: أَوِّلُوْهَا لَهُ يَفْقَهْهَا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبُ يَقْظَانُ، فَقَالُوْا: فَالدَّارُ: الْجَنَّةُ، وَالدَّاعِي: مُحَمَّدٌ ﷺ، فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّداً ﷺ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ عَصٰى مُحَمَّداً ﷺ فَقَدْ عَصَى اللهَ، وَمُحَمَّدٌ فَرَّقَ بَيْنَ النَّاسِ.)) [1]

”کہ فرشتے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے (جبرائیل و میکائیل) اور آپ ﷺ سوئے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں، دوسرے نے کہا کہ ان کی آنکھیں سو رہی ہیں لیکن ان کا دل بیدار ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے ان صاحب (محمد ﷺ) کی ایک مثال ہے، پس ان کی مثال بیان کرو۔ تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ سو رہے ہیں، دوسرے نے کہا کہ آنکھ سو رہی ہے اور دل بیدار ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور کھانے کی دعوت کی اور بلانے والے کو بھیجا، پس جس نے بلانے والے کی دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہوگیا، اور دستر خوان سے کھایا، اور جس نے بلانے والے کی دعوت قبول نہیں کی وہ گھر میں داخل نہیں ہوا اور دستر خوان سے کھانا نہیں کھایا۔ پھر اس نے کہا کہ اس کی ان کے لیے تفسیر کر دو تا کہ یہ سمجھ

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، رقم: ۷۲۸۱.

جائیں۔ بعض نے کہا کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں، لیکن بعض نے کہا کہ آنکھیں گوسو رہی ہیں لیکن دل بیدار ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ گھر تو جنت ہے اور بلانے والے محمد ﷺ ہیں۔ پس جو ان کی اطاعت کرے گا وہ اللہ کی اطاعت کرے گا۔ اور جو ان کی نافرمانی کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اور محمد ﷺ اچھے اور بُرے لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔''

اطاعت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نکتہ نظر:

مصور کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ صفائی ہو
ادھر فرمان محمدؐ ہو ادھر گردن جھکائی ہو

اطاعت رسول ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا نکتہ نظر یہ تھا کہ ادھر حکم پہنچا اور ادھر یہ عمل کے لیے لپک پڑیں ادھر سے اعلان ہوا اور ادھر انہوں نے خود کو تبدیل کر لیا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی احکام قرآنی اور فرامین احادیث میں کبھی عملی لحاظ سے فرق روا نہ رکھا، بلکہ انہوں نے احادیث نبویہ کو ہی قرآن کریم کی تفسیر و تعبیر شمار کیا۔ چنانچہ جناب علقمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

((لَعَنَ عَبْدُاللّٰهِ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ، فَقَالَتْ أُمُّ يَعْقُوْبَ: مَا هٰذَا؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: وَمَا لِيْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ) وَفِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَتْ: وَاللّٰهِ لَقَدْ قَرَاءْ تُ مَا بَيْنَ الَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُهُ، قَالَ: وَاللّٰهِ لَئِنْ قَرَاتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ ﴿وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾)) (الحشر: ۷)[1]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے وعظ میں بال گودنے والی، چہرے کے بال اکھاڑنے والی، حسن کے لیے دانتوں میں کشادگی کرنے والی، اور اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی تو (قبیلہ بنو اسد کی ایک

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتنمصات، رقم: ۵۹۳۹.

عورت) ام یعقوب نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کہا؟ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایسی عورتوں پر لعنت کیوں نہ بھیجوں؟ جن پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے اور جو اللہ کی کتاب کے مطابق بھی ملعون ہیں۔ اس عورت نے کہا: میں نے پورا قرآن پڑھا ہے لیکن اس میں مجھے تو یہ چیز کہیں نہیں ملی۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو تمہیں یہ حکم مل جاتا۔ جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو جس چیز سے منع کرے اس سے باز رہو۔''

اس حدیث پر غور کریں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو اللہ تعالیٰ کا فرمان اور کتاب اللہ کا حکم قرار دیا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ قرآن ہی کی طرح واجب الاطاعت ہیں۔

مظاہر اطاعت:

قارئین کرام! اب ہم آپ کو قلم کی آنکھ سے ایسے مظاہر و مشاہدات سامنے لا کر دکھلاتے ہیں کہ جس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ کا یہ حق ادا کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔

جب اللہ رب العزت نے اپنے مقدس کلام میں شراب کی قطعی حرمت نازل کی تو ارشاد فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ﴿٩١﴾﴾ (المائدة: ٩٠-٩١)

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک شراب جوا، آستانے اور فال نکالنے کے تیر، سب گندے کام ہیں اور عمل شیطان سے ہیں، پس تم ان سے بچو تاکہ

فلاح پاؤ۔ بے شک شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعے سے دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روکے پھر کیا تم ان سے باز آتے ہو؟''

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان آیات کے آخری الفاظ سنے کہ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ''پھر کیا تم ان (شیطانی کاموں) سے باز آتے ہو۔'' تو فوراً فرمایا: بس ہم باز آ گئے، ہم باز آ گئے۔ ❶

((عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِيْ مَنْزِلِ اَبِيْ طَلْحَةَ، وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذِ الْفَضِيْخَ، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مُنَادِيًا يُنَادِيْ: أَلَا اِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ، قَالَ: فَقَالَ لِيْ أَبُوْ طَلْحَةَ: أَخْرُجْ فَأَهْرِقْهَا، فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا فَجَرَتْ فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ......)) ❷

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر ساقی (شراب پلانے والا) کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اور ان دنوں کچی پکی کھجوروں کی شراب استعمال ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ایک آدمی اعلان کر رہا تھا کہ شراب کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: کہ جاؤ اس شراب کو گرا دو، میں نے اسے گرا دیا، مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی یعنی ہر ایک نے شراب گرا دی۔''

حالانکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں جب انہوں نے مجھے شراب گرانے کا حکم

---

❶ سنن ابوداؤد، کتاب الاشربة، باب تحریم الخمر، رقم: ٣٦٧٠۔ سنن ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المائدة، رقم: ٣٠٤٩۔ سنن نسائی، کتاب الاشربه، باب تحریم الخمر، رقم: ٥٥٤٢۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب صب الخمر فی الطریق، رقم: ٢٤٦٤۔ صحیح مسلم، کتاب الاشربه، باب تحریم الخمر...... رقم: ١٩٨٠۔

دیا وہ اس وقت نشے میں چور ہونے کے قریب تھے۔ ❶

آخری حدیث صاف بتلاتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے ہوشی بھی ہماری بیداری وہوش سے بہتر تھی۔

دوسرا ایک طویل واقعہ ہے کہ تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنت تبوک میں پیچھے رہ گئے، واپسی پر نبی اکرم ﷺ نے سب سے عذر دریافت فرمائے تو منافقین نے جھوٹے سچے عذر گھڑ کر پیش کر دیئے۔ لیکن ان تینوں نے دربار رسالت مآب میں سچ کہا تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا تم تینوں کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے پچاس دن کے لیے تمہارا بائیکاٹ کر دیا گیا سب مسلمانوں کو ممانعت کر دی گئی کہ ان سے کوئی کلام نہ کرے۔ آخری دس دن میں تو بیویوں سے قربت بھی ممنوع ٹھہرا دی گئی اس بارے میں ان تین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دو ساتھی تو گھر میں رونے بیٹھ گئے لیکن میں مسجد میں جا کر نماز ادا کرتا بازاروں میں گھومتا لیکن مجال جو مجھ سے کوئی کلام کرتا حتیٰ کہ میں تنگ آ کر ایک دن اپنے جگری یار دنیا میں سے زیادہ محبوب دوست اپنے چچا زاد بھائی ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پھلانگ کر اندر چلا گیا میں نے ان کو سلام کیا مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کئی جتن کیے کہ کسی طرح وہ مجھ سے بات کریں مگر سب بے سود آخر کار میں نے ان سے کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے اپنا یہ سوال تین بار دھرایا تو تیسری بار انہوں نے فقط اتنا کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ میں روتا ہوا دیوار پھلانگ کر واپس آ گیا۔ مجھے سب لوگ اجنبی محسوس ہونے لگے، وہ زمین انجان علاقہ محسوس ہونے لگی، زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود تنگ ہوگئی آخر کار اللہ نے ہماری توبہ کا اعلان نازل فرما دیا۔ ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا ...﴾ (التوبة: ١١٨) ❷

---

❶ مسند احمد: ٣/ ١٨١.

❷ صحيح بخارى، كتاب المغازى، باب حديث كعب بن مالك......، رقم: ٤٤١٨۔ صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالك وصاحبيه...... رقم: ٢٧٦٩۔ مسند احمد ٣/ ٤٥٦، ٤٥٩.

کوئی قوم اپنے مقتدا کی اطاعت کا مظہر پیش نہیں کرسکتی مگر یہ حق شناس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حصہ میں آئی ہے فللہ الحمد علی نعمه.

اگر اس طرح کے واقعات کو لکھنا شروع کر دیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے مگر ہم طوالت کے خوف سے اس پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

اطاعت سے پاکیزہ زندگی کا حصول:

بہر حال نبی کریم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری امت پر فرض ہے جس کی ادائیگی عسر و یسر، سفر وحضر میں لازم ہے۔ کیونکہ اشرف کائنات واکرم الخلائق جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہی وہ مینا ہے جس میں حیاتِ جاوداں کا زلال بھرا ہوا ہے۔ جس نے یہ زلال پیا، وہ ہمیشہ کی زندگی پا گیا۔ قرآن فرماتا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ج ﴾

(الانفال: ٢٤)

''اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالاؤ، جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہیں۔''

مطلب واضح ہے کہ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ پر سختی سے عمل کرو، کبھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے جی نہ چراؤ اور توجہ سے سنو کہ رسول تم کو پکارتا اور بلاتا ہے کہ تم کو زندگی بخش چیز عطا کرے یعنی اگر تم نے رسول کے بلانے کو قبول کرلیا، آپؐ کی آواز پر لبیک کہا۔ آپؐ کے قول وفعل کے زلال کو نوش جان کیا تو تم کو حیاتِ جاوداں نصیب ہوگی۔ جنت کی ابدی زندگی ملے گی ؂

پیتے ہی جس کے زندگی جاوداں ملی
اس جانفزا زلال کے مینا تمہی تو ہو

لہٰذا خوب سمجھ لو کہ جو شخص احادیث وسنن کے ارم میں خراماں خراماں زندگی گزارے گا وہ

یقیناً بہشت طوبیٰ کے سایہ میں جگہ پائے گا کیونکہ ذرّے کو آفتاب کرنے والے، خاک کو اکسیر بنانے والے، میر کاروانِ حیات، سرورِ کائنات ﷺ، خلاصۂ موجودات، مشعل راہ ہدایت، رہبر طریقت، معیارِ تکمیل کتاب روح و روان یوم حساب، مظہر رضائے کبریا، مصدرِ وحی خفی، حامل وحی جلی، واضع طرق عبادات، حضرت محمد ﷺ کی اطاعت میں ہی تعمیل قرآن حکیم ہے، امتثال ربّ عرش عظیم ہے۔ پھر جو شخص ان نبی خیر الانام ﷺ کی اطاعت سے روکتا ہے اور ایک افسانوی، لٹریری اور ماڈرن اسلام پیش کرتا ہے۔ دراصل وہ ماڈرن ایجوکیٹڈ طبقہ کو (جو اسلام کی اصل تعلیم سے ہنوز ناواقف ہے) افیون کا گھولا دے رہا ہے، تاکہ ان کے روح و ایمان کو آرٹی فیشل اسلام کے ہپناٹزم سے مسحور کر کے انہیں دانائے سبل کی راہ سے ہٹائے، لیکن مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ اس کی ہڈیوں میں توحید رچی ہو اور اس کے گوشت پوست اور لہو میں محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت اور اطاعت سمائی ہو ؎

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

قیامت کے دن جواب دینا ہوگا:

اطاعتِ رسول کی بابت اللہ تعالیٰ قیامت کو بھی سوال کریں گے، کہ آیا تم لوگوں نے ہمارے انبیاء ورسل علیہم السلام کی اطاعت وفرمانبرداری کی یا کہ نہیں؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ ﴾

(الاعراف:٦)

’’پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔‘‘

اطاعت کے فوائد وثمرات:

اور پھر اسی سوال کی بنیاد پر آخرت میں لوگوں کے دو طبقے ہوں گے۔ ایک وہ جنہوں نے

اطاعت وفرمانبرداری میں اپنے شب و روز گزارے، اور دوسرے وہ جو اس سے اعراض اور پہلوتہی اختیار کرتے رہے۔ اوّل الذکر کے لیے جنت اور اُس کی نعمتیں اور آخرالذکر کو عذابِ الیم ومہین کی وعید سنائی، چنانچہ فرمایا۔

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا ۪ وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝﴾

(النساء:١٤،١٣)

''اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اُسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہے گا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا، جس میں ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''

اطاعت نہ کرنے کا انجام:

آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری سے اعراض کرنے والے جہنم میں حسرت بھری تمنائیں کریں گے کہ ہائے کاش! ہم نے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کی ہوتی، قرآن پاک ان کی ناکام حسرتیں اس طرح بیان فرماتا ہے۔

﴿یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ۝ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِیْرًا ۝﴾

(الاحزاب:٦٦ تا ٦٨)

''اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے (حسرت وافسوس سے) کہیں گے کہ کاش! ہم اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرتے۔ اور کہیں گے

اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی مانی جنہوں نے ہمیں راہِ راست سے بھٹکا دیا۔ پروردگار! تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما۔"

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝﴾

(الفرقان:۲۹،۲۸،۲۷)

"اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش! کہ میں نے رسول (ﷺ) کی راہ اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس! کاش کے میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے نصیحت میرے پاس آجانے کے بعد گمراہ کر دیا۔ اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے۔"

اور پھر یہاں تک چاہیں گے کہ کاش اس عذاب کے بدلے ہم سے زمین اور اس کی وسعتوں میں جو کچھ ہے لے لیا جائے، لیکن پھر بھی یہ عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَ لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝﴾ (النساء: ٤٢)

"جس روز کافر اور رسول کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش! انہیں زمین کے ساتھ ہموار کر دیا جاتا اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے۔"

پس جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کی پیروی نہیں کرتے۔ امتی باعث شرمندگی پیغمبر ہیں۔ سنن ابن ماجہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ((فَلَا تُسَوِّدُوْا وَجْهِيْ)) اس کا ترجمہ کرتے ہوئے زبان کانپ رہی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن مجھے شرمندہ نہ کرانا۔'' [1]

پچھلی امتوں کے پاس تو عذر ہے کہ ان کا دین گم ہوگیا۔ ان کے انبیاء کی سنت معدوم ہوگئی۔ مگر مسلمانوں کے پاس تو کوئی بھی عذر باقی نہ ہوگا کہ قیامت کے روز وہ کوئی بہانہ کرسکیں۔ ان کا آئین یعنی قرآن پاک قیامت تک کے لیے محفوظ ہوگیا اور اس کی گارنٹی خود اس کے مالک کی طرف سے ہے۔ دوسری چیز جوامت کے پاس ہونی چاہیے تھی وہ نبی کی سنت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے شب و روز کیسے بسر کیے۔ اس بات پہ امت مسلمہ جتنا بھی فخر کرے کم ہے کہ ان کے نبی کا ایک ایک لمحہ اور ہر ایک فعل محفوظ ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب المناسك باب الخطبة يوم النحر، رقم الحديث: ٣٠٥٧.
مسند احمد بن حنبل : ٥/٤١٢.

تیسرا حق ﷺ

اتباعِ رسول ﷺ

"وَخَيْرَ الْهَدْىِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ." "اور تمام راستوں سے بہتر راستہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔"

روشن ہے شمع علم خدا کے کلام میں
نورِ عمل ہے اُسوۂ خیر الانامؐ میں

دریائے اسلام کا منبع حضور ﷺ ہی کا وجودِ اقدس ہے۔ اسلام آپؐ کے جسد اطہر سے پھوٹا۔ اتباعِ رسولؐ کا تعلق آپ کے افعال و کردار سے ہے اور آپؐ ہی کے قدموں کے نشان بہشتِ بریں کا پتہ دیتے ہیں۔ آپؐ کی سیرت کے آئینہ میں جنّت الفردوس نظر آتا ہے اور مرورِ حیات کی کہکشاں سے رضائے الٰہی کا نور برستا ہے۔ ابریق سراپائے اقدس سے ایسا آبِ حیات اُبلتا ہے، جس کے تشرب سے توحید کا وہ کیف ملتا ہے جس سے انسان ماسوٰی اللہ کو بھول کر صرف اللہ ہی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ بھولئے نہیں کہ غبارِ راہِ خیر الورٰی میں وادی سینا کا فروغ جھلکتا ہے اور احادیث وسنن کے ہیروں کی روشنی میں حورانِ جنّت شرابِ طہور کے ساغر لیے کھڑی نظر آتی ہیں ؎

رخشندہ تیرے حسن سے رخسار یقین ہے
تابندہ تیرے عشق سے ایمان کی جبین ہے

محبت پوشیدہ عمل ہے جبکہ اتباع ظاہر عمل ہے۔ اگر کسی کے دل میں محبت موجزن ہو تو اس کی اطاعت و اتباع کی شدت اس کی محبت کے مرتبے کو ظاہر کرے گی اور جس ہستی کا دل احترام شفاء قلب ہو اس کی اطاعت کا کیا مقام ہوگا۔ اگر محبت تخم ہے تو اطاعت اس کا پھل ہے۔ قلبی محبت غیر مرئی ہے مگر اتباع محبت کا چلتا پھرتا ثبوت ہے۔

شاہ کونین ﷺ کی اتباع دونوں جہاں کی ابدی سعادتوں کا خزینہ ہے۔ آپ ﷺ کی اتباع فرض ہے اور مشیت الٰہی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی محبت و اتباع حب الٰہی کی دلیل ہے۔ آپ ﷺ کی اتباع معمولی عمل نہیں بلکہ یہ دونوں جہاں میں فلاح کی ضامن ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اعلانِ نبوت کے بعد اب کوئی ایسا طریقہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہو۔ سوائے آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کے۔ آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ ہر پریشانی کی دوا ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو مصطفی ﷺ کی زندگی قرآن کی کھلی تفسیر ہے۔ قرآن کریم کے احکامات کی وہی تشریح اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول ہے جو آپ ﷺ نے اپنے اسوہ کامل میں فرما دی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ہر ادا و ہر حکم اللہ کی وحی کے مطابق اور اس کی مشیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ ﷺ کا دین کے کسی معاملے میں کوئی تشریعی حکم قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حرام و حلال کا اختیار دیا ہے۔ آپ ﷺ کے کسی حکم و اتباع کو دنیا جہاں کا کوئی آدمی بدل نہیں سکتا جو ایسا کرنے کی کوشش کرے گا وہ ظالم ہوگا اور بہت جلد اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔

حضور نبی کریم ﷺ سے کسی بھی بشری حالت میں حق جدا نہیں ہوا۔ آپ ﷺ کی وہ ذات کامل ہے کہ غمی و خوشی، دکھ و سکھ، گھر و بازار، سفر و حضر، جنگ و امن، محفل یاراں و منبر و محراب میں کوئی بات یا کوئی عمل حق کے علاوہ سرزد ہی نہیں ہوا۔ پس آپ ﷺ نے جو فرمایا وہ حق ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ پر قرب و عطائے خداوندی کی انتہا ہوئی۔ اب جو کوئی اللہ تعالیٰ کا قرب پانا چاہے گا وہ آپ ﷺ کی اتباع و محبت سے ہی پا سکے گا اور کوئی بھی فرد آپ ﷺ کے قرب میں کمی نہ کر سکے گا نہ کوئی کمی لا سکا ہے جو آپ ﷺ کی اتباع کرے گا وہ کامیاب ہوگا جو اتباع سے دور ہوگا نقصان اٹھائے گا۔

اتباع کا مفہوم و فرضیت:

اتباع کا مطلب ہے کہ جو کام آپ ﷺ کریں اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ فرمان

باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ (آل عمران:٣١)

''کہہ دیجیے! کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔''

یعنی اتباعِ رسول ﷺ کی وجہ سے تمہارے صرف گناہ ہی معاف نہیں ہوں گے بلکہ تم محب سے محبوب بن جاؤ گے۔ اور یہ کتنا اونچا مقام ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں ایک انسان کو محبوبیت کا مقام مل جائے۔

اس آیت کریم کے بہت سے شان نزول اور اسبابِ ورود ہیں۔ ایک سببِ نزول یہ بھی ہے کہ یہود کے سردار کعب بن اشرف نے دعویٰ کیا کہ ((نَحْنُ اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ)) ہم اللہ کی محبت میں بہت سخت ہیں، لہٰذا ((نَحْنُ أَحِبَّاءُ اللّٰهِ)) ہم اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ ❶

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ آیت اس شخص کا فیصلہ کر رہی ہے جو اللہ کی محبت کا دعوے دار تو ہے لیکن محمد ﷺ کی پیروی نہیں کرتا کہ ایسا شخص اپنے دعوائے محبت میں جھوٹا شمار ہوگا، یہاں تک کہ وہ اپنے تمام اقوال وافعال میں شرع محمدی اور دین نبوی کا متبع بن جائے۔'' ❷

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''یہ بات واضح رہے کہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے اسے اور اس کی موافقت کو ترجیح دیتا ہے، ورنہ اپنی محبت میں سچا نہ ہوگا، بلکہ وہ صرف محبت کا مدعی ہوگا۔ پس نبی ﷺ کی محبت میں وہی شخص سچا شمار ہوگا جس میں محبت کے آثار ظاہر ہوں اور اس پر سب سے پہلی چیز آپ ﷺ کی اقتداء، آپ ﷺ کی سنت کا التزام،

❶ تفصیل کے لیے دیکھئے: العجاب فی بیان الاسباب : ٢ / ٦٧٧.

❷ تفسیر ابن کثیر : ١ / ٤٧٧.

آپ ﷺ کے اقوال و افعال کی پیروی، آپ ﷺ کے اوامر کا بجالانا، نواہی (منع کیے گئے کام) سے رک جانا اور خوشی و غمی، آسائش وتنگی ہر حال میں آپ ﷺ کے احکام کوملحوظ رکھنا ہے۔اس کی دلیل باری تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ . . .﴾
(آل عمران:۳۱)[1]

حبِ الٰہی کا وسیلہ و ذریعہ صرف اور صرف آپ ﷺ کی اتباع و تابع داری ہے۔ آپ ﷺ کے طریقے اور سنن پر عمل کرنے سے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت وقربت نصیب ہوتی ہے۔ارشاد فرمایا:

﴿وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝﴾ (الاعراف : ۱۵۸)

''اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

پہلے آپ ﷺ پر ایمان کا حکم دے کر ساتھ ہی یہ فرمادیا کہ اسی نبی آخر الزمان ﷺ کی اتباع و پیروی کرو، اس لیے کہ ہدایت اسی میں مضمر ہے۔آپ ﷺ کی اتباع و پیروی سے ہٹ کر کوئی طریقہ اور کوئی راستہ ہدایت کا راستہ نہیں ہے، بلکہ وہ سارے کے سارے گمراہ راستے اور طریقے ہیں۔ گمراہی سے بچ کر ہدایت کی طرف آدمی صرف اور صرف قرآن اور آپ ﷺ کی سنن واحادیث پر عمل کرکے ہی آسکتا ہے، ان کے علاوہ جہالت اور گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ﴾ (الاعراف : ۱۵۷)

''وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔''

یعنی اہلِ کتاب کے پاس تورات وانجیل میں بھی آپ ﷺ کی صفات وعلامات ہیں کہ

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفى : ۲/ ۲٤.

آپ اُمّی ہیں، تو یہ اہل کتاب کے صالح لوگ اس رسول کی اتباع کرتے ہیں۔

﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾

(الحشر : ٧)

''اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لےلو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ۔''

یہ اصل اور عین ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں رک جاؤ۔ اپنی مرضی وخواہشات کو اس میں دخل نہ دو۔

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (الاحزاب: ٢١)

''بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے۔''

زندگی گزارنے کے لیے آپ ﷺ کی زندگی ہی بہترین طریقہ اور نمونہ ہے، آپ ﷺ کی زندگی اور سیرت کو دیکھتے جاؤ اور اپنی راہ متعین کرتے جاؤ، یہی اصل دین وہدایت ہے اور یہی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ ﴾

(الانفال: ٢٤)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اور رسول کی دعوت خوشی سے قبول کرو، جب وہ تمھیں اس چیز کے لیے دعوت دے جو تمھیں زندگی بخشتی ہے۔''

بہت واضح الفاظ میں یہ حکم دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ جب بھی تمھیں آواز دیں ان کی آواز پر فوراً لبیک کہو۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں بلایا، وہ نماز پوری کر کے آئے اور سلام کہا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اے ابی! میرے بلاوے کا جواب دینے سے تجھے کس چیز نے روکا، جب کہ میں نے تجھے بلایا تھا؟ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول! میں نماز میں تھا۔ تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: آئندہ میں ایسا نہیں

کروں گا۔ ❶

دنیا کی زندگی اور آخرت کی بہاریں آپ ﷺ کی آواز پر لبیک کہنے سے ہی میسر ہیں، لیکن اگر لوگ آپ ﷺ کی بات کا فوراً جواب نہ دیں اور اس پر فوراً حاضر نہ ہوں تو فرمایا:

﴿فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَآءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۚ﴾ (القصص : ٥٠)

''پھر اگر وہ تیری بات قبول نہ کریں تو جان لے کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔''

جو رسول اللہ ﷺ کی آواز سنتا ہے، آپ کی دعوت سنتا ہے، پھر آپ کی اتباع نہیں کرتا تو اس کے متعلق اللہ رب العزت نے یہ فرمادیا ہے کہ جان لو! یہ آدمی یقیناً اپنی خواہشات کا پجاری ہے، اپنی خواہشات کی اتباع کر رہا ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق اللہ رب العزت نے یہ قاعدہ بیان فرمادیا ہے کہ جو کوئی بغیر دلیل کے اور بغیر اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے تو اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوسکتا ہے؟ سب سے بڑا گمراہ وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں ان کی حدیث وسنت کے مقابلے میں اپنی خواہش ورائے کو لاتا ہے اور اسی کی پیروی کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بات کو چھوڑ دیتا ہے۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بھی یہ حکم ہوا:

﴿قُلْ لَّآ أَتَّبِعُ أَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝﴾
(الانعام: ٥٦)

''کہہ دیجیے میں تمھاری خواہشوں کے پیچھے نہیں چلتا، یقیناً میں اس وقت گمراہ ہوگیا اور میں ہدایت پانے والوں میں سے نہیں ہوں۔''

یعنی آپ ﷺ کو ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے لگنے سے اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر روک

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ما جاء فی فاتحة الکتاب، رقم: ٤٤٧٤.

دیا ہے کہ ایسا کرنے سے سیدھا راستہ چھوٹ جائے گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے بھی نہیں رہو گے۔

رسول اللہ ﷺ کی ذات اُسوۂ حسنہ ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴾ (الاحزاب: ۲۱)

''البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات بہترین نمونہ ہے، اس شخص کے لیے جو اللہ کی ملاقات کی اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہایت وضاحت سے فرمایا ہے کہ جو کوئی تم میں سے اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے اور آخرت پر بھی اس کا ایمان ہے اُسے چاہیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے۔ راہِ رسول اختیار کرے۔ صرف سنت اور حدیث پر عمل کرے۔ حضور ﷺ کے قول وفعل کو مشعل راہ بنائے۔ اپنے تمام اعمال کو خاتم النبیین ﷺ کے نمونہ کے مطابق ڈھالے۔ ہو بہو نقل بمطابق اصل ہو۔ پھر جو شخص رسول خیر الورٰی ﷺ کا راستہ اختیار نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے اپنے فرقے کی راہ پر گامزن ہے۔ کیا وہ اللہ کی ملاقات کا امیدوار ہے؟ وہ یوم آخرت کا آرزو مند ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں اچھی پیروی، اچھا نمونہ اس شخص کے لیے بتایا ہے جو اللہ تعالیٰ کا امیدوار اور یوم آخرت کا تمنائی ہے۔

راہِ رسول ﷺ کی نشاندہی:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے زمین پر ایک سیدھا خط کھینچا۔ پھر اس کے دائیں بائیں دو دو خط کھینچے اور درمیانی خط پر ہاتھ مبارک رکھ کر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ﴾ (الانعام : ۱۵۳)

''اور یہ کہ یہ میری سیدھی راہ ہے۔ پس اس راہ کی پیروی کرو اور مت اتباع کرو اور راہوں کی۔ پس متفرق کردیں گی تم کو اُس کی راہ سے۔''

یعنی حضور انور ﷺ نے درمیانی سیدھی لکیر پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا: یہ ہے اللہ کی راہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نشاندہی چاہی تو فرمایا: مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاصْحَابِی. ''جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ''۔

مطلب واضح ہے کہ جس راہ پر حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم چل گئے ہیں۔ یعنی راہِ سُنّت اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم، یہی ایک راہ سیدھی راہ ہے جو جنّت الفردوس کو جاتی ہے۔ اس راہ کے سوا اگر اور راہوں پر چلو گے تو یہ راہیں تم کو اُس راہ سے جدا کردیں گی۔ شاہراہ سرورِ رسولاں ﷺ سے ہٹا دیں گی۔ ان راہوں پر کھڑے شیاطین تم کو فرقہ بندیوں کی راہوں پر لاکر ہلاک کردیں گے۔ لہٰذا بچو ان راہوں سے اور سُنّت کے نور میں سدا گام فرسا رہو ؎

گر نقش قدم تیرے مشعل نہ بنے ہوتے
راہرو بھی لٹا ہوتا، راہبر بھی لٹا ہوتا

فرائض کی بجا آوری اتباعِ رسول ﷺ پر موقوف ہے:

دین اسلام جو آسمان سے اترا ہے، ایک حقیقت اور اصل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ (آل عمران: ۱۹)

''بلاشبہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔''

اب دین اسلام پر عمل کے لیے طریقہ یا راستہ چاہیے تو یہ راستہ حضور ﷺ کی سُنّت ہے۔ آپ ﷺ کے طریقہ کے مطابق عمل کرنا اتباع رسول ہے اور آپ کے راستے کو مذہب کہتے ہیں تو مسلمان کا دین اسلام ہوا اور مذہب آپ کی سُنّت، آپ کا طریقہ ہے۔ کیونکہ ہر حکم

خداوندی کی عملی صورت حضورؐ ہی کے قول وفعل سے ملتی ہے۔ مثلاً قرآن کہتا ہے: ''نماز قائم کرو۔'' یہ حکم دے کر قرآن خاموش ہے کہ کس طرح نماز قائم کی جائے؟ ہاں! قرآن نے یہ بتادیا ہے کہ نماز قائم کرنے کا طریقہ رسولِ رحمت ﷺ سے لے لو۔ چنانچہ نماز قائم کرنے کا مکمل طریقہ حدیث شریف میں موجود ہے۔ اب جو شخص حضور ﷺ کے بتلائے اور کر کے دکھائے ہوئے طریقے کے مطابق نماز پڑھے گا، گویا وہ رسولؐ کی اتباع کا حق ادا کرے گا اور اُس کی نماز عنداللہ مقبول ہوگی۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ [1] ''پڑھو نماز جس طرح دیکھتے ہو تم کہ میں نماز پڑھتا ہوں۔'' یعنی ہو بہو میری طرح میرے طریقے پر نماز پڑھو۔ لہٰذا قرآن پر عمل کرنے کے لیے طریقہ، قاعدہ اور راستہ صرف حضرت محمد ﷺ کا ہی لازمی ہے۔ سُنّت کی سند کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوگا۔ کسی بھی قرآنی حکم کی غیر مسنون تعمیل یقیناً مردود ہے۔

تو حضور ﷺ کا یہ ارشاد عین درست اور موافق قرآن مجید ہے کہ ''خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ ﷺ'' ''تمام راستوں سے بہترین راستہ حضرت محمد ﷺ کا ہے۔'' گویا کہ تمام فرائض کی بجا آوری اتباعِ رسولؐ پر ہی موقوف ہے اور یہی عین اسلام ہے۔

تقلید شخصی کی مے کے عادی بھائیوں کی خدمت میں ہماری درخواست ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں اقوال آئمہ کو لیں۔ اگر کوئی قولِ امام حدیث کے خلاف ثابت ہو جائے تو اس قول کو حدیث کے مقابلہ میں چھوڑ کر اس کے خلاف امام کے قول پر عمل کر لیا تو اس نے ایمان کا بھانڈا بغاوتِ رسولؐ کے چوراہے میں پھوڑ دیا۔ پکّا بے ایمان اور منافق ہو گیا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی آواز پر اُمتی کی آواز کو بلند کرنے سے اُس کے دین و ایمان کی عمارت دھڑام سے زمین پر آ گرتی ہے اور اس کھنڈر اور خرابے میں خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو دل سے ماننے اور آپؐ کی رسالت کے نور میں زندگی گزارنے والے تو حضورؐ کے اشارۂ ابرو پر دنیا و مافیہا قربان کرتے ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأذان، رقم: ٦٣١.

کیا خوب کہا ؎

فَاِنَّ أَبِیْ وَوَالِدَہٗ وَعِرْضِیْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْکُمْ وَقَاءُ

''یعنی میرے باپ دادا اور میری اولاد اور میری عزت و جان سب کچھ محمدؐ کی عزت پر قربان ہے۔''

حضرت محمد ﷺ کی ذات اتنی محبوب اور پیاری ہے کہ ساری امت آپؐ کی گردِ راہ ہے ؎

ہر دو گیتی گردِ خاک پائے تُست
در گلیمے خفتۂ چہ جائے تُست

(شیخ عطار)

لہٰذا یاد رکھیے! کہ خواجہ کونین ﷺ کی گفتار کے ہیرے کو دانستہ آنکھوں سے پرے ہٹا کر غیر نبی کی بات پر عمل کرنا تو عاقبت برباد کرنا ہے۔ اگر گل حدیث سے مشامِ جاں کو معطر کر لینے کے بعد کسی ''مصنوعی پھول'' کی طرف آنکھ اٹھے تو بھی یہ بصارت ایمانی بصیرت سے عاری ہے۔ رسالت کو دل سے قبول کرنے والے مردِ مومن کو حدیث کے مہر نیمروز میں امتیوں کے اقوال کے ٹمٹماتے دیئے نظر ہی نہیں آتے کہ خواجہ بدر و حنینؐ کے حسن کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے کوئی حسن پیدا ہی نہیں کیا۔ آپؐ جیسا حسین اولادِ آدم میں کوئی پیدا ہوا ہی نہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے صوری اور معنوی حسن کا حال پوچھئے ؎

وَأَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ
وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَأَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

''یعنی آپ سے زیادہ حسین چہرہ میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں اور آپؐ سے زیادہ جمال والا کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ آپ ہر عیب سے مبرا اور پاک ہو کر دنیا میں

تشریف لائے ہیں، گویا آپ اپنی منشا کے مطابق تخلیق کیے گئے۔''
فضل شاہ گجراتی نے کہا ہے ؎

جدوں ویکھن میرے سوہنے نوں
سوہنے شرمندہ ہندے نیں
بجھ جاندی لاٹ چراغاں دی
لنگھ جدھروں بدر منیر گیا

کسی شاعر نے اس حقیقت کو کچھ یوں بیان کیا ہے ؎

سوہنا تیں جیہا نہ کوئی ویکھیا میں
ناہیوں جمیاں ماؤ جہاں اندر
بنا عیب تھیں جمیوں پاک پیارے
تیری مرضی اے جیویں بنان اندر

تو پھر بتایئے! ایسے صاحب حسن و جمال، معصوم عن الخطأ رسول ﷺ کے حسین قول کے مقابلہ میں اُمتی کے قول کو حسین قرار دینا اپنے دین و ایمان کا جنازہ نکالنا نہیں تو اور کیا ہے.....؟

لرز گئی ہیں شبستان وقت کی شمعیں
حرا سے نکلا ہے خورشید روشنی کے لیے

لہٰذا یاد رکھیے! حضور کا مقام و مرتبہ تو تمام انبیاء و رسل علیہم السلام سے بھی بلند و بالا ہے کہ وہاں تک کوئی رسول اور نبی پہنچا ہی نہیں۔ آفتاب نبوت محمدیہ کی روشنی میں نہ کوئی چاند ہی کام دے سکتا ہے۔ نہ کوئی ستارا، نہ دیا، نہ کوئی ٹمٹماتا چراغ، کیونکہ جناب سیّد المرسلین ﷺ تمام اولادِ آدم کے مقتدا اور سب کے لیے واجب الاتباع ہیں ؎

یہ کہکشاں تیرے قدموں کی دھول ہے شاید
یہ مہر و مہہ تیرے ذرّاتِ رہگذر ہوں گے
(ثمر)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآنی آیات میں حکم اتباع کو ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے موجود پاتے تھے۔

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (الانعام: ۱۵۳)

''اور بے شک! یہی میری سیدھی راہ ہے، لہٰذا اسی پر چلتے رہو اور دوسری راہوں پر نہ چلو۔ ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا کر جدا جدا کر دیں گی اللہ تعالیٰ نے تمہیں انہیں باتوں کا حکم دیا ہے شاید کہ تم گمراہی سے بچ جاؤ۔''

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جذبہ اتباع:

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، فرماتے ہیں:

((لَسْتُ تَارِکاً شَیْئاً کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَعْمَلُ بِهٖ إِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ. فَإِنِّیْ أَخْشَیْ إِنْ تَرَکْتُ شَیْئًا مِنْ اَمْرِهٖ اَنْ اَزِیْغَ.)) ❶

''میں کسی بھی ایسے کام کو نہیں چھوڑ سکتا جسے رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں کرتے رہے ہوں، بے شک مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کسی امر کو چھوڑ کر سیدھے راستے سے بھٹک نہ جاؤں۔''

پروانے کو چراغ، بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

امیر عمر رضی اللہ عنہ کا انداز اتباع:

یہ امیر عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَأَعْلَمُ اِنَّكَ حَجَرٌ لَاتَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّی رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اسْتَلَمَكَ مَااسْتَلَمْتُكَ.)) ❷

❶ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، رقم: ۳۰۹۳۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا صدقةٌ، رقم: ۴۵۸۲.

❷ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الرمل فی الحج والعمرة، رقم: ۱۶۰۵.

''اللہ کی قسم مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ تو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ کوئی نقصان، اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔''

حضرت ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا امت کو درس اتباع:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے تھے:

((عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ وَالْإِسْتِقَامَةِ وَاتَّبِعْ وَلَا تَبْتَدِعْ.)) ❶

''اپنے اوپر تقویٰ اور استقامت کو لازم کرو، اور نبی اکرم ﷺ کی سنت کی پیروی کرو اور بدعتی نہ بنو۔''

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فَقَدْ كُفِيْتُمْ.)) ❷

''سنت کی پیروی کرو اور بدعتی نہ بنو، پس تحقیق وہ سنت ہی تم کو کفایت کر دے گی۔''

نیز فرماتے ہیں:

((اِنَّا نَقْتَدِي وَلَا نَبْتَدِئُ وَنَتَّبِعُ وَلَانَبْتَدِعُ وَلَنْ نَّضِلَّ مَا تَمَسَّكْنَا بِالْأَثَرِ.)) ❸

''بے شک! ہم اقتداء کریں گے اور ابتداء نہیں کریں گے، (یعنی بذات خود کام شروع نہیں کریں گے) اور ہم پیروی کریں گے اور نئی بات (بدعت) کو نہیں مانیں گے اور جب تک ہم احادیث کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں گے ہرگز گمراہ نہیں ہوں گے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ:

یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں ان سے عبید بن جریج نے پوچھا:

❶ سنن دارمی، المقدمة، حديث نمبر : ١٤١.
❷ سنن دارمی، باب فی کراهة اخذالرأی، رقم : ٢١١.
❸ شرح أصول الإعتقاد أهل السنةللإمام لالكائی ١ /٨٦، برقم: ١٠٦.

((يَا أَبَا عَبْدِالرَّحْمَنِ! رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ وَمَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ؟ قَالَ: رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِيَّيْنِ، وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ، وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ، وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ قَالَ عَبْدُاللهِ: أَمَّا الْأَرْكَانُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَّيْنِ، وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النَّعْلَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا، وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا فَأَنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا، وَأَمَّا الْإِهْلَالُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ.))[1]

''اے ابوعبدالرحمن! میں آپ کو چار کام کرتے دیکھتا ہوں، آپ کا کوئی ساتھی یہ نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا: میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ (دوران طواف میں) بیت اللہ کے صرف دو کونوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کو چھوتے ہیں، اور آپ کو دیکھا ہے کہ آپ چمڑے کی جوتی پہنتے ہیں جس پر بال نہیں ہوتے، اور آپ کو دیکھا ہے کہ زرد رنگ استعمال کرتے ہیں، (کپڑوں میں یا بالوں میں بطور خضاب کے) اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ جب آپ مکہ میں ہوں تو لوگ چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں مگر آپ آٹھویں ذوالحجہ کو احرام باندھتے

[1] صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین فی النعلین ولا یمسح علی النعلین، رقم: ١٦٦۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان ان الافضل ان یحرم حین......، رقم: ١٨٧.

ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: جہاں تک (دوران طواف میں) ارکان کو چھونے کا تعلق ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ صرف دونوں ارکان ہی کو چھوتے تھے۔ اور بے بال والے چمڑے کے جوتے...... تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ کا جوتا ایسے چمڑے کا ہوتا تھا جس پر بال نہ ہوتے تھے...... تو میں ایسے ہی جوتے پہننا پسند کرتا ہوں اور رہا زرد رنگ کا...... تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ اس سے رنگتے تھے لہٰذا میں بھی اس سے رنگنا پسند کرتا ہوں۔ رہا تلبیہ...... تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا۔''

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ہر عمل اتباع رسول ﷺ کا آئینہ دار تھا انہوں نے اپنے ہر عمل پر کہا کہ میں یہ ایسا اس لیے کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔

یہ مزاج فقط حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا نہیں تھا۔ بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی مزاج تھا جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے:

((عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: اتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنِّيْ اتَّخَذْتُ خاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَنَبَذَهُ، قَالَ: اِنِّيْ لَنْ أَلْبَسَهُ أَبَدًا فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ.)) [1]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ نبی ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تو تمام لوگوں نے بھی (نبی ﷺ کو دیکھ کر) سونے کی انگوٹھی بنوالی۔ (ایک دن) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے (یہ) سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی، اس کے بعد نبی

[1] صحيح بخارى، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بأفعال النبى ﷺ، رقم: ٧٢٩٨.

مکرم ﷺ نے اس کو پھینک دیا اور فرمایا: میں اب اس کو کبھی نہیں پہنوں گا۔ تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت امیہ بن عبداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم عام (حالات یعنی حضر کی) نماز کا حکم تو قرآن میں ملاحظہ کرتے ہیں لیکن صلاۃ الخوف اور صلاۃ السفر کا تذکرہ قرآن میں نہیں ہے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا:

((ابْنَ أَخِيْ، اِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ بَعَثَ اِلَيْنَا مُحَمَّدًا ﷺ وَلَا نَعْلَمُ شَيْئًا، فَاِنَّمَا نَفعَلُ كَمَا رَأَيْنَا مُحَمَّدًا ﷺ يَفْعَلُ.))[1]

''اے میرے بھتیجے! اللہ تعالیٰ نے جب محمد ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا تو ہمیں کچھ معلوم نہ تھا۔''

یعنی ہم نے اپنی عقلوں کی لگام اب محمد ﷺ کے ہاتھ میں دے دی ہے جب چاہیں جہاں چاہیں روک دیں۔ ہماری محبت اور ان کا حق یہ کہتا ہے کہ ان کے ہر قول وفعل میں حکمت ہے بس ان کی اتباع و پیروی کیے جاؤ۔

الحاصل ان تمام آیات، احادیث اور آثار سے نبی کریم ﷺ کی اتباع کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ پس حضور انور ﷺ کے اقوال ہر وقت آپ کے سامنے رہنا چاہیے۔ سُنّت اور حدیث کے نور سے کوئی نور اچھا نہیں۔ پھر بجھا دو تمام دیوؤں کو، گل کر دو تمام چراغوں کو کہ اسوۂ رسول کا آفتاب، سُنّت اور حدیث کا سورج آپ کے سر پر چمک رہا ہے ؎

نشان رشد و ہدایت، جہان رحمت وجود
میرے رسولؐ کا اُسوہ، میرے نبیؐ کا وجود

---

[1] مسند احمد: ۲/ ۹۴، رقم: ۵۶۵۰.

چوتھا حق

اختلافی امور میں نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع

نبی کریم ﷺ کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ اختلافی امور میں رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے۔ انسان ہونے کے ناطے، اختلافِ طباع اور اختلافِ فہم کی وجہ سے اعمال وافعال میں ایک دوسرے سے اختلافِ رائے ہوسکتا ہے اوراس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی محفوظ ومامون نہ تھے۔ لیکن ایسی صورتِ حال میں اختلاف کا حل کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کے ہاں سمجھتے تھے، یہی سبیل المؤمنین ہے اور اگر اختلافی امور میں رجوع اِلی اللہ اور رجوع اِلی الرسول ﷺ نہیں ہوگا تو اختلاف وتنازعات ختم کرنا خام خیالی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ (النساء: ۵۹)

''پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ اور رسول کی طرف''

بلکہ آپ ﷺ کے فیصلہ کو دل کی گہرائیوں سے ماننے کا نام ایمان ہے اور لیس وراء ذلك مثقال خردل من الایمان، ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝﴾ (النساء: ۶۵)

''پس قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔ پھر جو فیصلہ آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔''

اس آیت کا ایک سبب نزول یہ ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا (جو رسول اللہ ﷺ کے

پھوپھی زاد تھے) اور ایک آدمی کا کھیت کو سیراب کرنے والے نالے کے پانی پر جھگڑا ہوگیا۔ معاملہ نبی کریم ﷺ تک پہنچا۔ آپ ﷺ نے صورتِ حال کا جائزہ لے کر جو فیصلہ دیا تو وہ اتفاق سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں تھا، جس پر دوسرے آدمی نے کہا کہ آپ ﷺ نے یہ فیصلہ اس لیے کیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کا پھوپھی زاد ہے۔ چنانچہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

دوسری ایک روایت میں شانِ نزول یہ مروی ہے کہ دو شخص اپنا جھگڑا لے کر دربارِ محمدی میں آئے۔ آپ نے فیصلہ کر دیا لیکن جس کے خلاف فیصلہ تھا، اس نے کہا حضور ﷺ آپ ہمیں حضرت عمر کے پاس بھیج دیجیے۔ آپ نے فرمایا: بہت اچھا، ان کے پاس چلے جاؤ، جب یہاں آئے تو جس کے موافق فیصلہ ہوا تھا اس نے سارا ہی واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس دوسرے سے پوچھا، کیا یہ سچ ہے؟ اس نے اقرار کیا۔ آپ نے فرمایا: اچھا تم دونوں یہاں ٹھہرو میں آتا ہوں اور فیصلہ کر دیتا ہوں، تھوڑی دیر میں تلوار تانے آگئے اور اس شخص کی جس نے کہا تھا کہ حضرت ہمیں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیجیے، گردن اڑا دی۔ [2]

ایک اور آیت قرآنی میں ہے:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ﴾ (الشوریٰ : ۱۰)

''یعنی اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہوجائے، اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے۔''

مطلب یہ ہوا کہ نبی ﷺ کی بات یا فیصلے سے اختلاف تو دور کی بات، دل میں کھٹک، تنگی اور انقباض بھی محسوس کرنا ایمان کے منافی ہے۔

---

[1] صحيح بخاری، كتاب التفسير، رقم : ٤٥٨٥.

[2] تفسير ابن كثير: ١/ ٧١٠، طبعه مكتبه قدوسيه، لاهور.

اختلافی مسائل میں نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع نہ کرنے کا انجام:

اور جو فیصلہ آپ ﷺ فرمادیں اس کو قبول کرنا اور اپنے دل میں کوئی کھٹک، تنگی اور خلجان محسوس نہ کرنا ایک مؤمن کی شان ہے۔ اور اگر ایمان کی کیفیت ایسی نہ ہو بلکہ مخالفت کا داعیہ پیدا ہو تو یہ ایمان کی کمی بلکہ ایمان بالرسول سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے اور ایسے آدمی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۝۱۱۵﴾

(النساء: ۱۱۵)

”جو شخص راہِ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی رسول کا خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے۔ ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو، اور دوزخ میں ڈال دیں گے وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں ایسے لوگوں کے لیے شدید وعید ہے جو اختلاف کے وقت رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی طرف اپنے اختلافی مسائل نہیں لوٹاتے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۶۳﴾ (النور: ٦٣)

”سنو! جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا دردناک عذاب نہ پہنچے۔“

بلکہ اس قبیح حرکت کو منافقین کی عادت بتایا گیا ہے، جس کی بابت ارشاد فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۶۰ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ

أَنزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنٰفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾

(النساء: ٦٠ تا ٦١)

''اے پیغمبر! کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا؟ کہ جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے۔ لیکن وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور کی گمراہی میں ڈال دے، ان سے جب کبھی کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام کی اور رسول کی طرف آؤ تو آپ دیکھ لیں گے کہ یہ منافق آپ سے منہ پھیر کر رو کے جاتے ہیں۔''

اور اس سے شدید وعید مندرجہ ذیل آیت میں ہے۔ ارشادِ ربِ کریم ہے:

﴿وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٤٨﴾ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾﴾

(النور: ٤٨ تا ٥٠)

''جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے جھگڑے چکا دے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے۔ ہاں! اگر انہی کو حق پہنچتا ہو تو مطیع و فرمانبردار ہو کر اس کی طرف چلے آتے ہیں کہ ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ یا یہ شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں، یا انہیں اس بات کا ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان کی حق تلفی نہ کریں، بات یہ ہے کہ یہ لوگ خود ہی بڑے ظالم ہیں۔ ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کر دے وہ کہتے ہیں کہ ہم

نے سنا اور مان لیا یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرٰى اِخْتِلَافاً كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ.)) ❶

”تم میں سے جو (میرے بعد) زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، پس تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا۔“

اللہ کے رسول ﷺ بقیدِ حیات ہوں تو آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ مرجع ہے اور آپ ﷺ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کی حدیث کی طرف رجوع کیا جائے یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا حق ہے۔

اختلاف کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ عمل:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں یہ بات نمایاں طور پر ملتی ہے کہ جب ان کے درمیان کسی مسئلے میں اختلاف ہوتا تو حدیث رسول ﷺ ملتے ہی وہ اختلاف فوراً ختم کر دیتے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کو غسل دینے، دفن کرنے اور خلیفہ منتخب کرنے کے متعلق اختلاف ہوا۔ لیکن جونہی حدیث رسول ﷺ ان کی سماعت سے ٹکرائی، انہوں نے سر تسلیم خم کر لیا اور اپنے اختلاف کو ختم کر دیا۔ اور حدیث رسول ﷺ کو مان لیا اور بحث تکرار کی بساط لپیٹ دی۔ اس کے علاوہ چند ایک اور گلہائے عقیدت کی تابانیاں ملاحظہ کیجیے۔

حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دربار خلافت میں ایک عورت (جو کسی میت کی دادی یا نانی تھیں) آئیں اور آ کر کہا کہ مرنے والے کی وراثت سے میرا حصہ دلوائیے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((مَالَكِ فِيْ كِتَابِ اللهِ شَيْءٌ، وَمَا عَلِمْتُ لَكَ فِيْ سُنَّةِ

❶ سنن ترمذی، کتاب العلم، باب الأخذ بالسنة واجتناب البدعة، رقم: ٢٦٧٦۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

رَسُوْلِ اللّٰهِ شَيْئًا فَارْجِعِيْ حَتّٰى اَسْأَلَ النَّاسَ.))

''تمہارے لیے قرآن مجید میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ ہی سنت رسول ﷺ میں تمہارا حصہ میرے علم میں ہے۔ بلکہ فی الحال آپ چلی جائیں حتیٰ کہ میں لوگوں سے اس بارے پوچھ گچھ کرلوں۔'' جب آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

((رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَعْطَاهَا السُّدُسَ، فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ؟ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُوْبَكْرٍ.))

''میری موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے نانی (یا دادی) کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تمہارے ساتھ اور بھی گواہ ہے؟ تو سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر وہی بات دہرائی جو پہلے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہہ چکے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے مطابق اس عورت کو چھٹا حصہ دلوا دیا۔'' [1]

جناب سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ:

((اَلدِّيَّةُ لِلْعَاقِلَةِ، وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَّةِ زَوْجِهَا شَيْئًا، حَتّٰى قَالَ لَهُ الضَّحَاكُ بْنُ سُفْيَانَ: كَتَبَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أُوَرِّثَ امْرَأَةَ أُوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضِّبَابِيْ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا)) [2]

---

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الفرائض، باب فی الجدة، رقم: ۲۸۹٤۔ سنن ابن ماجه، ابواب الفرائض، باب میراث الجده، رقم: ۲۸۲٤.

[2] سنن ابن ماجه، ابواب الدیات، باب المیراث من الدیة، رقم: ۲٦٤۲۔ سنن ابوداود، کتاب الفرائض، باب فی المرأة ترث من دیة زوجها، رقم: ۲۹۲۷۔ سنن ترمذی، رقم: ۱٤۱٥۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

’’دیت عاقلہ کو ملے گی اور عورت کو اپنے خاوند کی دیت (خون بہا) سے ترکے و وراثت والا حصہ نہیں ملے گا حتیٰ کہ سیدنا ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں خط لکھ کر بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے جناب اشیم الضبابی کی بیوی کو اس کے خاوند کی دیت سے حصہ دلوایا تھا۔ (تو تب عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً رجوع فرمالیا)۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ حاملہ بھی ہو تو اسے وضع حمل اور عدت وفات میں سے جو طویل ہو اس کے مطابق عدت گزارنی چاہیے۔ لیکن سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے وضاحت کی کہ میں اپنے خاوند کی وفات کے وقت حاملہ تھی تو رسول اللہ ﷺ نے وضع حمل ہی کو عدت قرار دیا تھا۔ چنانچہ حضرت علی وابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی رائے سے رجوع کرلیا۔ [1]

اسی طرح سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ جنبی آدمی جب تک غسل نہ کرے روزہ نہیں رکھ سکتا، مروان بن حکم نے اس قضیہ کی تحقیق کے لیے ام المومنین سیدہ ام سلمہ اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب کیا۔ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ غسل فرمانے سے پہلے روزہ رکھ لیتے تھے، پھر غسل کرنے کے بعد نماز ادا فرماتے، اس عمل سے آگہی کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا موقف چھوڑ دیا اور عمل رسول کی طرف رجوع کرلیا۔ [2]

یہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم کے چند ایک واقعات تھے ورنہ کتب احادیث میں اس قسم کے واقعات انتہائی وافر مقدار میں موجود ہیں۔

دورِ تابعین کا ایک قابل غور واقعہ:

اس کے بعد دور تابعین کی طرف نظر مبذول کریں تو ان میں ہر عام وخاص ہمیں اس

---

[1] سنن النسائی، کتاب الطلاق، باب عدة الحامل المتوفی عنها زوجها، رقم ۳۵۳۹۔ محدث البانی نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صحة صوم من طلع علیه الفجر وهو جنب، رقم: ۱۱۰۹۔

طریقہ پر گامزن نظر آتا ہے اس کے لیے یہاں صرف ایک قابل فکر واقعہ نقل کرتے ہیں۔
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ درس حدیث دے رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ آپ قرآن کا درس دیا کریں کیونکہ آپ ہمیں احادیث سناتے ہیں جن کی بنیاد قرآن میں نہیں ہوتی۔ اس پر حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا (آپ رضی اللہ عنہ) فرمانے لگے: کیا تو اور تیرے ہم نوا قرآن پڑھتے ہیں؟ ذرا مجھے نماز کی تفصیلات سے آگاہ کرو کہ اس کے آداب وحقوق کیا ہیں؟ نیز سونے، چاندی، اونٹ، گائے اور دیگر اصناف مال کی زکوٰۃ کے بارے میں بھی بتاؤ کہ ان کا کیا نصاب ہے؟ آپ حضرات تو اس وقت موجود نہ تھے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کی مجالس میں شرکت کی ہے جس میں ہمیں ایسے مسائل سے آگاہی ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز کے فرائض وواجبات اور زکوٰۃ کے نصاب وحقوق سے آگاہ فرمایا۔

سائل نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی تقریر سن کر کہا کہ آج آپ نے میرا دل زندہ کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو حیات جاوداں بخشے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب وہ آدمی فوت ہوا تو مسلمانوں کے ہاں وہ بہت بڑا فقیہ تھا۔ [1]

یعنی حدیث رسول کی عظمت کو جان کر اپنی زندگی کے دھارے ہی کو بدل لیا۔

---

[1] مستدرك حاكم كتاب العلم: ١/ ١٠٩ و ١١٠، رقم ٨٨٢.

پانچواں حق

رسول کریم ﷺ کی کسی معاملہ میں مخالفت نہ کی جائے

آپ ﷺ کے حقوق میں سے پانچواں حق یہ ہے کہ کسی بھی معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت نہ کی جائے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی مخالفت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے فتنہ اور عذاب الیم سے ڈرایا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾ (النور:٦٣)

''سنو! جو لوگ حکمِ رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔''

یعنی تمہاری تمام پریشانیوں، مصیبتوں، آفتوں اور دکھوں کی وجہ صرف ایک ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہو۔ آپ ﷺ کی حکم عدولی کر کے تم کسی صورت بھی سکھ اور چین سے زندہ نہیں رہ سکتے، فرمایا:

﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ﴾ (النور : ٦٣)

''رسول کے بلانے کو اپنے درمیان اس طرح نہ بنالو جیسے تمہارے بعض کا بعض کو بلانا ہے۔ بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرنا یا اعلانیہ بغاوت کرنا، جیسے سود کو حلال کرنا، ڈاڑھی اور پردہ وغیرہ کا مذاق اڑانا۔

آخرت میں عذابِ الیم کا بھی یہی سبب ہے کہ آپ ﷺ سے بے وفائی اور آپ ﷺ کے حکم کی علانیہ یا خفیہ نافرمانی کی جائے۔

ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا:

﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ط﴾ (الحج : ١١)

''اس نے دنیا اور آخرت کا نقصان اٹھایا۔''

اور یہاں صرف ڈرایا ہی نہیں بلکہ فی الواقع ایسا ہوا بھی ہے کہ آپ ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کو اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کسی مصیبت اور آزمائش میں مبتلا کر دیا۔ جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی آپ ﷺ کی موجودگی میں بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلْ بِيَمِيْنِكَ)) ''دائیں سے کھاؤ۔'' وہ کہنے لگا: ((لَا اَسْتَطِيْعُ)) ''میں اس سے نہیں کھا سکتا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا اسْتَطَعْتَ)) ''تو نہ ہی کھا سکے۔'' چنانچہ ایسے ہی ہوا اور واقعتاً اس کا دایاں ہاتھ مفلوج ہو گیا۔ [1]

دنیا و آخرت دونوں کی سزا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ النَّجْمَ فَسَجَدَ ، فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ إِلَّا سَجَدَ، إِلَّا رَجُلٌ رَأَيْتُهُ أَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصًى فَرَفَعَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ، وَقَالَ: هَذَا يَكْفِيْنِيْ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا بِاللّٰهِ.)) [2]

[1] صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامها، رقم ٢٠٢١.

[2] صحيح بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب مالقى النبى وأصحابه من المشركين بمكة ، رقم : ٣٨٥٣ـ صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب سجود التلاوة رقم : ١٢٩٧.

''نبی اکرم ﷺ نے سورہ نجم پڑھی اور سجدہ کیا، اس وقت آپ کے ساتھ تمام صحابہ کرام نے سجدہ کیا۔ صرف ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اپنے ہاتھ میں اس نے کنکریاں اٹھا کر اس پر اپنا سر رکھ دیا، اور کہنے لگا: کہ میرے لیے بس اتنا ہی کافی ہے۔ میں نے پھر اسے دیکھا کہ کفر کی حالت میں وہ قتل کیا گیا۔''

یہ آدمی امیہ بن خلف تھا جو بدر میں قتل کیا گیا۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ أَمْرِی.)) [2]

''اور جو شخص میرے حکم کی مخالفت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ذلت اور پستی مسلط کر دیتا ہے۔''

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہی ایک طویل حدیث مروی ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِیْنَ! خَمْسٌ اِذَا ابْتُلِیْتُمْ بِهِنَّ، وَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ أَنْ تُدْرِكُوْهُنَّ: لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِیْ قَوْمٍ قَطُّ، حَتّٰی یُعْلِنُوْا بِهَا، إِلَّا فَشَا فِیْهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِیْ لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِیْ اَسْلَافِهِمُ الَّذِیْنَ مَضَوْا. وَلَمْ یَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ إِلَّا أُخِذُوْا بِالسِّنِیْنَ وَشِدَّةِ الْمَؤُوْنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَیْهِمْ. وَلَمْ یَمْنَعُوا زَكَاةَ اَمْوَالِهِمْ، إِلَّا مُنِعُوْا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْ لَا الْبَهَائِمُ لَمْ یُمْطَرُوْا. وَلَمْ یَنْقُضُوْا عَهْدَ اللّٰهِ وَعَهْدَ رَسُوْلِهِ، إِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَیْرِهِمْ، فَأَخَذُوْا بَعْضَ مَافِیْ أَیْدِیْهِمْ. وَمَالَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ،

[1] فتح الباری: ٨/ ٦١٤.

[2] مسند احمد، رقم: ٥١١٤۔ احمد شاکر نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

وَيَتَخَيَّرُوْا مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ، إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ.))[1]

''اے مہاجرین کے گروہ! پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ، اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تم ان میں مبتلا ہو جاؤ۔ (اب ان پانچ باتوں کا بیان ہے) جب کسی قوم میں علانیہ فسق و فجور ہوتا ہے۔ (جیسے زنا، شرابِ خمر وغیرہ) تو ان میں طاعون آتا ہے، (یعنی وبٰاء) اور ایسی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں کہ اگلے لوگوں میں وہ بیماریاں کبھی نہیں ہوئی تھیں۔ اور جب کوئی قوم تول اور ماپ میں کمی کرتی ہے تو ان پر قحط اترتا ہے اور سخت مصیبت پڑتی ہے اور بادشاہِ وقت ان پر ظلم کرتا ہے۔ اور جب کوئی قوم اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتی تو اللہ تعالیٰ ان پر بارش روک دیتا ہے، اور اگر دنیا میں چوپائے نہ ہوتے تو بالکل بارش نہ ہوتی۔ اور جب کوئی قوم اللہ اور اس کے رسول کا عہد توڑتی ہے (یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی حدیث پر عمل کرنا چھوڑتی ہے) تو اللہ تعالیٰ ان پر ایک دشمن مسلط کرتا ہے جو ان کی قوم کا نہیں ہوتا اور ان کے ہاتھوں کے بعض مال کو وہ چھین لیتا ہے۔ اور جب مسلمان حاکم اللہ تعالیٰ کی کتاب پر نہیں چلتے اور اللہ نے جو نازل فرمایا اس کو اختیار نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کے اندر لڑائی ڈال دیتا ہے۔''

مخالفت رسول ﷺ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ردعمل:

اختلافی امور میں حدیث رسول ﷺ کو ترجیح نہ دینے کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جو طرز عمل ہمارے سامنے آتا ہے وہ نہایت ہی قابل نصیحت اور راہنمائے زندگی بنانے کے قابل ہے۔

جناب عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ اللہ سے نہیں ڈرتے کہ آپ حج تمتع کی رخصت دیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اے عروہ! تم اپنی

[1] سنن ابن ماجة ، كتاب الفتن ،باب العقوبات، رقم : ٤٠١٩۔ سلسلة الصحيحة رقم : ١٠٦.

والدہ سے پوچھ لو، عروہ کہنے لگے: حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے تو تمتع نہیں کیا، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((وَاللّٰهُ مَا اَرَاکُمْ مُنْتَهِیْنَ حَتّٰی یُعَذِّبَکُمْ اللّٰهُ نُحَدِّثُکُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ تُحَدِّثُوْنَا عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ؟))

''اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ تم باز آؤ گے یہاں تک کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو، ہم تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہیں اور تم اس کے مقابلے میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بات کرتے ہو؟''

اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((اَرَاهُمْ سَیَهْلِکُوْنَ، أَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَیَقُوْلُوْنَ: قَالَ أَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ؟))[1]

''میں سمجھتا ہوں کہ وہ عنقریب ہلاک ہو جائیں گے، میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا، اور یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے یوں کہا؟''

اور حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَمْنَعُوْا نِسَاءَ کُمُ الْمَسَاجِدَ اِذَا اسْتَأْذَنکُمْ اِلَیْهَا.))

''اگر تمہاری خواتین تم سے مساجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو تم انہیں منع نہ کیا کرو۔''

یہ حدیث سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے بلال کہنے لگے: (وَاللّٰهِ لَنَمْعُهُنَّ) ''اللہ کی قسم! ہم انہیں ضرور منع کریں گے۔'' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں شدید برا بھلا کہا، اتنا بُرا بھلا کہ میں نے آج تک انہیں کسی کو اتنا برا بھلا کہتے ہوئے نہیں سنا اور انہوں نے فرمایا:

---

[1] صحیح جامع بیان العلم وفضله لابن عبدالبر، ص: ۵۲۵.

((أُخْبِرُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَتَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ.)) ❶

''میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو، اللہ کی قسم! ہم انہیں ضرور منع کریں گے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان فرمائی کہ:

((ائْذَنُوْا لِلنِّسَاءِ بِاللَّیْلِ اِلَی الْمَسَاجِدِ.))

''عورتوں کو رات کے وقت مساجد جانے کی اجازت دے دیا کرو۔''

تو ان کے ایک بیٹے (جس کا نام واقد تھا) نے کہا:

((اِذَنْ یَتَّخِذْنَهٗ دَغَلًا.))

''تب تو وہ اسے خرابی کا ذریعہ بنالیں گی۔''

یہ سننا تھا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر مارا اور فرمایا:

((أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَتَقُوْلُ لَا.)) ❷

''میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کررہا ہوں اور تم کہتے ہو نہیں۔''

مذکورہ بالا واقعات سے معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی سُنّت کا علم ہوجائے تو پھر اس کی مخالفت کی کوئی گنجائش نہیں۔ نہ ہی حدیث کو ٹالنے کے لیے حیلے، بہانے اور مصلحتیں ڈھونڈنی چاہئیں، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث کو ٹالنے والے سے ناراضگی بھی روا ہے، اور یہ بات بھی پتھر کی لکیر کی طرح نہ مٹنے والی چیز جانیں کہ حضور ﷺ کی کوئی حدیث معمولی نہیں سمجھنی چاہیے۔ کیونکہ رحمت للعالمین ﷺ کی احادیث دین ہیں، مذہب ہیں، اللہ کے پاس پہنچانے والا راستہ اور جنّت کی راہ ہے ؎

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب خروج النساء الى المساجد اذا لم يترتب عليه فتنة وانها لا تخرج مطيبة، رقم: ٤٤٢.

❷ صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب خروج النساء الى المساجد......، رقم: ٤٤٢

تیری حدیث ہے اُمّ الکتاب کی تفسیر
تیری زبان بھی خدا کی زبان سے ملتی ہے

یاد رہے! کہ جو شخص حضرت محمد ﷺ کی احادیث کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے، بلکہ احادیث کی مخالفت میں عمل کرتا ہے، اس کو سوچنا چاہیے کہ یہ باتیں، یہ سنتیں، یہ احادیث جس ہستی نے فرمائی ہیں وہ ہستی کتنی اہم ہے، کتنی اونچی ہے، اس کا مقام کیا ہے؟ جب حضرت محمد ﷺ کی شان، ان کا مقام آنکھوں کے سامنے ہوگا تو پھر ان کے فرامین، سنن اور احادیث کی قدر بھی سامنے آجائے گی۔ کبھی نہ بھولئے کہ معمولی آدمی کی بات معمولی ہوتی ہے اور جو ہستی بعد از خدا بزرگ ہے، جس ہستی کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، جس کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے، جس کا گفتہ اللہ کا گفتہ ہے، جس کی زبان پر اللہ رب العزت بولتا ہے۔ جس کا نطق اللہ کی وحی ہے، جو سیّد ولد آدم ہے، جو نبیوں کا امام اور تمام رسولوں کا سردار ہے، جس کی دستک پہ جنّت کا دروازہ کھلے گا، جس کا قول اور فعل جنّت کا ضامن ہے۔ کہیے! ایسی شان والی ہستی کی باتیں معمولی کہہ کر ٹالنے کے لائق ہیں؟ اگر کسی نے حضور ﷺ کے ارشادات کو معمولی کہہ کر بے اعتنائی برتی یا ان کی مخالفت کی، تو گویا اس نے حضور ﷺ کو بھی (معاذ اللہ) معمولی انسان سمجھا اور یہ سمجھ کر ایمان برباد کرلیا۔ خبردار! آپؐ کی مخالفت سے اللہ ناراض ہوجاتا ہے۔ آپؐ کا مقام بڑا بلند ہے۔ اس لیے کہ ؏

حق جلوہ گرز طرزِ بیان محمدؐ است
آرے کلام حق بہ زبان محمد است

(غالب)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے یہ بات عقد الجید میں بالتصریح بیان کی ہے کہ جو کوئی حضور ﷺ کی راہ کی مخالفت کرتا ہے وہ صریحاً آپؐ کی سُنّت اور حدیث کے خلاف چلتا ہے۔ تیئس سال تک اپنے عمل سے جو راہِ ہدیٰ آپؐ نے تیار کی ہے، اس راہ سے ہٹ کر اور کوئی راہ اختیار کرتا ہے۔ مَا اَنَا عَلَیۡہِ کی شاہراہ سے داہنے اور بائیں جو پگڈنڈیاں ہیں ان میں سے کسی کی

پگڈنڈی پر چڑھ گیا۔ جب اس نے ایسا کرلیا تو یقیناً سبیل المومنین بھی اس سے چھوٹ گئی۔ جب کوئی حدیث مصطفیٰ سامنے آئے تو اس سے نفرت کرے، چڑے بلکہ حدیث پر عمل کرنے والوں کو بُرا جانے اور اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو، یہ درکِ اسفل کو پالینا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

((لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ))[1]

''اللہ کی قسم! میں نے تم کو روشن میدان میں چھوڑا ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عملی زندگی، اُسوۂ حسنہ، کردارِ اطہر، سیرتِ پاک، اخلاق فاضلہ، سنت مطہرہ اور حدیث اطیب کے نور سے سارا ماحول، روشن اور درخشاں ہوگیا۔ بعثت سے قبل جس طرح وہاں تاریکی ہی تاریکی تھی، روشنی کی کرن تک نظر نہیں آتی تھی۔ حضور ﷺ کی سُنّت وحدیث کا ایسا آفتاب چمکا کہ ظلمت کا نام ونشان نہ رہا۔ ہر جگہ اجالا ہی اجالا ہوگیا۔ پس جب حضور ﷺ دنیا سے رخصت ہونے لگے تو فرمایا: میں نے تمہیں روشن میدان میں چھوڑا ہے۔ یعنی نیکی ہی نیکی کا دور دورہ ہے۔ بدی اور شیطنیت کا نام ونشان نہیں رہا۔ یہ ہے میری چمکتی اور تاباں شاہراہ جس پر تم چل رہے ہو۔ یہاں دن ہی دن ہے۔ اجالا ہی اجالا ہے،نور ہی نور ہے۔

اور یہ رسول اللہ ﷺ ہی کا معجزہ ہے کہ پندرہ سو سال ہونے کو ہیں، اس وقت سے لے کر آج تک حضور ﷺ کی شاہراہ جوں کی توں روشن ہے۔ اُسوۂ حسنہ کا نور بدستور دمک رہا ہے۔ حدیث کی شمعیں جگمگ جگمگ کررہی ہیں۔ سُنّت کی قندیلوں کا نور شمس وقمر کو شرما رہا ہے۔ مہر نطق رسولؐ سر پر ہے۔ صدیاں بیت گئیں۔ احادیث کے گلزار سے جناب رحمۃ للعالمین ﷺ کے سانسوں کی خوشبو اب تک آرہی ہے ؎

گلزار کے سایوں میں وہی حشر برپا ہے
پھولوں سے ابھی تک تیری خوشبو نہیں جاتی

---

[1] سنن ابن ماجه، المقدمة، رقم : ٤٣۔ سلسلة الصحيحة، رقم : ٩٣٧.

لہٰذا یہ بات تو بالکل غضب الٰہی مول لینے والی ہے کہ صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے اس کے خلاف کسی امتی کے قول کو لیا جائے۔ دانستہ حدیث چھوڑ دی جائے اور غیر نبی کے قول کو لے لیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور سنن کی مخالفت کرنے والا اور ان سے اعراض برتنے والا بلاشبہ قیامت کے دن اندھا اٹھایا جائے گا۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرامین اور سنن کی مخالفت نہ کی جائے۔ بلکہ ہوبہو پیروی کی جائے۔ نقل بمطابق اصل کہ یہ ہی مومن کامل ہونے کی نشانی ہے اور یہی راہِ نجات ہے۔ کیونکہ سب مسلمانوں کو قرآن و حدیث کے چشمہ شیریں سے پینے کا حکم ہے۔ اگر نیک نیتی اور خلوص سے تمام مسلمان صرف ایک چشمہ ھدٰی سے ایمان کی پیاس بجھائیں تو مذہب کے اندر نہ تو کوئی اختلاف ہوسکتا ہے اور نہ جھگڑا اور ان کے گلزار حیات میں اتفاق و اتحاد، محبت اور اخوت کی بادِ بہار ہمیشہ چلتی رہے گی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی حال تھا کہ وہ صرف کتاب و سُنّت کے آبِ حیات سے ایمان میں جان ڈالتے تھے۔ انہوں نے کوئی جوہڑ، تالاب، تال اور آب گیر نہیں بنا رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بڑے متحد، متفق اور محبت و اخوت کے پیکر تھے۔ سب کے سب آپس میں یک جان دو قالب تھے۔ مذہبی جھگڑوں، تنازعات اور فرقہ بندیوں سے ناآشنا تھے۔ وہ قرآن پر مسنون طریقہ سے عمل کرنا چاہتے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی حکم پر اختلاف کا سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ آپؐ کی بات کے سامنے دم بخود رہتے۔ اور بس ؎

تاجدرا عالم بطحا کا جو فرمان تھا
کچھ نہ تھا اس کے سوا سُنّت تھی یا قرآن تھا
جب تلک یہ دیں مسلمانوں کا حرزِ جان تھا
اُن دنوں اقبال اُن کے در پہ اِک دربان تھا
(اقبالؒ)

آپ ﷺ کی نافرمانی کرنے والے سے مخاطب ہوکر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے

کہا ہے ؎

تَعْصِی الرَّسُوْلَ وَتَظْهَرُ حُبَّهُ
هٰذَا لَعَمْرِیْ فِی الزَّمَانِ بَدِیْعُ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ
لِأَنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعُ

”تو رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی بھی کرتا ہے اور ان سے محبت کا اظہار بھی کرتا ہے یہ تو آج کے دور میں ایک نئی چیز ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تُو رسول اللہ ﷺ کا فرماں بردار ہوتا، اس لیے کہ محبّ اپنے محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے۔“

چھٹا حق

ترک احداث

وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ''اور تمام برے کاموں سے بدترین نئے خودساختہ کام ہیں۔''

غبارِ کارِرواں میں جادۂ منزل نہ کھو جائے
ابھی میں راہزن کو رہنما محسوس کرتا ہوں
(ثمر)

رسول کریم ﷺ نے جو دین لوگوں کے سامنے پیش کیا اس میں عقائد و اعمال کا مکمل نمونہ موجود ہے، جس کو اختیار کرنے سے دُنیا و آخرت کی کامیابیاں و کامرانیاں مل سکتی ہیں، اس کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرنے سے دینوی اور اُخروی کامیابی خام خیال ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝﴾ (آل عمران : ۸۵)

''اور جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔''

دین اسلام مکمل ہو چکا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ﴾ (المائدة : ۳)

''آج کے دن پورا میں نے کیا تمہارے لیے تمہارا دین اور پوری کی تم پر نعمت

اپنی اور پسند کیا تمہارے لیے دین اسلام کو۔“

دین میں نئی چیزیں داخل کرنا:

دین اسلام مکمل ہو چکا ہے اور اتنا کامل اور اکمل ہوا ہے کہ اس سے زیادہ تکمیل ہو ہی نہیں سکتی۔ مثال کے طور پر یوں سمجھیں کہ پانی کا پیالہ اتنا بھرا ہوا ہے کہ ایک قطرہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر ایک قطرہ مزید ڈال دیں تو وہ پیالہ سے باہر نکل جائے گا۔ ہرگز پیالہ میں نہ سما سکے گا۔ اسی طرح اسلام اتنا کامل، اکمل ہو چکا ہے کہ اس میں امر اور نہی کے ایک نقطے کی ضرورت نہیں۔ ہدایت اور نیکی کی کسی زیر زبر کی حاجت نہیں۔ جب اللہ کہے کہ میں نے دین اسلام کو مکمل کر دیا تو پھر کیا باقی رہا؟ بے شک یہ کامل دین رحمت للعالمین ﷺ امت کو دے کر دنیا سے رخصت ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ایک رخصتانہ وعظ میں فرمایا۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً، ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ. فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَاَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا، فَقَالَ: اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَاِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ، فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.))[1]

---

[1] مسند أحمد : ٤/ ١٢٦۔ سنن أبوداؤد، كتاب السنة، رقم : ٤٦٠٧۔ سنن ترمذی، ابواب العلم، رقم : ٢٦٧٦۔ سنن ابن ماجة، المقدمة، رقم : ٤٢۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

''ایک روز رسول ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر ایسا درد بھرا خطبہ ارشاد فرمایا کہ ہم زار وزار رونے لگے اور ہمارے دل تھرا گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپؐ کا یہ (درد بھرا) خطبہ تو الوداعی خطبہ معلوم ہوتا ہے۔ پس ہمیں آخری وصیت تو بتاتے جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا سنو! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور (اپنے مسلمان سردار، حاکم کی بات) سننا اور فرماں برداری کرنا اگرچہ وہ (سردار) حبشی غلام ہو۔ میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ (دین میں) بڑے بڑے اختلافات دیکھے گا۔ خبردار! تم (اس وقت) میری جانی پہچانی سنتوں اور میرے ہدایت پائے ہوئے خلفائے راشدین کے طریقوں کو چمٹ جانا۔ خوب مضبوط پکڑنا اور دانتوں اور داڑھوں سے پکڑنا (کہ سُنّت چھوٹ نہ جائے) اور دین کے اندر نئے نئے کاموں سے بچتے رہنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی اس آخری نصیحت پر غور فرمائیں کہ حضور ﷺ نے جو کامل دین مسلمانوں کو دیا۔ اس کے بارے میں خاص طور پر یہ وصیت فرمائی کہ میرے خلفاء راشدین کے طور طریقوں کا اتباع کرنا۔ کیونکہ میرے خلفائے راشدین، میری ہی حدیثوں اور سنتوں کی مشعلیں روشن کرنے والے ہیں تو خبردار سُنّت اور حدیث کو خوب مضبوط پکڑے رکھنا۔ کیونکہ ہاتھ سے پکڑی ہوئی چیز کبھی بھی چھوٹ سکتی ہے۔ گر سکتی ہے۔ لیکن تم میری سنتوں کو نواجذ یعنی ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑنا کہ کبھی چھوٹ نہ سکیں۔ مرتے دم تک دانتوں میں رہیں۔ تازیست سُنّت پر عمل ہو۔ غرض ابتداء شعور سے لے کر تادمِ آخریں حدیث اور سُنّت کے نور میں گامزن رہے۔ اس لیے کہ سُنّت اور حدیث قرآن پر عمل کراتی ہیں۔ اب ایک اور خطرناک اور مہلک چیز سے حضور ﷺ نے بچنے کی تاکید کی۔ یہ وہ چیز ہے جو انسان کو گمراہ کر کے، دین سے ہٹا کر دوزخ میں لے جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا: وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ اور دین میں نئے نئے کاموں، نئی نئی باتوں سے بچتے رہنا۔ یعنی دین مکمل ہو چکا ہے کوئی مسئلہ باقی نہیں رہ گیا

ہے۔اس لیے دین کے اندر کوئی مسئلہ، کوئی کارِثواب خود بنا کر جاری نہ کرنا، کیونکہ یہ وہ کام ہیں جن کا نام و نشان حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں نہ تھا۔ پس یہ محدثات دوزخ کے انگارے ہیں۔جہنم کے شعلے ہیں۔ یہ جعلی سکے نری آگ ہے اور ان کو اختیار کر کے دنیوی و اخروی کامیابی نری خام خیالی ہے۔

ہر بدعت گمراہی ہے:

((وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.))

''اور دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔''

تو کب سے ہے اسیر سرابوں کے جال میں
نیلے سمندروں سے گھٹا کون لے گیا؟

حضور انور ﷺ نے فرمایا ''فَإِنَّ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا'' ''میرے دین میں نئے نکالے ہوئے کام تمام بُرے کاموں سے بڑھ کر بُرے ہیں۔'' گویا کہ آتش محدثات کی لپیٹ جہنم کی جھپٹ ہے ؏

اثاثہ چھین کر سب لے گئی فصل خزاں اپنا
وہاں کچھ زرد پتے ہیں جہاں تھا آشیاں اپنا

جیسا کہ حضور ﷺ نے دین میں نئے کاموں کے اجراء کو شر الامور قرار دیا ہے یعنی بدترین کام اور ان بدترین کاموں کو حضور ﷺ نے احداث اور بدعت کا نام دیا ہے۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بدعات ایسے کام ہیں کہ وہ دیکھنے میں بڑے نیک اور ثواب کے کام معلوم ہوتے ہیں۔اس لیے شرک آشنا اور بدعت نواز احبار و رہبان اور ان کے ہزاروں اتباع اور معتقدین فتراکِ احداث کے نخچیر بن جاتے ہیں۔ان محدثات الامور کو اپناتے اور ان پر فخر

کرتے ہیں ؏

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاکِ جادوئے سامری تو قتیل شیوۂ آذری
میں نوائے سوختہ درگلو، تو پریدہ رنگ رہیدہ بو
میں حکایت غم آرزو، تو حدیث ماتم دلبری
(اقبالؒ)

دین میں اضافے اور بدعت کی ممانعت ہے:

دین کے احکام ومسائل میں کسی قسم کا ردوبدل اور ترمیم واضافہ نہیں ہوسکتا، بلکہ غلبہ دین حصول رضائے الٰہی اور گمراہی سے بچنے کے لیے اسی دین میں مکمل مواد موجود ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی بدنصیب یہ سمجھتا ہے کہ اس میں اپنی طرف سے ترمیم واضافہ کی گنجائش ہے اور کچھ مسائل واحکام باقی ہیں جن کے بارے میں اپنی طرف سے نیکی اور بدی کا کوئی معیار اور کسوٹی تراشنے کی ضرورت ہے تو گویا اس نے باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ نعوذ باللہ رسول مقبول ﷺ نے خیانت کرتے ہوئے دین اسلام کو مکمل طور پر بیان نہیں کیا۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَنِ ابْتَدَعَ فِي الإِسْلَامِ بِدْعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا خَانَ الرِّسَالَةَ لِأَنَّ اللهَ يَقُوْلُ: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾)) [1]

”جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی اور اس کو وہ نیکی خیال کرتا ہے، تو تحقیق اس نے یہ گمان کیا کہ محمد ﷺ نے رسالت میں خیانت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ ”آج کے دن میں نے تم پر تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا ہے۔“

[1] كتاب الاعتصام للشاطبی: ۱/۴۹.

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا بھی اس بارے میں ارشاد گرامی ہے:

((اِذَا حَدَّثْتُكُمْ حَدِيْثًا فَلَا تَزِيْدُنَّ عَلَيْهِ.)) ❶

''جب میں تم کو کوئی حدیث بیان کروں تو اس پر زیادہ نہ کرو (یعنی اپنی طرف سے زیادتی نہ کرو)''۔

لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے جس طرح اپنی امت کو تعلیمات دیں، بعینہ اسی طرح ان کو بغیر کسی اضافہ اور ترمیم کے قبول کرنے کا نام اسلام ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ سے مروی اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَاتَرَكْتُ شَيْئًا مِمَّا اَمَرَكُمُ اللهُ بِهِ إِلَّا وَقَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ وَلَا شَيْئًا مِمَّا نَهَاكُمْ عَنْهُ إِلَّا وَقَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ.)) ❷

''اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا تم کو حکم دیا ہے میں نے اس کو نہیں چھوڑا مگر میں نے بھی اس کا تم کو حکم دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے تم کو کسی بھی چیز سے منع نہیں کیا لیکن تحقیق میں نے بھی تم کو اس سے روک دیا ہے۔''

آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

((اِنِّیْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَايَزِيْغُ عَنْهَا بَعْدِيْ إِلَّا هَالِكٌ.)) ❸

''میں نے تم کو ایسی سفیدی (روشنی) کی مثل پر چھوڑا ہے کہ جس کی رات بھی اس

---

❶ مسند احمد، رقم: ۱۹۶۱۸۔ شیخ حمزہ زین نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ سنن الكبرىٰ البيهقی: ۷/ ۷٦.

❸ سنن ابن ماجه، المقدمة، رقم: ۴۳۔ مسند احمد، رقم: ۱۷۱۲۴۔ کتاب السنة لابن ابی عاصم، رقم: ۳۳، ۵٦، ۴۸۔ مستدرك الحاكم: ۱/ ۹٦۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۹۳۷.

کے دن کی طرح ہے میرے بعد صرف گمراہ ہونے والا ہی اس سے کج روی اختیار کرے گا۔“

یہ ہلاکت کی نوید اس لیے سنائی گئی ہے کہ مبتدع اللہ تعالیٰ کے دین میں بدعت ایجاد کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا شریک و سہیم بناتا ہے کیونکہ شریعت کو اللہ تعالیٰ نے وضع فرمایا ہے، اور اگر کوئی خود تشریع (قانون سازی) کرتا ہے تو وہ اللہ کے حق میں اپنے تئیں شریک کرتا ہے، اسی لیے تو امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

((مَنِ اسْتَحْسَنَ فَقَدْ شَرَّعَ.))[1]

”جس نے اچھائی کو طلب کیا پس تحقیق اس نے شریعت بنائی۔“

لہٰذا دین کو من و عن قبول کرنے کا نام اسلام ہے اس میں کسی قسم کی لفظی و معنوی تبدیلی کی اجازت نہیں دی جا سکتی، نبی اکرم ﷺ کا وہ فرمان یاد فرمائیں جس میں آپ ﷺ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو ایک لفظ کی تبدیلی سے بھی روک دیا تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو اپنے بستر پر آنے لگے تو نماز کے وضو کی طرح وضو کر لے، پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ کر یہ (دعا) پڑھو:

((اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ.))

”اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیرے لیے مطیع کر دیا، اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا، اور میں نے تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے تجھے پشت پناہ بنایا، تیرے عذاب سے بچ کر جانے کی کوئی پناہ گاہ اور ٹھکانا نہیں، سوائے

[1] الاحکام للآمدی: ۲/ ۱۳۶۔ المستصفی للغزالی: ۱/ ۲۷۴۔

تیرے دامن رحمت کے میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور تیرے نبی پر جسے تو نے مبعوث کیا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس رات فوت ہو گیا تو تو فطرتِ اسلام پر ہو گا، اور ان کلمات کو اپنے آخری کلمات بنا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد میں نے ان کلمات کو رسول اللہ ﷺ پر دھرایا تو ((اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَرَسُوْلِكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ)) کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((وَنَبِيِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ.)) کہو۔ [1]

لہٰذا ہمیں ہر دینی معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو کامل و مکمل تسلیم کرنا چاہیے۔ بعض اپنی بدعات کو رواج دینے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ کیا حرج ہے یہ بھی تو نیکی کے کام ہیں، حالانکہ نیکی تمام کی تمام شریعت اسلامیہ میں واضح ہو چکی ہے، یاد رہے! کہ کسی بدعت سے منع کرنے پر جب لوگ یہ الفاظ کہتے ہیں کہ کیا حرج ہے؟ تو یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے۔ اس صورت میں اگر نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل کو اپنا لیں تو یہ وسوسہ ختم ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا طرزِ عمل ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، قَدْ غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، فَقَالَ اَحَدُهُمْ: اَمَّا اَنَا فَاَنَا أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا، فَجَاءَ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهُ، لٰكِنِّيْ أَصُوْمُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّيْ وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ

[1] صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل من بات علی الوضوء، رقم: ۲۴۷.

رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ.))[1]

''تین حضرات (علی، عبداللہ بن عمرو بن عاص، عثمان بن مظعون) نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے، جب انہیں آپ ﷺ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا آنحضرت ﷺ سے کیا مقابلہ؟ آپؐ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دیں گئی ہیں، ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا، تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کرلوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا، پھر آنحضرت ﷺ اُن کے پاس تشریف لائے اور ان سے پوچھا کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، اور میں تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا رہتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں (رات میں) سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ میرے طریقے سے جس نے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔''

اس حدیث کو پڑھ کر غور فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز، روزہ اور شب بیداری کے متعلق کونسا طرزِ عمل دیا ہے؟ حالانکہ یہ تمام عبادات کرنے والے یہ بھی تو کہہ سکتے تھے کہ کیا حرج ہے؟ اس میں سب سے بڑا حرج یہ تھا جو کیفیت وہ لوگ اختیار کر رہے تھے وہ رسول اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت نہیں تھی۔

اہل بدعت سے تعلق، آیات واحادیث میں ممانعت:

اہل بدعت کے ساتھ تعلق کے حوالے سے سلف صالحین کے بے شمار اقوال ہمارے

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، رقم: ۵۰۶۳۔ صحیح مسلم، رقم: ۱۴۰۱۔

سامنے موجود ہیں، جو ہمارے لیے انتہائی درجہ لائقِ عمل ہیں اور دعوتی زندگی میں مشعل راہ ہیں، یہ مبارک اقوال وہ علم نافع ہے جو درحقیقت شرعی نصوص سے ماخوذ ہے، چنانچہ اللہ رب العزت نے اپنی کتاب مقدس میں اہل بدعت سے اجتناب وابتعاد کا اصل عظیم بیان فرمادیا ہے:

﴿وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝۶۸﴾ (الانعام: ٦٨)

''اور جب ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالموں کے ساتھ مت بیٹھیں۔''

اللہ تعالیٰ کی آیات میں عیب جوئی کرنے والے اہل بدعت ہی ہیں، لیث بن ابی سلیم، ابو جعفر جو علماءِ تابعین میں سے ہیں کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

''اہل خصومات (مبتدعین) کے ساتھ مت بیٹھو، یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات میں عیب جوئی کرتے ہیں۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَ یُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ ۖؗ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعَا ۝۱۴۰﴾

(النساء: ١٤٠)

''اور اللہ تعالیٰ تمھارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ جب تم کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ بیٹھو! جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے

لگیں، (ورنہ) تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔''

محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: ''یہ آیت اہل بدعت کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔''❶

یہی اصل عظیم رسول اللہ ﷺ کی احادیثِ مبارکہ سے حاصل ہوتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہر خطبہ میں بدعت کو سب سے بدترین امر، ضلالت اور جہنم کا ایندھن فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی موجود ہے:

((مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الدِّيْنِ.))❷

''جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے دین کی عمارت کو ڈھادینے کی کوشش کی۔''

علاوہ ازیں ذوالخویصرۃ کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی اہل بدعت سے اجتناب وتحذیر پر دلالت کرتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

((اِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ، فَيَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ..... الحديث.))❸

''عنقریب اس کی نسل میں سے ایک قوم برآمد ہوگی جن کی نمازوں کے سامنے تم اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے، وہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے......الحدیث''

---

❶ الابانة لابن بطة: ٢/ ٤٣١.

❷ المعجم الاوسط، رقم: ٦٧٧٢.

❸ صحيح بخاری، كتاب المناقب، رقم: ٣٦١٠۔ صحيح مسلم، رقم: ٢٤٥٢.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب ایک بدعتی فرقہ قدریہ کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا تھا:

((فاذا لقيت اولئك فاخبرهم أنى برئ منهم وأنهم برآء منى.)) ❶

''جب تم ان سے ملو تو انھیں بتادو کہ میں ان سے اور وہ مجھ سے لاتعلق ہیں۔''

یہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی عمر کے آخری دور میں جب کہ بوڑھا ہونے کے ساتھ ساتھ نابینا بھی ہو چکے تھے، اپنے شاگرد مجاہد کے ساتھ ایک مسجد میں نماز ادا کرنے گئے، مسجد کے مؤذن نے اذان کے بعد تثویب کی تو مجاہد سے فرمایا:

((أخرج بنا فانها بدعة.))

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

((لا تجالس أهل الأهواء فان مجالستهم ممرضة للقلوب.)) ❷

''اہل بدعت کے ساتھ مت بیٹھو، کیونکہ ان کے ساتھ بیٹھنا دلوں کو بیمار کردیتا ہے۔''

عطاء تابعی نے جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قدریہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ۝ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۝﴾

(القمر: ٤٨، ٤٩)

قدریہ ہی کے بارے میں نازل ہوا ہے، یہ اس امت کے بدترین لوگ ہیں، ان کے بیماروں کی عیادت نہ کیا کرو، ان کے مُردوں کا جنازہ نہ پڑھا کرو، اگر مجھے ان میں سے کوئی

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الايمان، رقم: ٨.

❷ الابانة: ٢/ ٤٣٨.

شخص دکھائی دیا تو میں اپنی ان دو انگلیوں سے اس کی دونوں آنکھیں پھوڑ دوں گا۔"❶

بدعتی کے اعمال اللہ کے ہاں مردود ہیں:

اہل بدعت کے لیے اعمال اللہ کے ہاں مردود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا وَلَا صَلٰوةً، وَلَا صَدَقَةً، وَلَا حَجًّا وَلَا عُمْرَةً، وَلَا جِهَادًا، وَلَا صَرْفًا، وَلَا عَدْلًا، وَيَخْرُجُ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ.))❷

"اللہ تعالیٰ بدعتی شخص کا نہ روزہ قبول کرتا ہے، نہ نماز اور نہ زکوۃ و خیرات اور نہ حج اور نہ عمرہ اور نہ جہاد اور بدعتی اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے بال گوندھے ہوئے آٹے سے نکل جاتا ہے۔"

مزید رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.))❸

"جس نے کوئی بھی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔"

صحیح بخاری میں یہی روایت ان الفاظ سے مروی ہے:

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا مَالَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ رَدٌّ.))❹

"جس نے ہمارے دین (اسلام) میں (اپنی طرف سے) کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں، تو وہ مردود ہے۔"

---

❶ شرح السنة لالكائي : ٤/ ٧١٢۔

❷ سنن ابن ماجة، المقدمة، رقم: ٤٩۔

❸ صحيح مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الامور، رقم: ٤٤٩٣۔

❹ صحيح بخاري، كتاب الصلح، رقم: ٢٦٩٧۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے اس کے الفاظ یوں بیان فرمائے ہیں:

((مَنْ أَحْدَثَ فِي دِيْنِنَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.)) ❶

”جس نے ہمارے اس دین (اسلام) میں (اپنی طرف سے) کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس سے نہیں، تو وہ مردود ہے۔“

بدعتی شخص پر اللہ کی لعنتیں برستی ہیں:

بلکہ دین میں بدعت ایجاد کرنے والے شخص پر دن رات اللہ تعالیٰ کی لعنتیں اور پھٹکاریں برستی ہیں، رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے۔

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ أَحْدَثَ فِي الْإِسْلَامِ حَدَثًا.)) ❷

”اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرمائے جس نے اسلام میں کوئی نئی بات ایجاد کی۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَرَقَ مَنَارَ الْأَرْضِ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ أَوٰى مُحْدِثًا.)) ❸

”اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی جس نے غیر اللہ کے نام پر جانور کو ذبح کیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی جو زمین کے نشانات چرائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی جو اپنے والدین کو لعنت کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی جس نے بدعتی کو جگہ دی۔“

---

❶ شرح السنة، بیاب رد البدع والأهواء، رقم: ١٠٣۔

❷ مسند الربيع، رقم: ٣٧٢۔

❸ صحيح مسلم كتاب الأضاحى بباب تحريم الذبح لغير الله، رقم: ١٩٧٨۔ مسند احمد، رقم: ٩٥٣۔ شرح السنة: ١١ / ٢٢٦۔ سنن نسائی، كتاب الضحايا، باب ذبح لغير الله عزوجل، رقم: ٤٤٣٤۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا إِلَى كَذَا، لَايُقْطَعُ شَجَرُهَا، وَلَا يُحْدَثُ فِيْهَا حَدَثٌ، مَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ.)) ❶

''مدینہ حرمت والا ہے فلاں جگہ (عیر) سے فلاں جگہ (ثور) تک۔ اس علاقہ کا درخت نہیں کاٹا جائے گا، جس نے اس کی حدود میں کوئی نئی بات پیدا کی اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔''

بدعتی کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی:

یاد رہے! کہ چور، ڈکیت اور زانی وغیرہ راہ راست پر آسکتے ہیں۔ لیکن بدعتی نہ تو راہِ راست پر آتا ہے اور نہ ہی اسے توبہ کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((اِنَّ اللهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ.)) ❷

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کو روک رکھا ہے۔''

کیونکہ بدعتی اپنے عمل بدعت کو ثواب سمجھ کر کرتا ہے اور ثواب کے کام سے توبہ کیسے کی جاسکتی ہے؟ حالانکہ بدعت خواہ کتنی ہی اچھی اور بھلی معلوم ہو وہ بدعت ہی ہوتی ہے جو بتدریج آگ میں لے جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَ إِنْ رَاهَا النَّاسُ حَسَنَة.)) ❸

''ہر بدعت گمراہی ہے، اگرچہ لوگ اسے اچھا ہی سمجھیں۔''

---

❶ صحیح بخاری ، کتاب فضائل المدينة، رقم : ١٨٦٧۔ صحیح مسلم، رقم : ٣٣٣٠.

❷ المعجم الأوسط للطبرانی، رقم : ٣/ ٢٨١.

❸ ذم الكلام، الهروی، رقم : ٢٧٦.

بدعتی کی عزت کرنا اسلام کی عمارت کو ڈھانے کے مترادف ہے:

بدعتی عند اللہ اتنا مردود، مقہور اور مطرود ہے کہ اس کا ادب و احترام کرنا اسلام کے ڈھانے کے مترادف ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ.)) [1]

''جس نے بدعتی کی عزت کی، اس نے اسلام کی عمارت گرانے میں مدد کی۔''

غور کیجیے! کہ بدعتی کی توقیر کرنا اسلام کے ڈھانے میں مدد دینا ہے، اور اسلام کی عمارت کو ڈھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ جب توقیر اہل بدعت اعانت ھدم اسلام ہے تو بدعتیں نکالنا کتنا عظیم گناہ ہوگا؟ پورا پورا رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ ہے، جس طرح شرک، توحید کی ضد ہے۔ اسی طرح بدعت سُنّت کی ضد ہے۔ مشرک اللہ کا باغی اور بدعتی رسول اللہ ﷺ کا باغی ہے۔ مشرک ردائے توحید زیب تن کرتا اور بدعتی رسالت خیر الوریٰ ﷺ کا حصہ دار بنتا ہے۔ دونوں کا اسلام سے دور کا واسطہ نہیں۔ کیونکہ ہر بدعت کلہاڑی کی طرح ہے جو اسلام کی بنیاد کو کاٹ رہی ہے اور سُنّت روشن ستارے کی مانند ہے جو گمراہی کی سیاہ رات میں ہدایت دکھا دیتی ہے ؎

ہر سِیَہ رات میں سورج ہیں حدیثیں ان کی
وہ نہ آتے تو زمانے میں اندھیرا ہوتا
(زاہد فخری)

بدعتی کی فرضی و نفلی عبادات قبول نہ ہوں گی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بدعتی شخص کے بارے میں اسی طرح ایک حدیث مروی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں کہ:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْهَا حَدَثاً أَوْ أُوٰی فِیْهَا مُحْدِثًا فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ

[1] شعب الایمان، البیهقی: ۷/ ٦١، رقم: ٩٤٦٤.

وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ.))❶

''پس اس (مدینہ) میں جو کوئی بدعت نکالے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اس سے فرض یا نفل عبادت قبول نہیں کی جائے گی۔''

لہٰذا اس دین پر کوئی اضافہ نہ کیا جائے یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا حق ہے۔

قارئین کرام! آپ سوچ رہے ہوں گے کہ وہ بدعت آخر ہے کیا؟ جس کی اتنی نحوستیں ہیں کہ شمار بھی نہ کی جا سکتیں ہوں حتیٰ کہ بدعتی کو تو توبہ کی بھی توفیق حاصل نہیں ہوتی کیونکہ وہ بدعت کو گناہ یا برائی یا مخالف شریعت کام سمجھتا ہی نہیں تو اس کو چھوڑے کیوں؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((ولهذا قال طائفة من السلف، منهم الثورى، البدعة أحب الى ابليس من المعصية، لأن المعصية يتاب منها، والبدعة لا يتاب منها، وهذ معنى ماروى عن طائفة أنهم قالوا: انّ الله حجر التوبة عن كل صاحب بدعة بمعنى أنه لا يتوب منها، لأنه يحسب أنه على هدى❷ وقال فى موضع آخر: ومعنى قولهم أن البدعة لا يتاب منها أن المبتدع الذى يتخذ دينا لم يشرعه الله ولا رسوله، قد زين له سوء عمله فراٰه حسنا، فهو لا يتوب ما دام يراه حسنا))❸

''(مذکورہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ) سلف صالحین کی ایک جماعت و گروہ

❶ صحيح بخارى، كتاب الجزية والموادعة، رقم: ٣١٧٢ و ٣١٧٩ وكتاب فضائل المدينة، رقم: ١٨٧٠ وكتاب الفرائض، رقم: ٦٧٥٥ وكتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، رقم: ٧٣٠٠۔ صحيح مسلم، رقم: ٣٣٢٧ و ٣٣٢٨۔ مسند أحمد، رقم: ٦١٥.

❷ مجموع فتاوى: ١/١٨٤.

❸ مجموع الفتاوى: ١٠/٩۔

جن میں سفیان ثوری ؒ بھی شامل ہیں، کا کہنا ہے کہ شیطان گناہ سے زیادہ بدعت کو پسند کرتا ہے کیونکہ گناہ گار تو گناہ کو گناہ سمجھ کر توبہ کر لیتا ہے لیکن بدعتی تو ایک ایسے عمل کو دین بنائے ہوئے ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے دین نہیں بتایا۔ لیکن بدعتی اپنے اس عمل کو دین سمجھ کر الٹا اللہ سے اجر وثواب کی امید وآس لگائے بیٹھا ہوتا ہے تو وہ کیسے توبہ کرے؟''

جس طرح کہ رب تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝﴾

(الكهف: ١٠٣ـ ١٠٤)

''کہہ دیجئے! کیا ہم تمہیں اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارہ پانے والے (لوگوں کے متعلق نہ) بتائیں۔ جن کی دنیاوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہو گئیں اور اس گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔''

حافظ ابن کثیر ؒ اس آیت کریمہ کے متعلق فرماتے ہیں:

((انما هی عامة فی كل من عبد الله على غير طريقة مرضية يحسب أنه مصيب فيها، وأن عمله مقبول أو هو مخطئٌ وعمله مردود......)) [1]

''یہ آیت کریمہ عام ہے اور ہر وہ شخص اس کا مصداق ہے جو غیر پسندیدہ (یعنی غیر مشروع) طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، اور گمان یہ کرے کہ وہ درست ہے اور اس کا عمل مقبول ہے، حالانکہ وہ خطا کار ہے اور اس کا عمل مردود ہے''

مزید فرمان باری تعالیٰ ہے:

[1] تفسير ابن كثير: ٤/ ٢٥٠.

﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝﴾
(الغاشية: ۲-۴)

''اس روز بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے، دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔''

مطلب روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ جو بھی عمل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طریقہ وفرمان پر پورا نہیں اترتا وہ رائیگاں وضائع وبیکار اور مردود ہے۔ چاہے وہ کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے نام پر ہی کیوں نہ انجام دیا جائے۔

بدعت، جعلی ٹکسال کے سکے:

بدعت اتنی بُری چیز ہے کہ اسے شرک فی الرسالت کی پھٹکار کے باعث جہنم کا مقام حاصل ہے۔ یہ شیطان کا اتنا خوبصورت، کارگر اور مہلک ترین ہتھیار ہے کہ آدمی گردن کٹوانے کے لیے خود سر آگے کر دیتا ہے۔ سمِ بدعت کی خوشبو دار اور لذیذ ٹافیاں بچے، بوڑھے، جوان، عورتیں، مرد سب مزے سے چوستے ہیں۔ بڑی لذت سے کھاتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ یہ مٹھائی زہر آلود ہے، اسے نہ کھاؤ تو ناداں بُرا مناتے اور ناصح سے لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اور یہ زہر ہلاہل اور زیادہ اور زیادہ نذر کام ودہن کرتے ہیں۔ جتنی بھی بدعات ہیں اُن میں سے ہر بدعت اُس جذامی عجوزہ کی مانند ہے جس کا چہرہ برص کے داغوں کی دنیا لیے ہوئے چشمک زنِ حسن سیمبراں ہو۔ زلالِ احداث کی عشوہ گری کے سراب میں مبتدع پیاس بجھانے آتا ہے تو اس کا لاشہ قوت زاغ وزغن ہوکر رہ جاتا ہے۔ ''معمل کارنو'' سے جب کوئی ایجاد مذہبی دنیا میں پہنچتی ہے تو محدث اسے حرزِ جان بنا کر اس کی محبت میں جان گنوا دیتا ہے۔ محدثات کی دلیل سے جب متعفن بخارات اٹھتے ہیں تو مبتدعین کے نفس کی آمد وشد کے لیے یہ آکسیجن کا کام دیتا ہے۔ ثوابِ دارین کے خانگی وعدوں کے سکے جب جعلی ٹکسال سے ڈھلتے ہیں تو معلم الملکوت کی کابینہ کے وزراء انہیں مذہب کے بازار میں لاکر شاہی سکوں میں خلط کر دیتے ہیں۔ پھر جوان سکوں سے کاروبار کرتا ہے وہ خسارۂ آخرت اٹھاتا ہے۔ اور جب ایسا کاروبار کرنے

والے کلمہ گویانِ امت حشر کے روز حوضِ کوثر کی طرف بڑھیں گے تو ساقیٔ کوثر حضرت محمد ﷺ کے قریب نہ آسکیں گے کیونکہ درمیان میں آڑ کردی جائے گی۔ حضرت ساقی کوثر ﷺ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ یہ تو میری اُمّت کے لوگ ہیں (یہ پیاسے کیوں رہ گئے؟) تو اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ اے نبیؐ! کیا آپؐ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپؐ کے بعد کیا کیا بدعات دین میں داخل کی تھیں؟ کیا کیا نیک کام گھڑ کر جاری کیے تھے؟ پھر ان ''کارخانہ داروں'' اور ''محنت کشوں'' کو رسولِ کریم ﷺ فرمائیں گے: ''سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ'' ❶ ''میرے دین کو بگاڑنے والو دور ہو جاؤ، دفع ہو جاؤ۔'' حضرت امام مالکؒ کی زبان پر اکثر یہ شعر رہتا تھا؏

وخير الامور الدين ما كان سنة
وشر الامور المحدثات البدائع

''اور دین میں بہتر کام وہی ہے جو عینِ سُنّت کے مطابق ہو اور بدتر جو دین میں نیا نکالا ہوا ہو۔''

حضور ﷺ کی ساری دعوت و تبلیغ اللہ کے حکم سے تھی اور جو کوئی اس دعوت و تبلیغ اور گواہی میں ملاوٹ کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ گمراہ ہے اور غضب الٰہی کا مستحق اور امت محمدیہ ﷺ سے یکسر خارج۔ کیونکہ حضور ﷺ کی نبوت سورج کی مانند ہے جس کی کرنیں اور شعاعیں (حضور ﷺ کے اقوال و افعال) مذہبی دنیا کے کونے کونے اور چپے چپے پر ضوگستر ہیں۔ کوئی جگہ نبوت کے سورج کے نور سے خالی نہیں۔ ہر جگہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کے نغمے گونج رہے ہیں۔ پھر جن لوگوں نے عین سورج کے سامنے اقوال رجال کے دیے جلا رکھے ہیں۔ بدعات کی شمعیں روشن کر رہی ہیں۔ وہ اتنا بتانے کی زحمت گوارہ کریں گے کہ جب تاجدار مدینہ ﷺ کے آفتاب نبوت کے نکلتے ہی سچے نبیوں کی نبوت کے چاند تارے روشن نہ رہے تو اسی آفتاب نبوت رسالت مآب ﷺ کے سامنے آپ کے دیے کیوں روشن ہیں؟ آپ انہیں

❶ صحيح بخاری : ٨/ ١٥٠۔ تفسير قرطبی : ٤/ ١٦٨۔

بجھا کر کیوں سورج کے نور پر اکتفا نہیں کرتے؟ ماحی ملقب، نبی ملاحم کی زبان کے موتیوں کی روشنی میں ایمان کی چاپ سنائی دینی چاہیے کہ ؎

محمدؐ انجمن کن فکاں کا صدر نشین
محمدؐ افسر آفاق و سرور عالم
مطاعِ آدم و انجم، متاعِ لوح و قلم
محمدؐ اُمّی محبوبِ کبریا صلعم
وہ عبدہٗ ورسولہٗ، وہ اسمہٗ احمدؐ
کتاب و حکم و نبوت کا خاتم و خاتم
بہارِ گلشن ایجاد و حسن ہفت رواق
گل سرسبد دودہٗ بنی آدم
اسی کو صاحب خلق عظیم کہتے ہیں
وہی ہے نوعِ بشر کا معلم اعظم
خلاصہ دو جہاں جس کی ذاتِ والشان
گیا جو عرش پر بے نردبان و بے سُلّم
ہے جس کی شان فأوحی الی عبدہ ما اوحی
وہ آسمانِ خیم، انجم خدم، سپہر حشم
اٹھائے ہاتھ دعا کو اسی کی خاطر جب
رکھی خلیل ابراہیمؑ نے بنائے حرم
خدائے قادر و قدوس کے تصور سے
کرے دل متزلزل کو ثابت و محکم
انا بشر کا جو اعلان و اعتراف کرے
نہیں جو وحی خدا میں مجاز بیشی و کم

محمد عربیؐ آبروئے ہر دوسرا
حبیب پاک خدا جان عالم و آدم
شمار کرنے چلیں اس کی خوبیوں کا اگر
تو ساتھ چھوڑ دیں تھک کے نیل، سنکھ، پدم
(خالد عبدالعزیز)

اہل بدعت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نفرت:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حدیث نبوی کو اصل بناتے ہوئے اہل بدعت سے ہمیشہ نفرت کا اظہار کیا۔

حضرت عمرو بن سلمہ سے مروی ہے کہ: ''ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز سے قبل جمع ہوتے تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نکلتے تو ہم آپ کے ساتھ مسجد کی طرف جاتے، ایک دن حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آئے اور ان کے نکلنے پر فرمایا اے ابوعبدالرحمان! میں نے ابھی ابھی مسجد میں عجیب وغریب چیز دیکھی ہے اور الحمدللہ خیر ہی دیکھی ہو۔ آپ نے فرمایا وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا اگر آپ زندہ رہے تو ابھی دیکھ لیں گے۔''

کہا! میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو حلقے بنائے ہوئے دیکھا وہ نماز کا انتظار کر رہے تھے، اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں تھیں، ہر حلقہ میں ایک آدمی انہیں کہتا ہے "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" سو مرتبہ کہو، تو وہ سو مرتبہ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ "لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ" کہو تو وہ سو مرتبہ "لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ" کہتے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ" کہو تو وہ سو مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ" کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تو نے انہیں کیا کہا ہے؟ فرمایا! میں تو آپ کے حکم اور رائے کا انتظار کر رہا ہوں اور انہیں کچھ نہیں کہا۔ فرمایا: کیا تو نے انہیں حکم نہیں دیا؟

کہ وہ اپنی برائیاں شمار کریں اور اپنی نیکیوں کو ضائع نہ کریں۔ پھر وہ چلے اور ہم بھی ان کے ساتھ چلے یہاں تک کہ وہ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس آئے، اور ان کے پاس کھڑے ہوئے، پس ان سے کہا! میں تمہیں کیا کرتے دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا! اے ابو عبدالرحمان کنکریاں ہیں کہ ہم ان پر "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" "لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ" اور "سُبْحَانَ اللّٰهِ" گنتے ہیں۔

فرمایا: پس تم اپنی برائیاں شمار کرو، میں ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیاں ضائع نہ ہوں گی، اے امت محمدیہ! تمہارے لیے افسوس ہے، کتنی جلدی تم ہلاک ہونے والے ہو۔ نبی کریم ﷺ کے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم بقید حیات ہیں، اور یہ آپ ﷺ کے کپڑے ہیں جو ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے، اور آپ کے برتن ابھی تک نہیں ٹوٹے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً تم ایسے دین پر چلنا چاہتے ہو جو محمد ﷺ کی ملت سے بھی زیادہ ہدایت والا ہے یا تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔ انہوں نے کہا: اے ابو عبدالرحمن! ہم نے تو بھلائی کا ارادہ ہی کیا ہے۔

فرمایا: کتنے ہی لوگ بھلائی کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اس کو پہنچ نہیں سکتے (یعنی وہ بظاہر تو بھلائی کا کام کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہ بھلائی نہیں ہوتی)، یقیناً رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیان کیا کہ ایسی قوم بھی ہوگی جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، اور اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ شاید ان کے اکثر تمہیں سے ہوں، پھر ان سے پھرے۔

عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں: ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں والے اکثر لوگ نہروان کے دن خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف تیر اندازی کر رہے تھے۔ [1]

غور فرمائیں! کہ مسجد کے اندر یہ لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھے اللہ کا خالص ذکر کر رہے ہیں۔ صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کو دیکھ کر ناراض ہوئے۔ کیونکہ اس ہیئت میں یعنی حلقہ باندھ کر مسجد میں بیٹھ کر کنکریوں پر ذکر الٰہی کرنا حضور ﷺ کی زندگی میں نہ ہوا

[1] سنن دارمی، المقدمة، رقم: ۲۱۰۔ مجمع الزوائد، رقم: ۸۶۳.

تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے منع کرنے پر انہوں نے کہا کہ ہم نیک کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں نیک کام ہی احداث اور ابتداع کی صورت میں برباد ہوجاتے ہیں۔ حضرات! آج بھی جتنی بدعات جاری ہیں جب ان سے منع کیا جاتا ہے تو اہل بدعت یہی جواب دیتے ہیں کہ ہم تو نیک کام کر رہے ہیں۔

اہل بدعت سے تابعین وائمہ کی نفرت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین و آئمہ ہدایت رحمہم اللہ بھی اسی منہج پر قائم رہے، چنانچہ ابوقلابۃ کا قول ہے:

"لا تجالسوا اهل الأهواء ولا تجادلوهم، فاني لا آمن أن يغمسوكم فی ضلالتهم أو يلبسوا عليكم ما تعرفون."[1]

"اہل بدعت کے ساتھ مت بیٹھو اور نہ ہی ان کے ساتھ جھگڑا کرو مجھے خطرہ ہے کہ وہ تمہیں اپنی گمراہی میں نہ ڈبو دیں یا کم از کم تمہارے علم میں تشکیک و تلبیس نہ داخل کر دیں۔"

عمرو بن قیس الملائی کا قول ہے:

"لا تجالس صاحب زيغ فيزيغ قلبك."[2]

"کجرو شخص کے ساتھ مت بیٹھو، ورنہ تمہارا دل بھی کجروی کا شکار ہوجائے گا۔"

ثابت بن عجلان کا کہنا ہے:

"میں نے انس بن مالک، سعید بن مسیب، حسن بصری، سعید بن جبیر، عامر الشعبی، ابراہیم النخعی، عطاء بن ابی رباح، طاؤس، مجاہد، عبد اللہ بن ابی ملیکہ، زہری، مکحول، قاسم ابوعبدالرحمن، عطاء الخراسانی، ثابت البنانی، حکم بن عتیبہ، ایوب السختیانی، حماد، محمد بن سیرین، ابوعامر، یزید الرقاشی اور سلیمان بن موسیٰ

[1] سنن دارمی : ١/١٢٠۔ شرح السنة للالكائی : ١/١٣٤.

[2] الابانة : ٢/٤٣٦.

جیسے جلیل القدر ائمہ کو پایا ہے، یہ سب اہل بدعت کے ساتھ بیٹھنے سے روکا کرتے تھے۔''❶

امام مالک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

''ایاکم واصحاب الرأی فانهم أعداء السنة.''❷

''اہل بدعت سے بچو کیونکہ وہ سنت کے دشمن ہیں۔''

امام مالک رحمہ اللہ جو امام دارالہجرۃ کے لقب سے ملقب ہیں کی اہل بدعت سے نفرت کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہوتا ہے کہ جب ایک شخص نے ان سے اللہ تعالیٰ کے استواء علی العرش کی کیفیت کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا استواء علی العرش معلوم ہے، لیکن استواء کی کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے، جب کہ کیفیت کا سوال کرنا بدعت ہے، میں سمجھتا ہوں کہ تم بدعتی ہو۔ پھر اس شخص کو اپنی مجلس سے نکال دیے جانے کا حکم دیا۔''❸

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: اہل بغداد کا ایک شخص ابوبکر المغازلی (جو جہم بن صفوان کی رائے رکھتا تھا) امام اہل السنۃ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو سلام کرنے کی غرض سے آیا، امام احمد بن حنبلؒ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا اور فرمایا: ''یہاں سے دور ہو جاؤ اور آئندہ کبھی میرے دروازے پر نظر نہ آؤ، تمہارے ساتھ تو وہ سلوک ہونا چاہیے جو امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صبیغ کے ساتھ کیا تھا۔ یہ کہہ کر دروازہ بند کرلیا اور اپنے گھر داخل ہو گئے۔''❹

حضرات! اس معنی میں ائمہ سلف سے جو اقوال مروی و منقول ہیں اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو یہ محسوس ہوگا کہ علماء و محدثین کا بدعت و اہل بدعت کے ترک پر اجماع تھا۔

تنبیہ:

یاد رہے کہ بدعت بظاہر نیک کام ہوتا ہے اور یہ نیک کام بدعت قرار پا کر اس لیے مردود

❶ شرح السنة للالكائى : ١٣٣/١.
❷ مناقب مالك للزواوى، ص : ١٤٨.
❸ مناقب مالك للزواوى، ص : ١٣٤.
❹ مسائل امام احمد ،ص : ٣٥٥.

اور بدعتی سزاوارعذابِ الٰہی ہوجاتا ہے کہ اس نیک کام پر دربار نبوت سے مہر ثبت نہیں ہوتی۔ وہ سکہ مدینہ کی ٹکسال سے ڈھلا نہیں ہوتا۔ اور یاد رکھیے! شرک اور بدعت کے کاموں کو نیکی تصور کرنا بڑی بدبختی ہے۔ ایسے شخص پر شیطان پوری طرح کامیاب ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اِبْلِیْسَ قَالَ: اَھْلَکْتُھُمْ بِالذُّنُوْبِ فَأَھْلَکُوْنِیْ بِالْاِسْتِغْفَارِ فَلَمَّا رَأَیْتُ ذٰلِكَ أَھْلَکْتُمْ بِالْأَھْوَآءِ فَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُھْتَدُوْنَ فَلَا یَسْتَغْفِرُوْنَ.))[1]

''شیطان نے کہا میں نے لوگوں کو گناہوں کے ساتھ ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ پس انہوں نے مجھے استغفار کے ساتھ ہلاک کیا۔ پس جب میں نے یہ دیکھا (کہ اس طرح کام نہیں بنتا) تو میں نے ان کو خواہشات کے ذریعے ہلاک کردیا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں اور گناہوں سے بخشش نہیں مانگتے۔''

تو شیطان ایسی ایسی خواہشات اور آرزوئیں دلاتا ہے کہ ان کی خوبصورتی، جاذبیت اور کشش سے آدمی لٹو ہوجاتا ہے۔ اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کی محبت کے شہد میں شرک کا زہر ملا کر بدعت کے جام زرنگار میں ڈال کر اپنے دوستوں کو پلاتا ہے تو وہ ہر جرعہ پر مستی سے سر ہلاتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہت نیک کام کررہے ہیں۔ پس شیطان اس حربہ اغواء سے ذریت آدم کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اولادِ آدم کو جہنم کا ایندھن بنانے کے لیے ابلیس نے کیسا لاجواب نسخہ تجویز کرڈالا کہ سُنّت کے نور سے دور لوگ مرض کو شفا اور اجل کو دوا سمجھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ترک احداث اور سنت رسول ﷺ سے محبت کی توفیق ارزانی فرمائے۔

---

[1] الترغیب والترھیب للمنذری: ۱/۸۷۔ السنة، ابن أبی عاصم: ۱/۹.

ساتواں حق

رسول اللہ ﷺ سے خیر خواہی

آپؐ کے حقوق میں سے ساتواں حق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پوری طرح خیر خواہی ہو، نصیحت و خیر خواہی وہ ہوتی ہے کہ خلوص دل کے ساتھ کسی کا بھلا چاہنا، اُس کے ساتھ وفاداری نبھانا، اُس کی خیر خواہی کرنا، اُس کی تعظیم و توقیر کرنا، اُس کے احکامات کو دل سے ماننا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ (التوبة: ۹۱)

''اور نہ ان لوگوں پر جو وہ چیز نہیں پاتے جو خرچ کریں، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے خلوص رکھیں، نیکی کرنے والوں پر (اعتراض کا) کوئی راستہ نہیں اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو واقعی معذور تھے اور ان کا عذر واضح تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایسے لوگ جن کے پاس خرچہ نہیں تھا، لیکن وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ مخلص تھے اور دلی محبت و خیر خواہی رکھیں وہ اگر کسی وجہ سے جہاد کے لیے نہیں جا سکے تو ان پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ان پر کوئی حرج ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اخلاص اور خیر خواہی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پوری طرح خیر خواہی کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بھی ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ

وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ.))❶

''یقیناً نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے۔ہم نے کہا کس کے لیے؟ فرمایا اللہ کے لیے اور اس کی کتاب کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور آئمہ مسلمین اور تمام مسلمانوں کے لیے۔''

مولانا سید محمد داؤد غزنوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''عربی لغت میں نصیحت کا لفظ بڑا جامع ہے، اور اس کے معانی بڑے وسیع ہیں، اسی وسعت کے لحاظ سے معنی سمجھنا چاہیے...... اللہ پاک کے رسول (ﷺ) سے نصیحت (خیر خواہی) یہ ہے کہ ان پر ایمان خالص ہو۔ ان کی تعظیم دل و جان سے بجا لائے۔ ان کی سنت کی پیروی کرے اور آپ ﷺ کے پیغام کی دنیا میں اشاعت کرے...... اس حدیث کو محدثین نے ان چند احادیث میں شمار کیا ہے جن پر فقہ اسلامی کا مدار ہے۔''

آپ ﷺ کا پیغام جسے آپ ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا وہ پیغام توحید ہے، بلکہ یہ پیغام تمام انبیاء ورسل کا پیغام ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿٢٥﴾﴾ (الانبیاء: ٢٥)

''تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔''

فخر موجودات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے توحید کی اشاعت و ترویج کی خاطر پوری زندگی کھپا دی۔ اور اس راہ میں آنے والی ہر تکلیف کو برداشت کیا۔خصوصی طور پر مکی زندگی کا تو کوئی دن ایسا نہ گذرا ہوگا جو پیارے نبی ﷺ نے راحت وسکون سے گذارا ہو۔قرآن کریم آپ ﷺ کا مشن اور پیغام ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ١٩٦.

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴾

(الكهف ١١٠)

''آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ تو جسے بھی اپنے پرودگار سے ملنے کی آرزو ہو، اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴾

(الانعام: ١٩)

''(اے محمد ﷺ) کہہ دیجیے کہ معبود صرف وہ ایک ہی ہے اور بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔''

اسی طرح صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ میں حدیث آئی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کیا، ارشاد فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ تُفْلِحُوْا.)) [1]

''اے لوگو! لا الہ الا اللہ کا اقرار کرو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔''

یہ آپ ﷺ کا مشن ہے اسے روکنے کی کوششیں کی گئیں، آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، پتھر مارے گئے اور کبھی آپ ﷺ کو ساحر، دیوانہ اور مجنون کہا گیا لیکن آپ ﷺ اپنے مشن سے باز نہ آئے اور اس مشن میں کوئی چیز رکاوٹ نہ بنی۔

ایک وقت آپ ﷺ کو لالچ بھی دیا گیا کہ آپ ﷺ کسی خوبصوت عورت سے نکاح

[1] صحيح ابن، حبان رقم: ٦٥٦٢۔ مسند أحمد، رقم: ١٦٠٢٣۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

کرلیں، مکہ کی بادشاہت لے لیں، یا سونے اور چاندی کا تعین کرلیں تمہارے قدموں میں لاکر ڈھیر کردیں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر سورج میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دو تو پھر بھی اللہ کی توحید بیان کرنے سے گریز نہیں کروں گا اور تمہارے بتوں کی تذلیل کرتا رہوں گا۔ لات بھی جھوٹا ہے، منات بھی جھوٹا ہے، عزّیٰ بھی جھوٹا ہے اور یہ بیت اللہ میں رکھے گئے تین سو ساٹھ بت بھی جھوٹے ہیں، معبود برحق صرف ایک اللہ ہی ہے۔ [1]

خیر خواہی کا تقاضا:

یہ آپ ﷺ کا مشن تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ خیر خواہی اور نصیحت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس مشن کو اختیار کیا جائے اور توحید کی دعوت کو عام کرنے کے لیے مختلف ذرائع استعمال میں لائے جائیں۔

آپؐ سے اخلاص و خیر خواہی یہ ہے کہ ہر حال میں آپؐ کو مقدم کیا جائے، آپؐ کو ہر حال میں ترجیح دی جائے، آپؐ کی اتباع کی جائے، آپؐ کے فیصلوں کو مانا جائے، آپ کی تعلیمات اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کو قیامت تک کے لیے تسلیم کیا جائے۔ آپؐ کی احادیث اور سنن کو صرف اس وقت کی معاشرتی اقدار کہہ کر رد نہ کیا جائے بلکہ انہیں قیامت تک کے لیے رہنما اصول مانا جائے اور یہ تسلیم کیا جائے کہ احادیث و سنن ہر معاشرے کے لیے برابر ہیں۔ آپؐ خاتم النّبیین ہیں، آپؐ کے بعد کوئی اور نبی نہیں بن سکتا اور نہ ہی کسی اور کے طریقہ و شریعت کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔ آپؐ کی تعظیم و توقیر ہر حال میں مقدم ہے جس طرح انبیاء میں آپؐ کی ذات آخری ذات ہے، اسی طرح آپؐ کا کلام بھی آخری کلام ہے اور حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے، انہی کو مطاع و پیشواء ماننا ہوگا اور یہ سب کچھ دل کے خلوص اور گہرائی سے کیا جائے۔

---

[1] مختصر سیرت الرسول، ص:۱۸۱.

جس طرح آپ نے اپنی قوم کے لیے تکالیف برداشت کیں، ظلم برداشت کیا، گھر سے بے گھر ہوئے اور دندانِ مبارک شہید کروائے، اسی طرح آپؐ کی امت کا بھی یہ فرض ہے کہ خواہ انہیں کتنی ہی تکالیف کیوں نہ ہوں، ہر حال میں آپؐ کی نبوت کی تصدیق کرے اور ان کی بات کو حرف آخر کے طور پر مانے۔

الشیخ محمد بن صالح العثیمین ''ریاض الصالحین'' کی شرح میں رقمطراز ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے لیے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی بات کی تصدیق کرنا اور یہ کہ آپ صادق و مصدوق ہیں جو بھی آپ فرما دیتے ہیں اس میں صادق ہیں اور جو خبر آپ نے وحی کے ذریعے بتائی اس میں آپؐ مصدوق ہیں نہ تو آپؐ نے جھوٹ بولا اور نہ ہی کوئی آپؐ کو جھٹلائے۔

رسول اللہ ﷺ سے خیر خواہی یہ ہے کہ آپ کی سچے دل سے اتباع کی جائے، اس طرح کہ نہ تو آپؐ کی شریعت سے تجاوز کیا جائے اور نہ ہی اس میں کمی کی جائے، تمام عبادات میں آپؐ کو اپنا امام مانا جائے۔ رسول اللہ ﷺ اس امّت کے امام و متبوع ہیں اور کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ آپؐ کے سوا کسی اور کا اتباع کرے جیسا کہ آپؐ نے فرمایا:

((بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً)) [1]

''میری طرف سے پہنچا دو، خواہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو۔''

آپؐ سے خیر خواہی یہ بھی ہے کہ بندہ آپؐ کی شریعت کا دفاع اور حمایت کرے، کیونکہ ساری کی ساری بدعات گمراہی ہیں۔ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا:

((کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) [2]

''ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اس بدعت سے کوئی بدعت بھی خواہ وہ قولی ہو یا عملی ہو یا اعتقادی ہو، مستثنیٰ نہیں ہے، ہر

---

[1] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، رقم : ٣٤٦١.

[2] صحیح مسلم، کتاب الجمعة، رقم : ٢٠٠٥.

طریقہ جو آپؐ کے طریقہ کی مخالفت کرے اور اس شریعت کے خلاف ہو جو آپؐ لے کر آئے ہیں خواہ وہ عقیدہ میں ہو، عمل میں ہو، قول میں ہو وہ بدعت ہے۔

نبی کریم ﷺ سے خیر خواہی یہ ہے کہ آپؐ کے اصحاب کا احترام و تعظیم کیا جائے، اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیر القرون ہیں جو کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دے یا ان سے بغض رکھے یا ان پر طعن کرے یا ان پر بہتان باندھے تو وہ آپؐ کا خیر خواہ نہیں ہے اور وہ یہ گمان کرے کہ وہ آپؐ کا نام ناصح ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تو بغض رکھے اور انہیں گالیاں دے اور آپؐ سے محبت رکھنے کا اور خیر خواہی کرنے کا دعویٰ کرے۔ جبکہ آپؐ کا فرمان ہے:

((اَلْمَرْءُ عَلَى دِيْنِ خَلِيْلِهِ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلْ.))❶

''یعنی آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، تو تم میں سے ہر کوئی دیکھے کہ وہ کس سے دوستی رکھتا ہے۔''

صحابی کو گالی دینے والا درحقیقت وہ آپؐ کو گالی دے رہا ہے اور وہ آپؐ کا خیر خواہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ شریعت ہم تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی نے پہنچائی ہے اور جب یہی لوگ طعن و تشنیع کا نشانہ بنائے جائیں گے تو شریعت کی توثیق کون کرے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سبّ و شتم کرنا اصل میں نبی کریم ﷺ کو سب و شتم کرنا ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ کی خیر خواہی آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت و احترام اور تعظیم میں ہے اور یہی اسلام کا تقاضا ہے۔

مجموعی طور پر یہی آپؐ سے خیر خواہی ہے جس سے آپؐ کی عظمت و رفعت اور شان و شوکت میں اضافہ ہو۔ پوری دنیا میں صرف اور صرف آپؐ کے احکامات اور اصول وضوابط جو

---

❶ مسند أحمد : ۲/ ۳۳٤، رقم : ۸۳۹۸۔ مستدرك حاكم، رقم : ۷۳۱۹۔ امام حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

زندگی گزارنے کے لیے آپؐ نے بتائے ہیں ان کے مطابق زندگی گزاری جائے۔ آپؐ کی تعلیمات کے مقابل سب تعلیمات کو ہیچ سمجھا جائے اور آپؐ کی تعلیم و توقیر اور حرمت پر کوئی تساہل نہ برتا جائے، اسی طرح آپؐ کے اصحاب، ازواجِ مطہرات اور اہل بیت رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کی حرمت پر بھی آنچ نہ آنے دی جائے۔ سُنّت و حدیث پر مذاق اڑانے والوں یا ان پر اعتراض کرنے والوں کا ناطقہ بند کر دیا جائے اپنی جان سے بھی بڑھ کر آپؐ کی اور آپؐ کی تعلیمات کا خیال کرنا ہی خیر خواہی ہے۔

آٹھواں حق

رسول اللہ ﷺ سے محبت

بجھی عشق دی اگ نوں وا لگی
سماں آیا ای شوق جگاونے دا

آپ ﷺ کے حقوق سے آٹھواں حق آپ ﷺ سے محبت ہے۔

محبت کس کو کہتے ہیں:

محبت حبّہ سے ماخوذ ہے اور حبّہ کے معنی تخم کے ہیں، جو زمین پر گرتا ہے۔ لہٰذا ''حَب'' کا نام ''حُب'' رکھ دیا گیا ہے۔ چنانچہ اصل حیات اس میں ہے جس طرح اشجار و نباتات میں ''حَب'' یعنی تخم ہے جس طرح میدان میں بیج کو بکھیرا جاتا ہے اور مٹی میں چھپایا جاتا ہے، اس پر پانی برستا ہے، آبیاری کی جاتی ہے، سورج چمکتا ہے، گرم و سرد موسم گزرتا ہے، لیکن زمانہ کے تغیرات اسے نہیں بدلتے۔ جب وقت آتا ہے تو وہ تخم اگتا ہے۔ پھل و پھول دیتا ہے، اسی طرح جب محبت کا بیج دل میں جگہ پکڑتا ہے تو اسے حضوری و غیبوبیت مشقت و راحت اور فراق و وصال کوئی چیز بدل نہیں سکتی۔

نیز اہل لغت کا یہ بھی کہنا ہے کہ محبت ''حب'' سے مشتق ہے، اور ''حب'' وہ دانہ ہے جس میں پانی بکثرت ہو اور اوپر سے وہ ایسا محفوظ ہو کہ چشموں کا پانی اس میں داخل نہ ہو سکے۔ یہی حال محبت کا ہے کہ جب وہ طالب کے دل سے جاگزیں ہو جاتی ہے تو اس کا دل اس سے پُر ہو جاتا ہے، پھر اسی دل میں محبوب کے کلام کے سوا کوئی جگہ نہیں رہتی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''حب'' ایسا نام ہے جو محبت کی صفائی کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ اس لیے اہل عرب، انسان کی آنکھ کی سفیدی کی صفائی کو ''حبة الانسان'' کہتے ہیں۔ جس

طرح دل کے نکتہ کو ''حبة القلب'' کہتے ہیں، دل کا نکتہ محبت کی جگہ اور آنکھ کی سفیدی دیدار کا مقام ہے۔ اسی معنی میں یہ مقولہ ہے کہ ''دل اور آنکھ دوستی میں مقارن و متصل ہیں۔'' اور اسی معنی میں یہ شعر ہے:

القلب یحسد عینی لذت النظر
والعین یحسد قلبی لذت الفکر

''دل اس پر رشک کرتا ہے کہ آنکھ کو لذت دیدار ملی اور آنکھ اس پر رشک کرتی ہے کہ دل کو لذت فکر ملی۔''

محبت اصل حیات ہے۔ محبت دل کے لیے بمنزلہ طعام وشراب کے ہے۔ محبت ہم آہنگی کا ذریعہ، دلوں کے درمیان ذریعہ ربط اور ایک دوسرے کا احترام سکھاتی ہے، محبت دوستی کا راز ہے، بلکہ وجود انسانی کا راز ہے، محبت ایثار کا سبق دیتی ہے، محبت دلوں کی نرمی کا باعث ہے، محبت دعوتِ توحید کو عام کرنے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ محبت سے ہی بہترین اور خوشگوار معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ محبت درحقیقت توحید و رسالت سے آگہی کا پہلا زینہ ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ محبت کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وَحَقِیْقَةُ الْمَحَبَّةِ عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ مِنَ الْمَعْلُوْمَاتِ الَّتِیْ لَاتُحَدُّ، وَإِنَّمَا یَعْرِفُهَا مَنْ قَامَتْ بِهِ وِجْدَاناً وَلَا یُمْكِنُ التَّعْبِیْرُ عَنْهَا.''[1]

''اہل معرفت کے ہاں محبت ایسی معلومات سے ہے جس کی کوئی حد نہیں صرف اس کو وہ جانتا ہے جو وجدانی طور پر اس کو قائم رکھے، اور اس کی تعبیر ممکن ہی نہیں ہے۔''

اور حافظ ابن القیم الجوزیۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[1] فتح الباری لابن حجر: ۱۰/ ٤٦٣.

"لَا تُحَدُّ الْمَحَبَّةُ بِحَدٍّ أَوْضَحَ مِنْهَا، فَالْحُدُودُلَا تَزِيْدُهَا إِلَّاخِفَاءً وَجَفَاءً فَحَدُّهَاوَجُوْدُهَا وَلَا تُوْصَفُ الْمَحَبَّةُ بِوَصْفٍ أَظْهَرَمِنَ الْمَحَبَّةِ، وَإِنَّمَايَتَكَلَّمُ النَّاسُ فِيْ أَسْبَابِهَا، وَمُوْجِبَاتِهَا، وَعَلَامَاتِهَا، وَشَوَاهِدِهَا، وَثَمَرَاتِهَا، وَأَحْكَامِهَا فَحُدُوْدُهُمْ وَرُسُوْمُهُمْ دَارَتْ عَلٰى هٰذِهِ السِّتَّةِ، وَتَنَوَّعَتْ بِهِمُ الْعِبَارَاتُ وَكَثُرَتْ الاشَارَاتُ، بِحَسْبِ إِدْرَاكِ الشَّخْصِ وَمَقَامِهِ وَحَالِهِ وَملكه لِلْعِبَارَةِ."[1]

"محبت کی اس سے زیادہ واضح تعریف نہیں ہے۔ پس اس (محبت) کی تعریفات اس کو پوشیدگی اور جفاء میں ہی زیادہ کریں گی۔ اس کا پایا جانا اس کی حد ہے اور محبت کا محبت کے علاوہ کوئی واضح وصف بیان نہیں کیا جاسکتا۔ لوگوں نے اس کے اسباب، موجبات اور علامات، شواہد، ثمرات اور احکامات کے بارے میں بحث کی ہے۔ ان کی حدود اور رسومات اسی طریقہ پر گھومتی رہی ہیں۔ عبارات اس کے متعلق مختلف اور اشارات بہت زیادہ ہوگئے ہیں۔ ہر شخص نے اسے اپنے ادراک کے مطابق مقام، حال اور ملک کے مطابق تعبیر کیا ہے۔"

فرضیتِ محبت رسول ﷺ:

یاد رہے کہ محبت ایک جذبہ ہے کوئی مادّی شے نہیں کہ اسے ماپ اور تول سکیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر کس پیمانے سے ناپیں اور کس کسوٹی سے جانچیں کہ محبت کس سے زیادہ ہے یا کس سے کم؟ اس بات کو قرآن پاک نے بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ

[1] مدارج السالکین لابن القیم: ۳/ ۹.

وَ اَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (التوبہ:۲۴)

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت کریمہ میں یہ نہیں کہا گیا کہ اپنے گھرانے اور اپنے قبیلے کے افراد کو تم عزیز کیوں رکھتے ہو؟ نہ ہی یہ کہا گیا ہے کہ اپنی دولت اور اپنے مکانوں سے تمہیں محبت کیوں ہے؟ بلکہ کہا یہ گیا ہے کہ اگر یہ مال و دولت اور رشتے تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے رستے میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو تم حلقۂ اطاعت سے باہر ہوئے جاتے ہو۔ یہ ساری چیزیں اپنی اپنی جگہ ضروری ہیں اور ان کی اہمیت و افادیت بھی ناگزیر اور قلوب انسانی میں ان سب کی محبت بھی طبعی ہے لیکن جب بھی اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور غیر اللہ کی محبت میں تصادم ہو تو غیر اللہ کو خیر باد کہہ دیا جائے۔ پس امت کا دین، ایمان اور اسلام سب کچھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت و اطاعت ہے کہ ؎

محمدؐ حامیِ دیں ماحیِ کفر و ضلالت ہے
محمدؐ شمعِ ایماں، مشعلِ راہِ ہدایت ہے
محمدؐ مصطفیٰ کے واسطے کیا کیا سعادت ہے
نبوت ہے، رسالت ہے، قیادت ہے، امامت ہے

محمدؐ خود شناس و محرم رازِ حقیقت ہے
قسیم حوضِ کوثر ہے، وسیم مہر و شفقت ہے!
محمدؐ کے سرِ پُرنور پر تاجِ شفاعت ہے
نہیں ملتی ہے جو ہر آدمی کو وہ یہ نعمت ہے
محمدؐ ہی کے دَم سے افتخار آدمیت ہے
محمدؐ جان ملت، آن ملت، شانِ ملت ہے
اِک اُمّی نے سب ادیان وملل منسوخ کر ڈالے
محمدؐ تاجدارِ منصب ختم رسالت ہے

حضور ﷺ سے محبت تمام فرائض اسلام سے پہلا فریضہ ہے۔اس محبت کے بغیر کسی اہل اسلام کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔حضرت خاتم الانبیاء کی سیرت وکردار سے متاثر ہوکر مسلمان تو مسلمان آپ کی شان میں غیر مسلم ہندو اور سکھ شعراء نے بھی اپنے کلام کے ذریعہ عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے اور بلا امتیاز مذہب خراجِ عقیدت پیش کیا تو اندازہ کیجیے کہ کیسے اوصاف اور شان کا حامل ہوگا وہ نبی کہ جس سے مسلمان تو مسلمان غیر مذہب کے لوگ بھی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ایک مسلمان شاعر اللہ کے نبی ﷺ سے محبت وعقیدت کا اظہار کچھ ان الفاظ میں کرتا ہے ؏

جلال اتنا کہ حسن میں بھی ہو جس سے شانِ نیاز پیدا
جمال ایسا کہ جس کی تابش سے پتھروں میں گداز پیدا
وجاہت اتنی کہ شوقِ دیدار کو مجال نمو نہیں ہے
لیاقت ایسی کہ کم سوادوں کو جرأتِ گفتگو نہیں ہے
ذہانت ایسی کہ عقل خودبیں کو جو اسیر نیاز رکھے
صداقت ایسی کہ شاعروں کو مبالغے سے بھی باز رکھے

سرشت اتنی لطیف، صدق و صفا کا گنجینہ جس کو کہیے
طبیعت ایسی شریف، مہر و وفا کا آئینہ جس کو کہیے
عطوفت اتنی کہ حاسد بے ادب کے جرم و گناہ بخشے
مروّت ایسی کہ دشمن جاں طلب کو بھی جو پناہ بخشے
حسد تیری بزم میں جسے لائے، خلق تیرا غلام کر لے
جو رم کرے تجھ سے ازراہِ بغض، تو اس کو رام کر لے
جو تیرے جلوؤں سے ہو منور، اس آئینے میں نہ بال آئے
مٹے خیالِ گناہ دل سے، جو دل میں تیرا خیال آئے
تیرے فروغِ جمال کی تابشیں یہ بتا رہی ہیں
کہ تیری صورت میں تیری سیرت کی طلعتیں جگمگا رہی ہیں
یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے اقوال خود بخود منہ سے بولتے ہیں
یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے احوال خود دلوں کو ٹٹولتے ہیں
یہ دیکھتا ہوں کہ تیری نظروں میں ہیچ ہے فرِّ شہر یاری
یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے قدموں پہ صدقے ہوتی ہے تاجداری
یہ دیکھتا ہوں غلام و آقا کا فرق تو نے مٹا دیا ہے
یہ دیکھتا ہوں کہ تو نے شاہ و گدا کو ہمسر بنا دیا ہے
یہ دیکھتا ہوں جہاں کے ویرانے تیرے قدموں سے گلستاں ہیں
یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے دیوانے علم و حکمت کے پاسباں ہیں
تیرے فقیروں کو بانٹتے دیکھتا ہوں دارا کی کبریائی
تیرے غلاموں کو روندتے دیکھتا ہوں فرعون کی خدائی

(تاجور نجیب آبادی)

تمام کائنات اور تمام موجودات سے زیادہ محبت:

جب تک تمام کائنات اور تمام موجودات سے حضور اقدس ﷺ کی ذات عزیز تر نہ ہو جائے ایمان ناقص وادھورا ہے۔ احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس مضمون کو وضاحت سے بیان فرمایا۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.))[1]

”کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک اس کو میری محبت، گھر والوں اور مال اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔“

بعض محبان نے اپنی محبت کا اظہار اپنے اشعار میں یوں کیا ہے ؎

وَاللّٰهِ يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ إِنَّ لِيْ
قَلْبًا مَشُوْقًا لَا يَرُوْمُ سِوَاكَ
بِكَ قُلَيْبِ مُغْرَمٌ يَا سَيِّدِي
وَحُشَاشَةٍ مَحْشُوَّةٌ بِهَوَاكَ

”اللہ کی قسم! اے خیر الخلائق میرا دل صرف آپ ﷺ کی محبت میں لبریز ہے وہ آپ کے سوا کسی کا طالب نہیں۔ میرے سرکار! میرا دل آپ ﷺ کا ہی شیدا ہے اور میرے اندر تو آپ ہی کی محبت بھری ہوئی ہے۔“

ہندو شاعر ساحر، پنڈت امرناتھ نے محبت رسول میں جو گلہائے عقیدت پیش کیے ہیں وہ مندرجہ ذیل اشعار میں دیکھے جاسکتے ہیں ؎

میرا قلب مطلع نور ہے کہ حرم میں جلوہ یار ہے
دل و دید محو نظارہ ہیں کہ نہ گرد ہے نہ غبار ہے

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ١٦٨.

ترے جلووں کا تری رحمتوں کا حساب ہے نہ شمار ہے
کہ صفات کون و مکان کی تری ذات دارومدار ہے
ترا عشق ہستی شش جہت ترا حسن پیکر معرفت
اسے تو نے اپنا بنالیا کہ ترا یہ قول و قرار ہے
یہ حضور شاہ نظام دیں ترا حسن خسرو دلبراں
ترا جلوہ بزم ہے خسروی کہ ترے چمن کی بہار ہے
جو نہ صوت و حرف میں آسکے جو دوکون میں نہ سما سکے
رگ جان ساحر خستہ میں وہ چمن کی ایسی بہار ہے

جان سے زیادہ محبت:

رسول اللہ ﷺ سے اپنی جان سے زیادہ محبت کرنے کی فرضیت پر درج ذیل حدیث شریف دلالت کرتی ہے:

((عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ هِشام قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، لَأَنْتَ اَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ إِلَّا نَفْسِيْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَهُ: لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ، بِيَدِهِ حَتَّى أَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ: فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فَاِنَّهُ الآنَ وَاللهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ. فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ الآنَ يَا عُمَرُ.))[1]

''عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تھے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب

[1] صحيح بخارى، كتاب الايمان والنذور: رقم : ٦٦٣٢.

ہیں۔تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (تو مومن) نہیں، یہاں تک کہ میں تیری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں ،تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا اللہ کی قسم! اب یقینا آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں ،تو نبی ﷺ نے فرمایا: اب اے عمر! اب (بات بنی ہے)۔''

مذکورہ بالا حدیث میں دیگر باتوں کے علاوہ ایک انتہائی قابل توجہ بات یہ ہے کہ جناب رسول صادق و امین ﷺ نے قسم کھا کر بیان فرمایا کہ ایمان کی تکمیل کے لیے آپ ﷺ کا مومن کو اپنی جان سے زیادہ محبوب وعزیز ہونا ضروری ہے۔حالانکہ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی اس قدر رفیع المرتبت ہے کہ آپ قسم نہ بھی کھائیں تب بھی آپ کی ہر بات ٹھیک اور شک وشبہ سے بلند و بالا ہے اور جب آپ کوئی بات قسم کھا کر فرمادیں تو وہ بات کتنی زیادہ پختہ ہوگی کیونکہ معلوم ہے کہ قسم کلام کی پختگی پر دلالت کرتی ہے۔ [1]

اپنے والدین اور اولاد سے بھی زیادہ محبت ہو:

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ اس کے نزدیک اپنے والدین اور اولاد سے بھی زیادہ پیارے ہوں۔درج ذیل حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهِ لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ.)) [2]

''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے،تم میں سے اس وقت تک کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین اور اولاد سے

---

[1] بحواله عمدة القاری: ١ /١٤٣.

[2] صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم الحدیث : ١٤.

بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔“

لذتِ ایمان کا حصول:

وہ ذائقہ جو بندے کو دیگر لذائذ سے بیگانہ کردے اور اسے ایسی چاشنی کا خوگر کردے کہ دنیا کی کوئی چیز اسے پسند نہ آئے۔ دنیا کی تنہائیاں اور مصائب زمانہ اس کے ذوقِ ایمان کو کم نہ کرسکیں وہ ذائقہ ایمان کا ذائقہ ہے اور ایمان کی مٹھاس کا آدمی جب رسیا ہوجاتا ہے تو دہکتے کوئلے بلال حبشی وصہیب رومی کی لذتِ ایمان میں ذرا کمی نہ کرپائے بلکہ تپتی ریت اور دہکتے کوئلے ان کی محبت سے ٹھنڈے ہوجاتے ہیں اور جو انھیں اس حالت میں سوز دروں حاصل ہوتا ہے وہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ کسی نے اس کی خوب ترجمانی کی ہے ؎

یار کرے جد اپنا تینوں چھٹسن ہور اشنایاں
ماں پیو سجن یاد نہ رہسن حرص نہ بھیناں بھائیاں

وہ لذتِ ایمان کب حاصل ہوتی ہے؟ اس کے جواب کے لیے صحیح بخاری ومسلم کی مندرجہ ذیل حدیث دیکھیں جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ.))[1]

”تین باتیں جس میں ہوں اس نے ایمان کی لذت اور چاشنی پالی۔ ① اللہ اور اس کا رسول اس کی طرف سب سے زیادہ محبوب ہوں ② اور وہ کسی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے ③ اور وہ کفر میں لوٹنا اتنا ہی ناپسند خیال کرے جیسے کہ

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ١٦ و کتاب الاکراہ، رقم: ٦٩٤١۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ١٦٥.

اس کو آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہے۔''

آخرت میں معیت رسول ﷺ کا شرف نصیب ہونا:

اسی طرح جس شخص نے دنیا میں ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے محبت کی وہ آخرت میں آپ ہی کے ساتھ ہوگا۔ درج ذیل حدیث شریف اس بات کو واضح کرتی ہے، جس کے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، فرماتے ہیں:

((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: مَا أَعْدَدْتَ لِلسَّاعَةِ؟ قَالَ: حَبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، قَالَ: فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتِ، قَالَ أَنَسٌ: فَمَا فَرِحْنَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ، فَرَحاً أَشَدَّ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ: فَأَنَا أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، وَأَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ فَأَرْجُوْا أَنْ أَكُوْنَ مَعَهُمْ، وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِهِمْ)) [1]

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا اللہ اور رسول کی محبت۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ قیامت کے دن تو اپنے محبوب کے ساتھ ہی ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کو اسلام قبول کرنے کے بعد سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ'' آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں، اور مجھے امید ہے کہ میں انہی کے ساتھ ہوں گا۔ اگرچہ میں ان جیسے اعمال نہ کرسکا۔''

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، رقم: ٦١٧١۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة رقم: ٦٧١٣.

((اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ.)) ❶

''آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔''

دل کو اگر ہے چاند بنانے کی آرزو
کر اکتسابِ نور اسی آفتابؐ سے
ذکر نبیؐ کروں گا تو کہہ دوں گا حشر میں
لایا ہوں ارمغاں یہ جہانِ خراب سے
کیفِ خیال شاہِ رسالت سے مست ہو
بڑھ کر کوئی شراب نہیں اس شراب سے
ہونا ہے عرش دولت دیں سے جو بہرہ ور
تو بھی رجوع کر شہہ دین کی جناب سے
(عرش ملیسانی)

علامات محبت رسول ﷺ

چنانچہ نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

① کثرت ذکر محبوب ﷺ:

محب صادق کی یہ پہچان ہے کہ وہ اکثر اپنے محبوب کی یاد میں رطب اللسان رہتا ہے۔ وہ اپنے محبوب کے اوصاف و واقعات کا ذکر کر کے اپنے سکون قلب کا سامان بناتا ہے۔ اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے:

((مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ.)) ❷

''جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ اپنے محبوب کا اکثر ذکر کرتا ہے۔''

❶ صحیح بخاری، کتاب الادب، رقم: ٦١٧٠۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ٦٧١٨.

❷ جامع صغیر : ٢/ ١٦٠.

کثرت ذکر محبوب، محب کو اندھا بہرہ کر دیتا ہے۔ اس کے قلب سے محبوب کے سوا ہر چیز کی محبت نابود ہو جاتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((حُبُّكَ لِلشَّئِ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ.)) ❶

''یعنی تجھے کسی چیز کی محبت ہو جائے تو وہ حب تجھے اندھا اور بہرا کر دے گی۔''

یہ علامت محبانِ رسول اللہ ﷺ میں کمال کے ساتھ موجود تھیں اور وہ اپنے محبوب رسول پاک ﷺ کا ذکر بڑے رقت آمیز انداز میں کرتے تھے۔ اس کا اندازہ ان واقعات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

ایک بار حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما انصار کی ایک مجلس میں گئے تو دیکھا کہ سب لوگ رو رہے ہیں، سبب پوچھا تو بولے کہ ہم کو سرکار کی مجلس یاد آگئی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کرتے تھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ ❷

◈ درد دل سے محبوب ﷺ کی یاد:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتنے کیف و سرور میں رسالت مآب ﷺ کا ذکر خیر کیا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ایک دن حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اور جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا۔ اس کے بعد اس قدر روئے زمین کی کنکریاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: جمعرات کا دن کیا؟ بولے اسی دن آپ ﷺ کے مرض وصال میں شدت آئی تھی۔ ❸

رسول اللہ ﷺ کے وصال پر اکابر امت کے دو نوحے ہمیں ملتے ہیں جنھیں پڑھ کر کلیجہ

---

❶ سنن ابوداؤد: ٥/ ٣٤٦، رقم: ٤٩٣٠۔ مسند احمد: ٥/ ١٤٩.

❷ طبقات ابن سعد، تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمر۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الوصیه، باب ترک الوصیه لمن لیس له شی یوصی فیه، رقم: ٤٢٣٢.

منہ کو آتا ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا:

مَاذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدٍ
أَلَّا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

''جس نے ایک مرتبہ بھی خاک پائے احمدِ مجتبیٰ سونگھ لی، اسے ساری عمر کوئی اور خوشبو سونگھنے کی حاجت نہیں۔''

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ عُدْنَ لَيَالِيَا

''نبی ﷺ کی جدائی میں وہ مصیبتیں مجھ پر ٹوٹی ہیں کہ اگر یہ دنوں پر ٹوٹتیں تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔''

أُغْبِرَّ آفَاقُ السَّمَاءِ وَكُوِّرَتْ
شَمْسُ النَّهَارِ وَأَظْلَمَ الْعَصْرَانِ

''آسمان کی پہنائیاں غبار آلود ہو گئیں، دن کا سورج لپیٹ دیا گیا اور زمانہ تاریک ہو گیا۔''

وَالْأَرْضُ مِنْ بَعْدِ النَّبِيِّ كَئِيْبَةٌ
أَسَفًا عَلَيْهِ كَثِيْرَةُ الرَّجْفَانِ

''اور زمین نبی کریم ﷺ کے بعد مبتلائے غم والم ہے اور ان کے غم میں سراپا ڈوبی ہوئی ہے۔''

فَلْيُبْكِهِ شَرْقُ الْبِلَادِ وَغَرْبُهَا
وَلْيُبْكِهِ مُضَرٌ وَكُلُّ يَمَانِ

''اب آنسو بہائے مشرق بھی اور مغرب بھی اُن کے فراق میں اور آنسو بہائے

قبیلہ مضر اور یمن کا ہر شخص۔''

وَلْيُبْكِهِ الطَّوْدُ الْمُعَظَّمُ جَوُّهُ
وَالْبَيْتُ ذُوالْأَسْتَارِ وَالْأَرْكَانِ

''آپ کی جدائی پر بڑی ہیبت والے پہاڑ اور پردوں میں چھپا ہوا حجر اسود اور بیت اللہ بھی اشک بار ہے۔''

يَا خَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارَكِ ضَوْئُهُ
يَا فَخْرَ مَنْ طَلَعَتْ لَهُ النَّيِّرَانُ

''اے خاتم الرسل! آپ برکت اور سعادت کی جوئے فیض ہیں اور فخر تو صرف ان کے لیے ہے جن پر (آپ کی ہدایت کی) روشنیاں چمکیں۔''

صَلَّى عَلَيْكَ مُنَزِّلُ الْقُرْآنِ ❶

''آپ ﷺ پر تو قرآن کریم نازل کرنے والی ہستی رب تعالیٰ بھی درود وسلام بھیجتی ہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

يَا عَيْنُ فَابْكِي وَلَا تَسْأَمِي
وَحُقَّ الْبُكَاءُ عَلَى السَّيِّدِ

''اے آنکھ! تو خوب رو، اب یہ آنسو نہ تھمیں، میرے آقا اس کے لائق ہیں کہ ان پر گریہ کیا جائے۔''

عَلَى خَيْرِ خِنْدِفٍ عِنْدَ الْبَلَاءِ
أَمْسَى يُغَيَّبُ فِي الْمَلْحَدِ

''شدائد و مصائب کے وقت سب سے جلد پہنچنے والے پر جو فوت ہو کر گوشۂ قبر

❶ ''... ح الكبير لابن قدامة: ٢/ ٤٣٠ـ وسبل الهدى والرشاد: ١٨/ ٢٧٣ـ ٢٨٧.

میں دفن کیا جارہا ہے۔"

فَصَلَّى الْمَلِيْكُ وَلِيُّ الْعِبَادِ
وَرَبُّ الْعِبَادِ عَلَى أَحْمَدِ

"مالک الملک، بادشاہ عالم، بندوں کا والی اور پروردگار، احمد مجتبیٰ پر سلام و رحمت بھیجے۔"

فَكَيْفَ الْحَيَاةُ لِفَقْدِ الْحَبِيْبِ
وَزَيْنِ الْمُعَاشِرِ فِي الْمَشْهَدِ

"اب کیسی زندگی، جو حبیب ہی بچھڑ گیا اور وہ نہ رہا جو زینت دو عالم تھا۔"

فَلَيْتَ الْمَمَاتَ لَنَا كُلِّنَا
فَكُنَّا جَمِيْعًا مَعَ الْمُهْتَدِيْ

"کاش! ہم سب کو موت آجائے تا کہ ہم سب اس ہدایت والی ذات کے ساتھ مل جائیں۔"

③ نبی کریم ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید تمنا:

اس عورت کو یاد کیجیے گا کہ جنگ احد میں اسے اطلاع ملی اللہ کے رسول ﷺ شہید کردیے گئے، بے قرار ہو کر گھر سے باہر نکلی۔ راستے میں اسے اطلاع ملی کہ تیرا باپ شہید ہو گیا، کہا پرواہ نہیں۔ آگے بڑھی، اطلاع ملی کہ تیرا بھائی شہید ہو گیا، پرواہ نہیں۔ اللہ کے رسول کا بتاؤ؟ لوگوں نے کہا: وہ خیریت سے ہیں، کہا، جب تک دیکھ نہیں لوں گی اس وقت تک مجھے قرار نہیں آئے گا، اور آگے بڑھی، اللہ کے پیغمبر نظر آ گئے، کہتی ہے: ((أَلاكُلُّ شَيءٍ خَلَاهُ جَلَلٌ)) "یارسول اللہ! آپ کو دیکھ لیا اب ساری مصیبتیں جھیلنا آسان ہو گئیں" اب نہ باپ کا صدمہ، اور نہ شوہر کا صدمہ، اور نہ بھائی کا صدمہ بس اب آپ کو دیکھ لیا ساری مصیبتیں اور ساری تکلیفیں مٹ گئیں۔ [1]

[1] البداية والنهاية لابن كثير : ٤/٤١.

ماں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا
اے شہِ دیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم!
(شبلی نعمانی)

حضور ﷺ کے سرپرست اور محافظ چچا ابوطالب آپ ﷺ کی مدح وثنا میں لب کشا ہوئے ایک قصیدے میں ابوطالب کی زبانِ قلم سے ایک ایسا شعر بھی نکلا جو بہت سے قصیدوں سے بھاری ہے اور وہ شعر یہ ہے ؎

وَاَبْیَضَ یُسْتَقٰی الْغَمَام بِوَجْهِهٖ
ثَمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

''وہ روشن اور تابناک چہرے والے، جن کے صدقے میں بادلوں سے پانی مانگا جائے۔ وہ یتیموں کے والی اور بیواؤں کے سرپناہ ہیں۔''

اے نقیب قرآنی، اے رسولِ یزدانی!
تم ہو زیست کے رہبر، تم حیات کے بانی
چہرۂ مبارک کا جس نے نور دیکھا ہے
اس نے خلد دیکھی ہے، اس نے طور دیکھا ہے
تم زمیں پہ کیا آئے؟ بادِ نورِ بہار آئی!
جامِ لالہ فام آیا، بوئے مشک بار آئی
نام میں بھی نکہت ہے، یاد میں بھی خوشبو ہے
کیا جمالِ عارض ہے، کیا بہارِ گیسو ہے
تم جہاں سے اُٹھے وہ بنائے ہستی ہے
تم جہاں خوابیدہ ہو، زندگی بستی ہے

لب پہ نام آتا ہے، روح مسکراتی ہے
زندگی بہاروں میں ڈوب ڈوب جاتی ہے
(ساقی جاوید)

اللہ کے پیغمبر تھے صحابہ کرام اور صحابیات آپ علیہ السلام کی زیارت کرتے، آپ ﷺ کا انتقال ہوگیا، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس دن اللہ کے پیغمبر کا انتقال ہوا۔ اس سے تاریک اور سیاہ دن ہم نے نہیں دیکھا، دفن کر کے گھر آئے، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے دل نے کیسے گوارہ کرلیا کہ تم نے پیغمبر کے جسم اطہر پر مٹی ڈال دی؟[1]

امیر عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں گشت پر ہیں کہ ایک گھر میں چراغ جل رہا ہے، تفتیش کی کہ چراغ کیوں جل رہا ہے؟ آدھی رات گزر گئی اس گھر کے مکین کیوں نہیں سوئے؟ دیکھا کہ ایک بڑھیا تہجد پڑھ رہی ہے اس کی زباں پر جملے آگئے۔ کچھ جملے مقفّی تھے شعر بن گئے ان سے ایک شعر کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ میں راتوں کو قیام کرتی ہوں، پوری پوری رات قیام میں گزار دیتی ہوں اور جب سحری کا وقت ہوتا ہے تو روتی ہوں، اور گڑ گڑاتی ہوں، اور میری یہ خواہش ہے اور میری یہ تمنا ہے کاش کوئی مجھے آکر بتا دے کہ میری تمنا پوری ہوسکتی ہے یا کہ نہیں؟ وہ تمنا کیا ہے؟ وہ تمنا یہ ہے کہ کوئی آکر بتا دے کہ قیامت کے دن اپنے پیغمبر ﷺ کی جھلک دیکھ پاؤں گی یا نہیں؟ اس جھلک کی خاطر رات کو سوتی نہیں قیام کرتی ہوں۔ اور اللہ سے دعائیں کرتی ہوں اور سحر کے وقت استغفار کرتی ہوں، روتی ہوں۔ صرف ایک ہی خواہش ہے کہ دنیا کی زندگی میں بار بار اللہ کے پیغمبر ﷺ کو دیکھوں۔ اب یہ موقع ختم ہو چکا۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ انتقال کر گئے قیامت کا دن ہوگا، اللہ کے پیغمبر کا درجہ اونچا ہوگا اور ہمارا درجہ نیچے ہوگا۔ کاش! مجھے موت کی خبر آکر بتا دے کہ تمہاری ان تہجدوں کا اور ان رونے دھونے کا کوئی نتیجہ حاصل ہو جائے گا؟

جناب رسول کریم ﷺ کے ایک اور سچے محب کو دیکھتے ہیں کہ جب بھی اس کے ذہن

---

[1] البداية والنهاية لابن كثير : ٢٥٤/٥.

میں آنحضرت ﷺ کا اور اپنی موت کا تصور آتا ہے تو وہ پریشان ہوجاتا ہے۔ اس کی پریشانی کا سبب یہ اندیشہ ہے کہ اگر وہ جنت میں داخل ہو بھی گیا تب بھی نبی کریم ﷺ کے چہرہ پر انوار کا دیدار نہ کر سکے گا۔ کیونکہ آپ ﷺ تو وہاں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ تشریف فرما ہوں گے اور یہ صحابی کہیں نچلے درجے میں ہوگا، اس محب صادق کا قصہ امام طبرانی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے بایں الفاظ لکھا ہے:

((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى اَلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَاَنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ وَلَدِيْ، وَإِنِّيْ لَأَكُوْنَ فِي الْبَيْتِ فَأَذْكُرُكَ فَمَا أَصْبِرُ حَتَّى أٰتِيَكَ فَأَنْظُرَ إِلَيْكَ وَإِذَا ذَكَرْتُ مَوْتِيْ وَ مَوْتَكَ عَرَفْتُ أَنَّكَ إِذَا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ رُفِعْتَ مَعَ النَّبِيِّيْنَ، وَإِنِّيْ إِذَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ خَشِيْتُ أَنْ لَا أَرَاكَ"

فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ: ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ﴾ (النساء: ٦٩)[1]

"ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا! اے اللہ کے رسول! بے شک آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں اور آپ ﷺ مجھے میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں اور بے شک جب میں گھر میں ہوتے ہوئے آپ ﷺ کو یاد کرتا ہوں تو اس وقت تک میں صبر نہیں کرتا جب تک میں آپ ﷺ کے پاس آ کر دیکھ نہ لوں، اور جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو مجھے یقین ہے۔ کہ آپ تو اس وقت انبیاء کے ساتھ بلند و بالا مقام پر ہوں گے جب آپ ﷺ جنت میں داخل ہوں گے، اور بے شک میں جنت میں داخل ہوں گا تو

[1] معجم أوسط للطبراني، رقم: ٤٨٠۔ مجمع الزوائد للهيثمي: ٢/٢.

مجھے ڈر ہے کہ میں اس وقت آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکوں گا''

نبی ﷺ نے اس بات کا جواب اس وقت تک نہیں دیا حتی کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے ''اور جو شخص اللہ کی اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی اور صدیق الی آخر الآیۃ''

اسی طرح ایک اور محب صادق کو فرمائش کرنے کا موقع میسر آتا ہے ان کی فرمائش کیا تھی؟ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ان کی زبانی ہی بیان فرمایا ہے، یہ حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ ہیں، فرماتے ہیں:

((كُنْتُ أَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَآتِيْه بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ، فَقَالَ لِيْ: "سَلْ" فَقُلْتُ: أَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ. قَالَ: أَوَغَيْرَ ذَلِكَ؟ قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ. قَالَ فَأَعِنِّيْ عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ.))[1]

''حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس رات گزاری، آپ کی حاجت اور وضو کے لیے پانی لے کر حاضر ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: سوال کر، میں نے کہا کہ جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں، فرمایا اس کے علاوہ؟ میں نے کہا بس یہی ہے، آپ نے فرمایا کہ کثرت سجود سے اپنے نفس پر میری مدد کرو۔''

دیکھیے! محب صادق کو فرمائش کا موقع میسر آیا تو بلا تردد جناب رسول اللہ ﷺ کی جنت میں رفاقت کا سوال کیا دوسرے موقع پر پھر اسی فرمائش کو دہرایا۔ مال و متاع اور اغراضِ دنیوی کا تصور بھی ذہن میں نہیں آیا۔

[1] صحيح مسلم، كتاب الصلاة، رقم: ١٠٩٤.

④ اپنی جان و مال اپنے محبوب پر نثار کرنا:

محب صادق کے دل میں ہمیشہ اس بات کی تڑپ رہتی ہے کہ وہ اپنی جان و مال اپنے محبوب پر نثار کر دے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھئے کہ نبی اکرم ﷺ کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہوتا ہے تو آپ کے آنسو نکل آتے ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنی مسند میں بیان فرماتے ہیں:

((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ: فَارْتَحَلْنَا وَالْقَوْمُ يَطْلُبُوْنَا، فَلَمْ يُدْرِكْنَا إِلَّا سُرَاقَةُ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ عَلَى فَرَسٍ لَهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! هَذَا الطَّلَبُ قَدْ لَحِقَنَا". فَقَالَ: "لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللهَ مَعَنَا". حَتَّى اِذَا دَنَا مِنَّافَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ قَدْرُ رُمْحٍ أَوْ رُمْحَيْنِ أَوْثَلَاثَةٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! هَذَا الطَّلَبُ قَدْ لَحِقَنَا. وَبَكَيْتُ. قَالَ: "لِمَ تَبْكِيْ؟" قُلْتُ: أَمَا وَاللهِ! مَاعَلَى نَفْسِيْ أَبْكِيْ، وَلٰكِنْ أَبْكِيْ عَلَيْكَ. قَالَ: فَدَعَا عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ! اكْفِنَاهُ بِمَاشِئْتَ" فَسَاخَتْ قَوَائِمُ فَرَسِهِ إِلَى بَطْنِهَا فِي اَرْضٍ صَلْدٍ ......الحديث.))[1]

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہتے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم نے ہجرت کا سفر کیا اور قوم ہم کو تلاش کر رہی تھی، ہم کو صرف سراقہ بن مالک اپنے گھوڑے پر ملا، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! یہ طلب کرنے والا تو ہم کو آملا ہے، پس آپ ﷺ نے کہا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے حتیٰ کہ وہ ہمارے قریب ہو گیا، ہمارے اور اس کے درمیان ایک نیزہ یا دو یا تین نیزے کا فاصلہ تھا۔ اس نے کہا، میں نے کہا کہ یہ تو ہم کو آملا ہے اور میں رو پڑا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیوں روتا ہے، میں نے کہا اللہ کی قسم! اپنے لیے نہیں بلکہ آپ کی

[1] صحيح بخاري، كتاب المناقب، رقم: ٣٦١٥۔ مسند احمد بن حنبل، رقم: ٣.

خاطر روتا ہوں؟ حضرت ابوبکر کہتے ہیں: کہ نبی اکرم ﷺ نے اس پر بددعا کردی فرمایا اے اللہ! اس کو جیسے چاہے کافی ہوجا پس اس کے گھوڑے کے گھٹنے پیٹ تک چٹیل زمین میں دھنس گئے۔''

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب سفر ہجرت میں سراقہ بن مالک جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعاقب کرتے کرتے ان کے بالکل قریب پہنچ جاتا ہے۔

⑤ محبوب کا دفاع کرنا:

کیسی محبت؟ ایسی محبت کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ کے دفاع کی خاطر اور نبی اکرم ﷺ کے دین کے دفاع کی خاطر بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قربانیاں دیں۔ اپنا خون، جان اور مال سب کچھ لٹا دیا، اور کہا جہاں اللہ کے پیغمبر ﷺ کے پسینے کا قطرہ گرے گا وہاں اپنا خون بہادیں گے اللہ کے پیغمبر ﷺ کے آگے، اللہ کے پیغمبر ﷺ کے پیچھے، اللہ کے پیغمبر کے دائیں اور بائیں لڑیں گے۔

اسی طرح معرکہ احد میں دیکھیے کہ شہیدانِ احد شہادت سے پہلے آنحضرت ﷺ پر کس انداز میں فداکاری کا ثبوت دیتے ہیں۔ امام نسائی نے اپنی سنن میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے کہ ''معرکہ احد میں جب مسلمان بھگدڑ میں منتشر ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف گیارہ انصاری اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم رہ گئے تو مشرک نبی کریم ﷺ کے قریب پہنچ گئے، آپ ﷺ نے نگاہ بلند کرتے ہوئے فرمایا: قوم (مشرکین) کا مقابلہ کون کرے گا؟ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''میں'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی جگہ پر رہو، انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا ''میں'' اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم'' (ٹھیک ہے تم مشرکوں کا مقابلہ کرو) اس شخص نے مشرکوں سے لڑائی کی یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ مشرک اسی جگہ ڈٹے ہوئے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ''قوم کا مقابلہ کون کرے گا؟'' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میں''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''تم اپنی جگہ پر رہو''، ایک انصاری نے عرض کیا ''میں'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تم'' (ہاں ٹھیک ہے تم مشرکوں کا مقابلہ کرو)۔ وہ شخص مشرکوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوگیا، نبی اکرم ﷺ اسی طرح فرماتے رہے اور ہر مرتبہ ایک ایک انصاری سامنے آتے اور اپنے پیشرو کی طرح مشرکوں سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمالیتے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''قوم (مشرکوں) کا مقابلہ کون کرے گا؟'' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''میں'' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے گیارہ انصاریوں کے بقدر لڑائی کی دوران لڑائی ان کے ہاتھ پر وار ہوا اور ان کی انگلیاں کٹ گئیں انہوں نے کہا ''حس'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو بسم اللہ کہتا تو فرشتے لوگوں کے سامنے ہی تجھے اٹھا لیتے'' پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو پھیر دیا'' ❶

اللہ اکبر! رسول کریم ﷺ سے سچی محبت کرنے والے گیارہ جان نثار آپ ﷺ پر اپنی جانوں کو نچھاور کر دیتے ہیں۔ پھر بارھویں جان نثار آگے بڑھتے ہیں اور ان کی فداکاری کچھ معمولی نہ تھی بلکہ تنہا ان کی فداکاری گیارہ پہلے جان نثاروں کے بقدر تھی۔ ان کا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شل ہوگیا۔ امام بخاری حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا ''میں نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہاتھ دیکھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شل ہوگیا تھا۔ ❷

آنحضرت ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے صرف ان کا ہاتھ ہی شل نہ ہوا بلکہ سارا جسم چھلنی ہوگیا ان کے جسم پر کم وبیش ستر زخم آئے۔ امام ابو داؤد طیالسی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ''پھر ہم طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے جو کہ ایک گڑھے میں تھے اور ان کے جسم پر تیر و تلوار کے کم وبیش ستر زخم تھے۔ ❸

---

❶ صحيح سنن نسائی للألبانی : ٢/ ٦٦١.

❷ صحيح بخاری : ٧/ ٣٥٩.

❸ منحة المعبود فی ترتيب مسند ابی داؤد : ٢/ ٩٩۔ فتح الباری :٧/ ٨٢-٨٣.

معرکہ احد کے زخمیوں میں سے ایک اور محب صادق کو دیکھتے ہیں کہ ان کے جسم پر تیر، تلوار اور خنجر کے ستر ۷۰ کاری زخم ہیں اور ان کے اسی دار فانی اور اس میں موجود اہل وعیال اور مال ومتاع سے جدا ہونے میں چند لمحات باقی ہیں ان آخری لمحات میں انہیں کس بات کی فکر تھی؟

جنگ احد کی افراتفری اور بدحواسی میں جب سرور کائنات ﷺ کو کفار نے گھیر لیا اور اس وقت فخر موجودات ﷺ نے آواز دی کہ کون مجھ پر جان دیتا ہے تو حضرت زیاد بن سکن چند انصاریوں کو لے کر یہ خدمت ادا کرنے کے لیے بڑھے ہر ایک نے جاں بازی سے لڑتے ہوئے اپنی جان فدا کردی مگر ایک زخم بھی رحمت عالم کو لگنے نہیں دیا اور زیاد بن سکن کو یہ شرف حاصل ہوا کہ زخموں سے چور چور ہو کر دم توڑ رہے تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے حکم دیا کہ ان کا لاشہ میرے قریب لاؤ۔ لوگ اٹھا کر لائے ابھی کچھ کچھ جان باقی تھی آپ رضی اللہ عنہ نے زمین پر گھسٹ کر اپنا منہ محبوب خدا کے قدموں پر رکھ دیا اور اسی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر گئی۔ ❶

اسی پر کیف لمحے کو بڑے خوبصورت انداز میں نظم کیا گیا ؎

تیرے قدموں پر سر ہو اور تار زندگی ٹوٹے
یہی انجام الفت ہے یہی مرنے کا حاصل ہو

دوسرے شاعر نے یوں کہا ؎

نکل جائے جاں تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی خواہش یہی آرزو ہے

اور ایک شاعر نے یوں کہا ؎

گر وقت اجل سر تیری چوکھٹ پہ دھرا ہو
جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو

❶ صحیح مسلم، باب غزوہ احد.

امام حاکم کی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے مروی حدیث کا ترجمہ پڑھتے ہیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''معرکۂ احد کے دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی تلاش میں روانہ کیا اور فرمایا ''اگر سعد مل جائے تو اسے میرا سلام کہنا، اس سے کہنا کہ رسول اللہ ﷺ دریافت کر رہے ہیں ''تم کیسے ہو؟'' حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں مقتولین میں گھومتے گھومتے ان تک پہنچا تو ان کی زندگی کے آخری سانس باقی تھے اور ان کے جسم پر تیر، تلوار اور نیزے کے ستر زخم تھے میں نے ان سے کہا ''سعد! رسول اللہ ﷺ تجھے سلام کہتے ہیں اور تمہاری کیفیت کے متعلق دریافت فرمارہے ہیں؟۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ پر سلام اور تجھ پر سلام۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں میری طرف سے عرض کرنا کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔'' اور میری قوم انصار سے کہنا اگر تمہاری زندگی میں رسول اللہ ﷺ تک دشمن پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا''

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر ان کی روح ان کے جسم سے پرواز کر گئی۔ ❶

اللہ اکبر! زندگی کے آخری لحات میں اس سچے محب کو کس بات کی فکر دامن گیر تھی؟ انہیں کس بات کا اس وقت سب سے زیادہ اہتمام تھا؟ اس دنیا اور اس میں موجود اہل وعیال اور مال ومتاع سے جدا ہوتے وقت انہوں نے اپنی قوم کو جو وصیت کی؟ جس بات کی انہیں فکر تھی؟ وہ اپنے محبوب اور محبوب رب العالمین کی سلامتی کی فکر تھی۔ اور اپنی قوم کو جو انہوں نے وصیت کی وہ یہی تھی کہ ان کی قوم کا ہر فرد آنحضرت ﷺ کی سلامتی کی خاطر اپنی جان نچھاور کر دے ؏

تکمیل معرفت ہے محبت رسولؐ کی
ہے بندگی خدا کی اطاعت رسولؐ کی

❶ مستدرك حاكم، رقم: ٤٩٥٨۔ سير أعلام النبلاء: ٣١٩/١.

ہے مرتبہ حضورؐ کا بالائے فہم و عقل
معلوم ہے خدا کو عزت رسولؐ کی
تسکین دل ہے سرورِ کون و مکاں کی یاد
سرمایۂ حیات ہے الفت رسولؐ کی
انسانیت، محبت باہم، تمیز، عقل
جو چیز بھی ہے سب ہے عنایت رسولؐ کی
فرمانِ رب پاک ہے فرمانِ مصطفیٰؐ
احکام ایزدی ہیں ہدایت رسولؐ کی
اتنی سی آرزو ہے بس اے رب دو جہاں!
دل میں رہے سحر کے محبت رسولؐ کی

(کنور مہندر سنگھ بیدی سحر)

مسلمانو! سوچیے کیا ہمارا انداز فکر اور طرز عمل بھی یہی ہے؟ ہمیں کن باتوں کی فکر دامن گیر ہے؟ ہماری کیا فرمائشیں ہیں؟ کیا بہت سی فرمائشیں ایسی نہیں کہ ان کا زبان پر ذکر کرنا بھی ایک مسلمان کے لیے باعث شرم ہے؟

سبوئے جاں میں چھلکتا ہے کیمیا کی طرح
کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفیٰؐ کی طرح
قدح کسار ہیں اس کی اماں میں جس کا وجود
سفینۂ دو سرا میں ہے ناخدا کی طرح
وہ جس کے لطف سے کھلتا ہے غنچۂ ادراک
وہ جس کا نام نسیم گرہ کشا کی طرح
خزاں کے حجلہ ویراں میں وہ شگفت بہار
فنا کے دشت میں وہ روضۂ بقا کی طرح

شرف ملا بشریت کو اس کے قدموں میں
یہ مشت خاک بھی تاباں ہوئی سہا کی طرح
وہ جس کا جذب تھا بیداری جہاں کا سبب
وہ جس کا عزم تھا دستورِ ارتقا کی طرح
وہ جس کا سلسلۂ جود ابرِ گوہر بار!
وہ جس کا دست عطا مصدرِ عطا کی طرح
وہ نور لم یزل تھا تہ قبائے وجود!
یہ راز ہم پہ کھلا رشتۂ قبا کی طرح
بغیر عشق محمدؐ کسی سے کھل نہ سکے
رموزِ ذات کہ ہیں گیسوئے دو تا کی طرح
ریاضِ مدحت رسالت میں راہوار غزل
چلا ہے رقص کناں آہوئے صبا کی طرح

نواں حق

رسول اللہ ﷺ کی عزت و تعظیم کرنا

با ادب بانصیب

بے ادب بدنصیب

رسول کریم ﷺ کے حقوق میں سے نواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عزت و تعظیم کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ﴾ (الفتح:۹)

''اور اس (رسول ﷺ) کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو۔''

تعظیم و ادب کا معنی:

آپ ﷺ کی تعظیم اور ادب کرنے کا معنی یہ ہے کہ آپؐ کے فرامین، آپ کی سنن، آپ کی ازواج مطہرات، آپؐ کے اصحاب اور آپ کے شہروں کی آپ علیہ السلام کے تعلق اور اللہ رب العزت کے حکم کی بناء پر تعظیم کی جائے، آپؐ کی عظمت کا پاس رکھا جائے اور ادب کیا جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز تعظیم و ادب:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کی تعظیم کس طرح کیا کرتے تھے، چند واقعات ملاحظہ فرمایئے گا۔

چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ صحابہ کو حضور ﷺ کے در دولت پر دستک کی بھی ضرورت پڑا کرتی تو وہ اپنے ناخنوں کے ساتھ دروازہ کھٹکھٹایا کرتے تھے، ((كَانَ أَصحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لَيَقرَعُوْنَ بَابَهُ بِالأَظَافِيرِ.))[1]

اتنی تعظیم! کوئی صحابی حضور ﷺ کے سامنے ایسی آواز سے نہ بولتا کہ اس کی آواز رسول

[1] المدخل للبيهقي، رقم: ٦٥٩.

اللہ ﷺ سے اونچی ہوتی، اس ادب کی تعلیم خود خدائے برتر نے دی تھی:

﴿لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ (الحجرات:۲)

''لوگو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں سورۂ حجرات کی آیت ﴿لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ﴾ کی تفسیر میں واقعہ بیان کیا ہے:

''سیّدنا ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ کئی دن تک رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں نظر نہ آئے، اس پر ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں اس بابت آپ کو بتاؤں گا۔ چنانچہ وہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے مکان پر آئے، دیکھا کہ وہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے؟ جواب ملا برا حال ہے، میں تو رسول اللہ ﷺ کی آواز پر اپنی آواز بلند کرتا تھا، میرے اعمال برباد ہو گئے اور میں جہنمی بن گیا۔ یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور سارا واقعہ آپ کو سنایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے ایک زبردست بشارت لے کر دوبارہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ وہ اہل جنت سے ہے۔''❶

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جیسے آپ کی حیاتِ مبارکہ میں اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند کرنا ممنوع ہے ویسے ہی آپ کے وصال کے بعد بھی۔❷

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی معمار وہاں اینٹوں کی تراش خراش کرتے تو آپ نے منع فرمایا کہ قبر اطہر کے قریب اینٹوں کی تراش خراش مت کرو۔ آپ کو ایذاء نہ پہنچاؤ۔ چنانچہ معمار اینٹوں کی تراش خراش قبر اطہر سے بعید

---

❶ بحواله: مسند أحمد: ۱۳۷/۳، رقم: ۱۲۴۰۸.

❷ وفاء الوفاء للسمهودی: ۱۲۲/۲، طبع دارالكتب العلميه.

مقام پر کرتے اور پھر لاکر ان کو تعمیر مسجد میں استعمال کرتے تھے۔ ❶

ائمہ کرام اس حکم کو دوام کے لیے قرار دیتے ہیں۔ حدیث نبوی صوت النبی ﷺ ہے۔ حدیث پاک کے ہوتے اپنی قال وقیل کو پیش کرنا، اپنی رائے اور سمجھ کو شامل کرنا صوت النبی ﷺ پر اپنی صوت کو بلند کرنا ہے، نبی ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح بھی فرمائی ہے۔ جو آپ ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں، اوران آداب کی پابندی کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی﴾ (الحجرات:۳)

''جولوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں یہ وہی ہیں جن کے دلوں کا امتحان خدا تعالیٰ نے تقویٰ میں لیا ہے۔''

ظلمت کا چراغ بے ضیا ہے
انجم کا ستارہ ڈوبتا ہے
مہتاب کی چاندنی ڈھلی ہے
مریخ کی سمت مشتری ہے
اہل مدِ کہکشاں ہے مفرور
پروانہ نویس شمع کا نور
زہرہ کا سفید ہوگیا رنگ
نظم پرویں کا کافیہ تنگ
سبزہ ہے کنارِ آب جو پر
یا خضر ہے مستعد وضو پر
اک شاخ رکوع میں رُکی ہے

❶ وفاء الوفاء: ۲/۱۲۳.

اور دوسری سجدہ میں جھکی ہے
کیاری ہر ایک اعتکاف میں ہے
اور آبِ رواں طواف میں ہے
سامانِ ظہور کی ہے تمہید
قدرت پہ ہو رہی ہے تاکید
لو ہم نے حباب کو عطا کی
آبِ حیواں کی ''میر بحری''
جان و دل مرسلین محمدؐ!
روحِ روح الامین محمدؐ!
پیدا ہوئے خاتم النّبیینؐ
مہر عرفاں، عزّ و تمکین
گنجینۂ اصطفا محمدؐ!
آئینہ حق نما محمدؐ!
اس وقت دیار میں عرب کے
مطلع سے تجلیات رب کے
برج شرفِ قریشیاں میں
اور ہاشمیوں کے خانداں میں
کعبہ کی زمینِ نامور سے
اور عبد المطلب کے گھر سے
اسلام کا آفتاب چمکا
بے پردہ و بے نقاب چمکا

پیدا ہوئے سرورِ دو عالمؐ!
پیدا ہوئے فخر نوحؑ و آدمؑ
تاج سر اصفیا محمدؐ!
تاج سر انبیاء محمدؐ!

(محسن کاکوری)

ہجرت کے دن اللہ کے پیغمبر ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ میں اکٹھے داخل ہو رہے ہیں، انصار کے بیشتر افراد نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہیں تھا، کہ کچھ آنکھیں ابوبکر کو دیکھ رہی ہیں، اور کچھ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہی ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ کیفیت دیکھ کر پریشان ہو گئے، اللہ کے رسول ﷺ کی تعظیم کا تقاضا تو یہ ہے کہ آج تمام تر نگاہوں کا مرکز محمد رسول اللہ ﷺ ہوں، چنانچہ حیلہ یہ سوچا کہ اپنے سر سے چدر اتار لی، اور رسول اللہ ﷺ پر سایہ کر دیا، جس سے لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ اللہ کے رسول یہ ہیں، اور میں تو ان کا غلام ہوں۔ [1]

اسی طرح حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو دیکھیے، ان کے بارے میں ہے کہ جب وہ ایمان لائے، ایمان لانے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ سے کہتے ہیں ''اب سے کچھ دیر پہلے اس پوری کائنات میں سب سے زیادہ منحوس اور سب سے زیادہ قابل نفرت آپ کا دین تھا، اب سب سے زیادہ محبوب اور پیارا آپ کا دین بن چکا ہے اب سے کچھ دیر پہلے میرے نزدیک سب سے زیادہ منحوس اور سب سے زیادہ قابل نفرت آپ کا چہرہ تھا، اور اب سب سے زیادہ قابل محبت آپ کا چہرہ بن چکا ہے، اور اب سے کچھ دیر پہلے اس پوری کائنات میں سب سے زیادہ منحوس اور قابل نفرت آپ کا شہر تھا، اور اب سب سے زیادہ قابل محبت آپ کا شہر مدینہ منورہ بن چکا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کے اصحاب اس طرح بیٹھے ہوئے تھے گویا کہ ان کے سروں پر

---

1 مختصر سيرة الرسول، ص:۲۹٦.

پرندے ہوں۔ ❶

حضرت بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوتے تو ہم اپنے سر آپ ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کے سامنے نہ اٹھاتے۔'' ❷

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:

''رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب میرے لیے کوئی نہ تھا اور نہ میری آنکھوں میں آپ ﷺ سے زیادہ کوئی جلال و شان والا تھا اور مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ میں آپ ﷺ کے جلال و تعظیم کی وجہ سے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو نظریں بھر کر دیکھ لوں اور اگر مجھ سے یہ پوچھا جائے کہ میں آپ ﷺ کے (چہرہ کے) اوصاف بیان کروں تو میں اس کی طاقت نہیں رکھتا اس لیے کہ میں نے نظریں بھر کر آپ کو دیکھا ہی نہیں۔'' ❸

یعنی آپ ﷺ کے رخ انور کو نظر بھر کر دیکھ ہی نہ سکے کہ آپ ﷺ کی تعظیم و جلال اس قدر تھا کہ آپ کے سامنے نظریں جھکا کر رکھتے تھے ؏

نگاہ برق نہیں، چہرہ آفتاب نہیں
وہ آدمی ہے، مگر دیکھنے کی تاب نہیں

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے قریش مکہ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بطور سفیر بھیجا تھا۔ قریشیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ بیت اللہ کا طواف کر لیں۔ انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ بات میرے لائق نہیں ہے کہ میں طواف کروں اور رسول اللہ ﷺ

---

❶ صحيح بخاری، كتاب الجهاد والسير، باب فضل النفقة فی سبيل الله، رقم : ٢٨٤٢.

❷ المدخل الى السنن الكبرٰى للبيهقی: ٥٦/٢، رقم : ٥٤١.

❸ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب كون الاسلام يهدم ما قبله، رقم : ١٢١.

طواف سے محروم کردیے جائیں۔ ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حجام آپ کے بال کاٹ رہا تھا، اس حال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے اردگرد تھے اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ آپ ﷺ کا کوئی بھی بال مبارک ایسا نہ ہو جو کاٹا جائے اور وہ ان کے ہاتھوں میں نہ آئے۔ ❷

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز کے لیے اٹھے تو میں بھی اٹھا اور وضو کیا۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے لگا تو آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے برابر کرلیا۔ میں پیچھے ہٹ گیا اور آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پھر اپنے برابر کرلیا۔۔ میں پھر پیچھے ہٹ گیا اور آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا کیا ہے تیرے لیے؟ میں نے جب بھی تجھے اپنے برابر کیا تو پیچھے ہٹ گیا؟ میں نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ کسی کو یہ لائق نہیں کہ وہ آپ کے برابر کھڑا ہوکر نماز پڑھے جبکہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں، عبد اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ میرے علم اور فہم کو زیادہ کرے۔ ❸

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تک آپ ﷺ مجلس سے نہ اٹھتے صحابہ کرام بھی نہ اٹھتے بلکہ بیٹھے رہتے۔ ❹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہمارے ساتھ تشریف فرما ہوتے، ہم سے باتیں کرتے تو جب آپ ﷺ اٹھتے تو ہم بھی اٹھتے، یہاں تک کہ ہم آپ ﷺ کو دیکھتے کہ آپ اپنی ازواج میں سے کسی کے گھر میں داخل ہوجاتے۔ ❺

---

❶ کتب سیرہ.

❷ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب قربة من الناس وتبرکهم وتواضعه لهم، رقم: ۳۳۲۵.

❸ شعب الایمان للبیهقی، رقم: ۱۵۲۳.

❹ سنن نسائی، کتاب القسامة، باب القود من الجبذة، رقم: ۴۷۸۰.

❺ سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الحلم واخلاق النبی، رقم: ۴۷۷۴.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بال مبارک منڈواتے تو ابوطلحہ انھیں سب سے پہلے حاصل کرتے۔ ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے تو مدینہ منورہ کے خادم اپنے پانی والے برتن لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان برتنوں میں پانی ہوتا تو جو برتن آپ ﷺ کے پاس لایا جاتا آپ ﷺ اپنا دست مبارک اس میں ڈالتے۔ پس بہت دفعہ آپ ٹھنڈی صبح میں تشریف لاتے تو آپ ﷺ اپنا دست مبارک اس میں ڈالتے۔ ❷

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور آرام فرمایا۔ آپ ﷺ کو پسینہ آیا تو میری والدہ ایک برتن لے کر آئیں اور اس میں آپ ﷺ کا پسینہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ نبی ﷺ بیدار ہو گئے اور ارشاد فرمایا: ''اے ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟'' اس نے کہا کہ یہ آپ کا پسینہ ہے جسے ہم اپنی خوشبو میں ڈال لیتے ہیں اور یہ سب سے طیب خوشبو بن جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے صحیح کیا۔'' ❸

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر آپ ﷺ کا جانا آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے، اس لیے کہ اس کے علاوہ اور کوئی رشتہ نسب اور رضاعت میں اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں ہے، صرف گھر جانے تک کی بات نہیں ہے، یہی بات ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ اس کے پاس اس کے محرم کے بغیر نہیں جاتے تھے، لیکن یہاں تو اس کا آپ ﷺ کے جسم مبارک کو چھونے کی بھی بات ہے تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں مکمل بحث کے بعد اسی کو اختیار کیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ الفاظ یہ ہیں: "اَحْسَنُ الْاَجْوِبَةِ دَعْوَى الْخُصُوْصِيَّةِ."

---

❶ صحيح بخاری، كتاب الوضوء، بناب الماء الذی يغسل به شعر الانسان، رقم: ١٧١.

❷ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب قرب من الناس، رقم: ٢٣٢٤.

❸ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب طيب ريحه، رقم: ٢٣٣١.

اور صحیح سند سے ثابت شدہ روایت موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ عورتوں میں سے کسی کے ہاں نہیں جاتے تھے سوائے اپنی بیویوں اور اُمّ سلیم کے۔ اس کے لیے آپ ﷺ سے کہا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، اس کا بھائی میرے ساتھ قتل (شہید) ہوا ہے، یعنی حرام بن ملحان جو بئر معونہ کے دن شہید ہوا تھا۔''[1]

عروہ بن مسعود (جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو جب قریش نے صلح حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تو اس نے دیکھا کہ صحابہ نبی ﷺ کی کس قدر تعظیم کرتے ہیں۔ اس نے یہ منظر دیکھا: ''نبی ﷺ جب بھی وضو فرماتے، صحابہ ان کے وضو کے پانی کی طرف لپکتے اور اسے اپنے بدن پر ملتے تھے۔''

عروہ بن مسعود نے قریش سے جا کر کہا:

''اے قریش کے لوگو! میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں۔ اللہ کی قسم! کسی بادشاہ کی بھی ایسی تعظیم بجا نہیں لائی جاتی جیسی محمد (ﷺ) کے ساتھی ان کی تعظیم بجالاتے ہیں۔''[2]

حضور نبی کریم ﷺ کی وہ بارگاہ ہے جس کے بارے میں مفکر اسلام علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

ادب گاہیست از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می اید جنید و بایزید ایں جا

''زیر آسمان عرش سے تعظیم و توقیر میں یہ نازک ترین جگہ ہے اور اس جگہ حضرت جنید بغدادی و بایزید بسطامی سرکردہ اولیا بھی اپنے سانسوں کو ادب سے بند کر لیتے ہیں۔''

---

[1] فتح الباری: ۷۸/۱۱.

[2] صحیح بخاری، کتاب الشروط، رقم: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲.

اے قلم جھک جا ادب کا مقام آیا ہے
تیری نوک تلے میرے محبوب کا نام آیا ہے

دیارِ حبیب ﷺ کی عزت و تعظیم:

محبانِ مصطفی ﷺ کے قلوب کے لیے جو سکون و راحت مدینہ کی فضا میں ہے اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جن دلوں میں محبت مصطفیٰ ﷺ کی شمع فروزاں ہے وہ ہر وقت "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کے مصداق ذکر حبیب میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ ان کے دل دیارِ حبیب ﷺ کی تانگ میں ہر وقت مچلتے رہتے ہیں۔ کیا خوب کہا کسی نے ؎

جب تجھے یاد کر لیا صبح مہک مہک اٹھی
جب تیرا غم جگالیا رات مچل مچل گئی

ان کی فکر و جستجو ہر وقت کوئے محبوب کی جلوہ افرینیوں میں مگن رہتی ہے اور جس طرح محبوب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یثرب کو اپنی آمد سے مدینہ منورہ بنا دیا اسی طرح ان کے دل بھی یادِ محبوب اور محبت محبوب کی بنا پر مثل مدینہ ہو جاتے ہیں، جہاں صرف محبوب کبریا ﷺ کی محبت کا ہی بسیرا ہوتا ہے۔

محبانِ مصطفی ﷺ کے ہاں مدینۂ منورہ کا ایک اعلیٰ و ارفع مقام ہے۔ وہ مدینہ سے ہزاروں میل دور بھی یادِ مدینہ سے اپنے قلوب کے گلشن مہکاتے ہیں اور ذوق و شوق کی دنیا میں آنکھوں کے بل چل کر اس طاہر درِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاضری کو ابدی سعادتوں کا سرچشمہ سمجھتے ہیں۔ قاضی عیاض نے کچھ لوگوں کی خواہش کا ذکر بھی کیا ہے۔ [1]

اور بقولِ کسے ؎

ہاں ہاں مدینہ ہے غافل! ذرا تو جاگ
اور پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

---

[1] الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ص: ۳۰۰، طبع دارالحدیث القاهرة.

جن مبارک قلوب میں محبت محبوبِ رب العالمین ﷺ کی آگ بھڑک رہی ہو، انہیں مدینۃ الرسول ﷺ کی فضاؤں میں عجیب قسم کا کیف و سرور محسوس ہوتا ہے۔ بقول شاعر ؎

چھاؤں مہک مہک ہے دھوپ ٹھنڈی ہے
شہر مصطفی ! تیری بات ہی نرالی ہے
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشتِ طیبہ کے خار پھرتے ہیں

مدینہ منورہ کو یہ شرف حاصل رہا کہ اس کی سرزمین پر حبیب رب العالمین ﷺ کے تلوے مبارک لگے اور آج بھی وہاں کئی ایسے مناظر مل جاتے ہیں جن سے آقائے نامدار ﷺ کی یادیں وابستہ ہیں جنہیں دیکھ کر محبین علیہ السلام کو عجب قسم کی طمانیت قلب میسر آتی ہے، علامہ اقبال نے مولانا روم کے کچھ اشعار اپنے کلام میں نقل کیے ہیں ؎

گفت معشوقے بر عاشق اے فتی
تو بہ غربت دیدہ ای بس شہر ہا
پس کدامی شہر زانہا خوشتر است
گفت آں شہرے کہ آں جا دلبر است

''ایک آدمی نے جس نے بہت دنیا دیکھ رکھی تھی۔ ایک دن اس کے محبوب نے اس سے پوچھا کہ تو نے دنیا کے اتنے شہر دیکھے۔ یہ تو بتا دنیا میں کون سا شہر سب سے خوبصورت لگا! تو اس آدمی نے جواب دیا: مجھے وہی شہر سب سے خوبصورت لگتا ہے جس میں میرا محبوب بستا ہے۔''

امام سمہودی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کا اختتام ایک قصیدے پہ کیا ہے یہ قصیدہ ابو محمد عبداللہ بن عمر بن موسیٰ البکری نے لکھا تھا ان کے ایک شاگرد البدر لکھتے ہیں ایک نیک آدمی نے جواب دیکھا جس میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ وہاں یہی قصیدہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا جب قصیدے کے آخری اشعار پیش کیے گئے جس میں امام البکری نے لکھا تھا کہ:

والحمد لله الكريم وهذه
نجزت وظني أنه يرضاها

''اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے قصیدہ مکمل ہوا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ یہ اشعار سنیں گے تو آپ ﷺ کو بھی پسند آئیں گے۔''

خواب دیکھنے والے بزرگ بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے یہ اشعار سنے تو فرمایا ''رضيناها رضيناها'' ''کہ ہمیں پسند آئے، ہمیں پسند آئے۔''

ویسے تو یہ قصیدہ خاصہ طویل ہے تقریباً تین صفحات پر مشتمل ہے مگر ہم اپنے اور آپ لوگوں کے ایمان کی حرارت کے لیے چند اشعار اور ان کا ترجمہ پیش کرتے ہیں ؎

دارالحبيب احق ان تهواها
ونحن من طرب الى ذكراها
وعلى الجفون متى هممت بزورة
يابن الكرام عليك أن تغشاها
فلانت أنت اذا حللت بطيبة
وظللت ترتع فى ظلال رباها
مغنى الجمال منى الخواطر والتى
سلبت عقول العاشقين حلاها
لا تحسب المسك الذكى كتربها
هيهات أين المسك من رياها

''امام صاحب فرماتے ہیں کہ محبوب کا شہر اس لائق ہوتا ہے کہ اگر محب کے دل میں محبت کا کوئی ذرہ ہو تو اس کے لیے لائق احترام ہوتا ہے اور وہ شہر ہمیشہ اس کی نگاہوں میں رہے گا اگر کہیں اس شہر کا ذکر چل نکلے تو خوشی سے اس کا دل وجد میں آجائے، دنیا کی کوئی خوشبو بھی خاک مدینہ کے برابر نہیں ہوسکتی، شہر یار کی مٹی سے

جو خوشبو آتی ہے کستوری اس کا کیا مقابلہ کر سکتی ہے۔''[1]

وطن کی محبت انسان کا فطری جذبہ ہے، صحابہ کرام مہاجرین رضی اللہ عنہم اگرچہ برضا ورغبت اللہ و رسول ﷺ کی رضا کی خاطر اپنے وطن، اپنے گھر در سب کو چھوڑ کر مدینہ آ گئے تھے، مگر شروع شروع میں ان کو وطن کی یاد آیا ہی کرتی تھی اور اس لیے بھی کہ ہر لحاظ سے اس وقت مدینہ کا ماحول ان کے لیے ناسازگار تھا، خاص طور پر مدینہ کی آب و ہوا ان دنوں ان کے موافق نہ تھی۔ اسی لیے وہ بخار میں مبتلا ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے درد انگیز اشعار ظاہر کرتے ہیں کہ مکہ شریف کا ماحول وہاں کے پہاڑ حتیٰ کہ وہاں کی گھاس تک ان کو کس قدر محبوب تھی مگر اللہ و رسول ﷺ کی محبت ان کے لیے سب سے زیادہ قیمتی تھی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اشعار میں ذکر کردہ جلیل اور اذخر دو قسم کی گھاس ہیں جو اطراف مکہ میں بکثرت پیدا ہوتی ہیں اور شامہ اور طفیل مکہ سے تیس میل کے فاصلے پر دو پہاڑ ہیں۔ مجنہ مکہ سے چند میل مر الظہران کے قریب ایک مقام ہے جہاں کا پانی بے حد شیریں ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے ان اشعار میں ان ہی سب کا ذکر فرمایا ہے۔ مولانا وحید الزماں نے بلالی اشعار کا اردو ترجمہ اشعار میں یوں فرمایا ہے ؎

الا لیت شعری ہل ابیتن لیلۃ
کاش! پھر مکہ کی وادی میں رہوں میں ایک رات
بواد وحولی اذخر وجلیل
سب طرف میرے اُگے ہوں واں جلیل اذخر نبات
وہل اردن یوما میاہ مجنۃ
اور پیوں پانی مجنہ کے جو آبِ حیات
وہل یبدون لی شامۃ وطفیل
کاش! پھر دیکھوں میں شامہ کاش! پھر دیکھوں طفیل

[1] وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفٰی للسمہودی ۳۔۱۴۱۹/۴۔

اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی دعا قبول فرمائی کہ مدینہ نہ صرف آب و ہوا بلکہ ہر لحاظ سے ایک جنت کا نمونہ شہر بن گیا اور اللہ نے اسے ہر قسم کی برکتوں سے نوازا اور سب سے بڑا شرف جو کائنات عالم میں اسے حاصل ہے وہ یہ کہ یہاں سرکار دو عالم رسول اکرم ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔ سچ ہے ؏

اخترت بین اماکن الغبراء
دار الکرامة بقعة الزوراء (ﷺ)[1]

شاعر مشرق نے فرمایا ؏

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

''رسول اللہ ﷺ کے شہر کی مٹی دونوں جہانوں سے بہتر ہے کیونکہ اس میں میرا محبوب محو خواب ہے۔''

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ جذب القلوب میں لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ مدینہ طیبہ میں اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو گھوڑے کے سموں سے پامال کروں جسے رسول اللہ ﷺ کے مبارک قدموں نے چھوا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مدینہ منورہ کی حدود شروع ہوتے ہی جوتا اتار لیتے تھے اور اپنے وقت کے امام، عظیم محدث اور فقیہ ننگے پاؤں مدینے کی سرزمین پر چلتے تھے کہ مبادا جس جگہ نبی اکرم ﷺ نے قدم رکھے ہوں، وہاں وہ اپنی جوتیاں رکھ دیں ؏

ہر ذرہ تیرے کوچہ کا آنکھوں سے لگالوں
ممکن ہے کسی پر ترا نقشِ کفِ پا ہو
(عارفی)

---

[1] شرح صحیح بخاری از داؤد راز دهلوی: ۳/۱٦٦۔ ۱٦۷.

بہر کیف رسول مکرم، شفیع المذنبین محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے محبین کو مدینہ سے محبت کا درس دیا ہے، اور مدینہ طیبہ کے بہت سے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں جن کا اندازہ ان احادیث سے لگایا جا سکتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنكُمْ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَفعَلْ ، فَاِنِّىْ أُشْهِدُ لِمَنْ مَاتَ لِهَا.)) ❶

"جو شخص تم میں سے مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ ایسا کرے، کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی اللہ کے سامنے شہادت دوں گا۔"

حرمتِ مدینہ منورہ:

مدینہ طیبہ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ اسے نبی مکرم ﷺ نے حرمت والا شہر بنایا ہے۔ اب اس کی حدود میں سے درخت کاٹنے ممنوع ہیں، اور اس میں ہر قسم کی بدامنی اور خون خرابہ کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّ! اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلَكَ وَنَبِيُّكَ ، وَاِنَّكَ حَرَّمْتَ مَكَّةَ عَلٰى لِسَانِ اِبْرَاهِيْمَ ، اَللّٰهُمَّ اَنَا عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ، وَاِنِّیْ اُحَرِّمُ، مَابَيْنَ لَا بِتَيْهَا.)) ❷

"اے اللہ! تیرے دوست اور تیرے نبی ابراہیم اور تو نے خود مکہ کو ابراہیم کی زبان سے حرام قرار دیا۔ اے اللہ! میں تیرا بندہ اور تیرا نبی مدینہ کو ان دونوں کالی پتھریلی زمینوں کے درمیان حرام قرار دیتا ہوں۔"

---

❶ سنن ابن ماجه، كتاب الحدود ، رقم:٣١١٢، علامہ البانی نے اسے "صحیح" کہا ہے۔ مزید دیکھیں: التعليق الرغيب ٢/١٤٢.

❷ سنن ابن ماجه، كتاب الحدود ، رقم:٣١١٣۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

مدینہ منورہ کی دجال سے حفاظت:

قربِ قیامت دجال کا لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے خروج ہوگا۔ وہ خدائی دعویٰ کرے گا۔ قریہ قریہ، شہر شہر، پھرے گا، مگر مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا، پس فرشتوں کو مدینہ منورہ کی حفاظت کرتا ہوا دیکھ کر بھاگ جائے گا، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمَدِیْنَةُ یَاتِیْهَا الدَّجَّالُ فَیَجِدُ الْمَلَائِکَةَ یَحْرُسُوْ نَهَا فَلَا یَقْرَ بُهَا الدَّجَّالُ، وَلَا الطَّاعُوْنُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ.)) [1]

''دجال مدینہ تک آئے گا تو یہاں فرشتوں کو اس کی حفاظت کرتے ہوئے پائے گا۔ چنانچہ نہ دجال اس کے قریب آ سکتا ہے اور نہ طاعون، انشاء اللہ)

ایمان کا مدینے میں سمٹ کر آنا:

قیامت کے قریب پوری دنیا سے ایمان مدینہ میں کھنچ کر آ جائے گا، یہ شہر تا قیامت ایمان کی رونقوں سے آباد رہے گا۔ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الْاِیْمَانِ لَیَارِزُ اِلَی الْمَدِیْنَةِ کَمَاتَارِزُ الْحَیَّةُ اِلٰی جُحْرِ هَا.)) [2]

''ایمان سمٹ سمٹا کر مدینہ میں اس طرح داخل ہو جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں داخل ہوتا ہے۔''

مدینہ شریف میں مکہ کی بنسبت دوگنا برکت:

حبیبِ کبریاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ رب العزت کے حضور دعا فرمائی، اے میرے اللہ! مدینہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الفتن، رقم: ۱۱۳٤.

[2] سنن ابن ماجه، کتاب الحدود، باب فضل المدنیه، رقم: ۳۱۱۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

کے پیمانوں میں مکہ مکرمہ سے دو گنا برکت عطا فرما۔ یہ دعا آپ ﷺ نے بڑے سوز میں بارگاہِ ایزدی میں کی۔ اس کے بارے میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ باہر نکلے۔ یہاں تک سقیا کی سنگلاخ زمین میں پہنچے۔ یہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھی۔ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا! ''میرے لیے وضو کا پانی لاؤ۔'' آپ ﷺ نے وضو کیا اور پھر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہوئے اور یہ دعا فرمائی: یا اللہ! ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے اور خلیل تھے، انہوں نے اہل مکہ کے لیے برکت کی دعا کی۔ میں تیرہ بندہ اور رسول ہوں۔ تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ ان اہلِ مدینہ کے مد اور صاع میں اس سے دوگنی برکت عطا فرما، جو تو نے اہل مکہ کو عطا فرمائی۔'' [1]

مسجد نبوی میں عبادت کا ثواب:

سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ہاشمی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((صلٰوۃ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذا خَیْرٌ مِنْ اَلْفِ صَلٰوۃ فِیْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.)) [2]

''مسجد حرام کے علاوہ دیگر تمام مسجدوں میں ایک ہزار نمازوں سے میری مسجد میں ایک نماز بہتر ہے۔''

باغیچۂ جنت:

وہ حجرۂ مبارک جس سے نکل کر آپ علیہ السلام مسجد نبوی کے محراب میں آ کر نماز پڑھایا کرتے تھے، سرکار دو عالم ﷺ نے اسے جنت کی کیاری قرار دیا ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ ے ارشاد فرمایا:

((مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ.)) [3]

[1] سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم:٣٩١٤۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔
[2] سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم:٣٩١٦۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن، صحیح'' کہا ہے۔
[3] سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم:٣٩١٥۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''میرے دولت کدہ اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔''

مکہ مکرمہ کا احترام:

مکہ مکرمہ مقدس شہر ہے اور اس میں ایسا عبادت کا مرکز قائم ہے جس میں ایک نماز کا ثواب لاکھ گنا ہے۔ اس گھر پر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے انوار وتجلیات کی بارشیں ہو رہی ہیں جو چارسو عالم میں رہنے والے اہل اسلام کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ اس گھر کے سائے تلے دو جہاں کا کیف وسرور ہے۔ اس کی زیارت گناہوں کی آلودگی کو دھو ڈالتی ہے۔ اہل اخلاص کو بارگاہِ رب العزت میں مقرب بنانے کا ذریعہ ہے۔ دنیا میں اس گھر کو مختلف انبیاء نے آباد کیا، آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس کی برکات کو کائنات تک وسیع کرنے کے لیے رحمتِ عالم ﷺ کو بھیجا جنہوں نے اس گھر کو بتوں کی نجاست سے پاک کر دیا۔ آپ ﷺ کی تمنا سے اسے تمام اہل اسلام کا قبلہ بنا دیا گیا۔ اس مقدس اور حرمت والے شہر میں لڑائی جھگڑا، گالی گلوچ ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس کی حدود میں درختوں کو کاٹنے کی اجازت قطعی نہیں۔ یہ گھر ہر عابد کا قبلہ، ہر مومن کی محبت کا نگینہ ہے۔ یہ وہ گھر ہے جس سے خالق کائنات کو بھی پیار ہے اور اسے اس نے بابرکت اور اہلِ جہاں کے لیے رہنما بنا دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ (آل عمران: ۹٦)

''بے شک (اللہ کا) پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا، وہ ہے جو مکہ میں ہے، اور تمام جہان والوں کے لیے باعثِ برکت وہدایت ہے۔''

جبکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ ''التین'' میں فرمایا:

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ﴾

(التین: ۱۔۳)

''قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی، اور قسم ہے طور سینا کی۔''

رسول اللہ ﷺ کو اس شہر مقدس سے بڑی زیادہ محبت تھی، اور آپ علیہ السلام نے اس سے محبت کا اظہار جبکہ آپ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جانے لگے تو مکے سے باہر جا کر ناقہ پر سوار ہوتے ہوئے یوں فرمایا:

((وَاللّٰهِ اِنَّكِ لَخَيْرُ اَرْضِ اللّٰهِ وَاَحَبُّ اَرْضِ اللّٰهِ اِلَيَّ وَاللّٰهِ! لَوْلَااَنِيْ اُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ.)) ❶

"اللہ کی قسم! تو اللہ کی سب سے بہترین زمین اور سب سے زیادہ اللہ کو محبوب ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے اس جگہ سے نہ نکالا جاتا تو میں ہرگز نہ نکلتا۔"

شہر مکہ کی تعظیم سے بھلائی کا حصول:

شہر مکہ میں اللہ تعالیٰ کا گھر تمام مسلمانوں کا روحانی مرکز ہے اور اس کا احترام ان کے نزدیک بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ یہ امت اس وقت تک بھلائی میں رہے گی جب تک وہ اس کی تکریم وعزت کرتے رہیں گے۔

((عَنْ عَيَّاشِ بْنِ اَبِیْ رَبِيْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ بِخَيْرٍ مَا عَظَّمُوْا هٰذِهِ الْحُرْمَةَ حَقَّ تَعْظِيْمِهَا فَاِذَا ضَيَّعُوْا ذٰلِكَ هَلَكُوْا.)) ❷

"حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ امت اس وقت تک بھلائی میں رہے گی جب تک اس شہر کی تکریم اور تعظیم کرتی رہے گی جب وہ اس کی عظمت کو ضائع کر دیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔"

پس معلوم ہوا کہ دین اسلام تعظیم ومحبت اور خیر وبھلائی ہے اور جب لوگ اس بات کو ترک کر دیں گے تو وہ ہلاک وبرباد ہو جائیں گے چاہے ان پر کوئی دشمن مسلط کر دیا جائے یا

---

❶ سنن ابن ماجه، كتاب الحدود، رقم: ۳۱۰۸۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

❷ سنن ابن ماجه، باب الحرمة، رقم: ۳۱۱۰۔ المشكاة، رقم: ۲۷۲۷.

کوئی عقیدہ وعمل۔ ہلاکت آمیز ثابت ہو۔ اس لیے اللہ و رسول و دین اسلام، بیت اللہ شریف اور مسلمانوں کا اعزاز کرنا چاہیے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام:

ہر مسلمان کے دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم ہونی چاہیے کیونکہ صحابہ کرام ایسی پاکباز ہستیاں تھیں جنہوں نے براہ راست رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک سے دین سیکھا، اور آپ ﷺ کی تربیت سے کندن بنے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت میں اپنا جان' مال' بیوی بچے الغرض کچھ بھی لٹانے کی ضرورت پیش آئی تو دریغ نہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ مقام عطا فرمایا کہ دنیا میں ہی جنتی ہونے کی خوشخبری سنا دی۔ انہیں تمام مسلمانوں کے لیے ہدایت کا معیار بنا دیا۔

کتاب وسنت میں متعدد مقامات پر صحابہ کرام سے محبت کی ترغیب اور ان سے نفرت کرنے سے ڈرایا گیا ہے۔ چند دلائل حسب ذیل ہیں:

قرآنی آیات:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۱۸ ﴾

(الفتح:۱۸)

''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جب کہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا، اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔''

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِي

الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾ ﴾ (الفتح: ٢٩)

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں' ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے' ان کی یہی صفت تورات اور انجیل میں ہے۔ مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا، پھر اپنی جڑ پر سیدھا کھڑا ہو گیا، اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے' ان ایمان والوں اور شائستہ اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔''

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٠٠﴾ ﴾ (التوبہ: ١٠٠)

''اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں، اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا، اور وہ سب اس سے راضی ہوئے، اور اللہ نے ان کے لیے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔''

احادیث نبویہ:

فرمان نبوی ہے:

((اَلْاَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ ،

فَمَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ ، وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ.)) ❶

''انصار سے مومن ہی محبت کرتا ہے، اور منافق ہی ان سے بغض رکھتا ہے۔ جو ان سے محبت کرے گا' اللہ اس کو اپنا محبوب بنا لے گا اور جو ان سے بغض و عداوت رکھے گا' وہ اللہ کا مبغوض (ودشمن) ہوگا۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَسُبُّوا اَصْحَابِیْ ' فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنْفَقَ أَحَدُكُمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ.)) ❷

''میرے اصحاب کو گالی نہ دو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں کوئی ایک اگر احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو وہ ان کے ایک مد اور نصف مد کے برابر نہیں ہوسکتا۔''

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے بعد والے دو (خلفائے راشدین) کی بالالتزام اقتداء کرنا یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی۔ ❸

ایک روایت میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی مذکور ہے:

((اَكْرِمُوْا اَصْحَابِیْ.)) ❹

''میرے صحابہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔''

ایک فرمان نبوی علیہ الصلاۃ والسلام یوں ہے:

((اِذَا ذُكِرَ اَصْحَابِیْ فَاَمْسِكُوْا ، وَاِذَا ذُكِرَ النُّجُوْمُ فَاَمْسِكُوْا

---

❶ صحيح بخاری، كتاب مناقب الأنصار، رقم: ٣٧٨٣.

❷ سنن ابو داؤد كتاب السنة، رقم: ٤٦٥٨۔ سلسلة الصحيحة ، رقم: ١٧٥٨.

❸ مسند احمد بن حنبل : ٥ /٣٨٢۔ سلسلة الصحيحة ، رقم: ١٢٣٠.

❹ مسند أحمد: ١/٢٦۔ السنن الكبرى للنسائی: ٥ /٣٨٧۔ اس کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ صحيح ابن حبان، رقم: ٥٥٦٥.

وَاِذَا ذُكِرَ الْقَدْرُ فَاَمْسِكُوْا.)) ❶

''جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو ٹھہر جاؤ، اور جب ستاروں کا ذکر کیا جائے تو ٹھہر جاؤ اور جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تب بھی ٹھہر جاؤ۔''

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دی اس پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔'' ❷

شرح عقیدہ طحاویہ میں مرقوم ہے کہ:

''صحابہ سے محبت دین، ایمان اور احسان ہے اور صحابہ سے نفرت کفر، نفاق اور سرکشی ہے۔'' ❸

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ''اہل سنت والجماعت کا موقف یہ ہے کہ تمام صحابہ ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی ان کے اقوال وافعال کی تعریف موجود ہے۔ اور وہ ایسی ہستیاں تھیں کہ انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب پانے کے لیے اپنی جان، مال سب رسول اللہ ﷺ پر قربان کر دیے۔'' ❹

صحابہ کی تعظیم اور احترام فرض اور واجب ہے اور چند امور کی متقاضی ہے:

۱۔ اپنے دل میں صحابہ کا احترام پیدا کیا جائے۔

۲۔ جہاں بھی ان کا ذکر کیا جائے ان کی ثنا بیان کی جائے۔

۳۔ ان کے تمام افعال کو خیر وبھلائی پر ہی محمول کیا جائے۔

۴۔ اور جہاں بھی ان کے دفاع کی ضرورت پیش آئے وہاں ان کا دفاع کیا جائے۔

---

❶ السلسلة الصحيحة، رقم: ٣٤.

❷ مجمع الزوائد: ١٠/ ٢١۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ٢٣٤٠.

❸ شرح عقيدة طحاويه بتحقيق احمد شاكر، ٢/ ٢٩٩.

❹ اختصار علوم الحديث، ص: ١٧٦، ١٧٧.

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا احترام:

فخر موجودات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اس بات کی متقاضی ہے کہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے محبت اوران کا احترام کیا جائے، جب ان کا تذکرہ کیا جائے، تو انتہائی احترام سے لبریز الفاظ استعمال کئے جائیں۔ان کے بارے میں ذراسی بھی غیر اخلاقی اور ناشائستہ بات زبان سے نہ کی جائے، اور نہ ہی ان نفوس کے بارے میں دل میں کوئی وسوسہ اور کھٹکا آنے پائے۔

ان نفوس قدسیہ نے فخر موجودات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کو اختیار کیا، اور اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی رضا وخوشنودی کی خاطر بھوک پیاس پر صبر کا مظاہرہ کیا، اوراپنی حیات مبارکہ اتنی ہی سادگی کے ساتھ بسر کی، اوراپنی زندگیاں عبادت وریاضت، زہداور تقویٰ کے لباس میں بسر کیں اور اپنے رفیق حیات، نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے نسبت ہونے پر فخر کیا، نیز انہوں نے اپنے شوہر نامدار جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے تمام اشیائے عالم سے بڑھ کر محبت کی، اور آپ ﷺ کی اتباع وفرمانبرداری میں اپنی ساری زندگی گزاردی۔

اللہ تعالیٰ نے ان نفوس مقدسہ یعنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو تمام اہل اسلام کی روحانی مائیں قرار دیا، چنانچہ ارشادالٰہی ہے:

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۭ﴾

(الأحزاب : ٦)

''نبی مومنوں کے ان کے اپنے آپ سے زیادہ حقدار ہیں، اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تعظیم کے لحاظ سے تمام بنی آدم کی مائیں ہیں، مگر ان کا مقام و مرتبہ اورادب واحترام حقیقی ماؤں سے بھی کئی گناہ زیادہ ہے، اس لیے کہ اللہ جل جلالہ نے ازواج مطہرات کو جہان کی تمام عورتوں سے منفرد مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے، چنانچہ ارشادالٰہی ہے:

﴿يٰنِسَاۗءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاۗءِ﴾ (الأحزاب : ٣٢)

"اے میری نبی کی بیویو! تم کوئی عام عورتیں نہیں ہو۔"

کاشانہ نبی کریم ﷺ کی عظمت:

جن گھروں میں رسول اللہ ﷺ کی پیکرِ عفت ازواج مطہرت رضی اللہ عنہن نبی محترم ﷺ کی رفاقت میں سکونت پذیر تھیں، ان کاشانوں کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، کہ اللہ جل جلالہ نے ان کاشانوں میں داخل ہونے اور حاضر ہونے کے آداب قرآن مجید میں درج فرمائے، تاکہ تمام اہل ایمان ان آداب کی بجا آوری کے سلسلے میں کسی قسم کی کوتاہی کا شکار نہ ہوں، اور نہ ان کے کسی عمل سے آپ ﷺ کو اور آپ کی ازواج مطہرات کو کسی قسم کی کوئی تکلیف پہنچے، اور نہ ہی ان سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو، جس سے رسول اللہ ﷺ کو ذرا سا بھی رنج محسوس ہو، چنانچہ کاشانۂ نبوت کے آداب بیان کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ﴾ (الاحزاب: ۵۲)

"اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، الّا یہ کہ تمہیں کھانے کیلئے دعوت دی جائے، لیکن تم (پہلے ہی سے بیٹھ کر) اس کے پکنے کا انتظار نہ کرو، بلکہ تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ اور جب کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ، اور آپس میں بات کرنے میں دلچسپی نہ لو، بے شک تمہاری یہ حرکت نبی کو تکلیف پہنچاتی ہے، لیکن وہ تم سے حیا کرتے ہیں اور اللہ حق بات بیان کرنے میں حیا نہیں کرتا۔"

قرآن مقدس کی یہ آیات قیامت تک آنے والے تمام اہل اسلام کے دلوں میں عظمتِ مصطفیٰ ﷺ اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا مقام ومرتبہ اُجاگر کرنے کا باعث ہیں۔

اللہ جل جلالہ نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مقام و مرتبہ اور عفت کی ہر اعتبار سے پاسداری فرمائی ہے، ان کی شان میں ذرا سی بھی ناشائستہ بات ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے مترادف ہے۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان سے بلا حجاب ہم کلام ہونے سے بھی روک دیا گیا، تا کہ معمولی سے معمولی وسوسہ سے بھی محفوظ رہیں اور اس کی حکمت یہ تھی کہ بعد میں آنے والے مسلمان اور مومن ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی عفت و عصمت کا پوری طرح خیال رکھیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّؕ﴾ (الأحزاب: ٥٣)

''اور جب تم ان (امہات المومنین) سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے اوٹ سے مانگو، ایسا کرنے سے تمہارے اور ان کے دل زیادہ پاکیزہ رہیں گے۔''

جمادات و نباتات بھی رسول اللہ ﷺ کا احترام کرتی تھیں:

جدید سائنس نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ نباتات روشنی اور اندھیرے میں تمیز کرتے ہیں۔ روشنی اور درجہ حرارت جیسے محرکات کی سمت میں واضح حرکات کرتے ہیں۔ سورج مکھی کا پھول سورج کی طرف رہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ پودے بیرونی محرکات کو پہنچانتے ہیں تو پھر بحکم الٰہی ان کا سرورِ کائنات ﷺ کو پہچاننا اور حکم کی تعمیل کرنا بھی قابل قبول ہے، کئی مواقع پر درختوں نے رسول کریم ﷺ سے اظہار محبت کیا اور آپ کی طرف سے جو حکم ہوا اس کی تعمیل کی، چنانچہ سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، ایک اعرابی نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، مجھے کیسے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر میں کھجور کے اس درخت کے اس گچھے کو بلاؤں تو وہ گواہی دے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے بلایا تو وہ درخت سے اترنے لگا یہاں تک کہ نبی ﷺ کے پاس آ گرا۔ پھر آپ نے فرمایا: واپس ہو جا، وہ واپس ہو گیا، اور اس اعرابی نے اسلام قبول کر لیا۔ [1]

[1] سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ٣٦٢٨۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

یہ تو درختوں کا حال جبکہ انسان تو اللہ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ومحبت کے پابند اور مکلف ہیں۔ انھیں اس واقعہ سے اپنے ذوقِ ایمان میں اضافہ کرنا چاہیے۔

لاکھوں سلام اُس رسولؐ پر جس کے فراق میں کھجور کا تنا روتا تھا۔

چراغِ خانہ آدم فروغِ طورِ جمال
ازل سے آپؐ نے پایا پیمبرانہ جلال
سخا و جودو کرم بخشش و عطا و نوال
جہانِ شوق میں جس کی نظیر نہ مثال
ظہور احمدؐ مرسل حقیقت کبریٰ
یہ دبدبہ، یہ جلال، یہ شوکت و اقبال
حرا کے غار میں ہے آگہی و استغراق
حنین و بدر کے غزوات میں خدا کا جلال
کمال دُرّ یتیمی، کمالِ درویشی
نہ تاج و تخت، نہ شاہی، نہ فکر مال و منال
خدا کی یاد میں ڈوبے ہوئے ہر لمحہ
تمام لفظ و معانی، تمام فکر و خیال
(ثمر)

جبل احد حضور ﷺ سے اتنا مانوس ہو چکا تھا کہ اس کے پتھر کے سینے میں بھی محبت رسول اللہ ﷺ کی آبیاری ہوگئی، پھر اس کی خوش قسمتی کا کیا کہنا کہ دربارِ نبوی ﷺ میں اس کی محبت کی تصدیق کی گئی، اس کی محبت کے صلے میں اسے یہ خوشخبری دی گئی کہ ہم بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول کریم ﷺ کو احد پہاڑ نظر آیا تو آپ نے فرمایا:

((هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ

وَاِنِّیْ أُحَرِّمُ مَا بَیْنَ لَابَتَیْهَا.))❶

''یہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے، اور ہم اسے محبت رکھتے ہیں۔ اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں اس مدینہ طیبہ کے سنگلاخوں کے درمیانی حصہ کو حرم بناتا ہوں۔''

احادیث وسنن کی تعظیم:

امام مالک رحمہ اللہ کے پاس جب طلابِ علم، سماعِ حدیث کے لیے آتے تو آپ باقاعدہ غسل کر کے، نفیس ترین لباس زیب تن فرما کے، خوشبوؤں میں معطر ہو کر باہر تشریف لاتے اور بڑی ہیبت اور وقار کے ساتھ احادیث بیان فرماتے، ان سے اس بارہ میں پوچھا گیا تو فرمایا:

''أحب أن أعظم حديث النبى ﷺ. '' ❷

یعنی میری یہ خواہش اور چاہت رہتی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی تعظیم کرتا رہوں۔ امام مالک رحمہ اللہ تو راہ چلتے یا راستہ میں کھڑے کھڑے حدیث بیان کرنا بھی خلافِ ادب تصور کرتے تھے۔

ابن العربی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

''حرمة النبى ﷺ ميتا كحرمته حيا وكلامه المأثور بعد موته فى الرفعة مثال كلامه المسموع من لفظه.''❸

''رسول اللہ ﷺ کی تعظیم، آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح فرض ہے جس طرح زندگی میں اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی احادیث کی رفعت و عظمت بالکل ایسی ہی ہے، جیسے وہ احادیث آپ ﷺ کی زندگی میں سامنے بیٹھ کر آپ کی زبان مبارک سے سن رہے ہیں۔''

---

❶ صحيح بخارى، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، رقم: ٧٣٣٣.

❷ جامع الاصول فى احاديث الرسول : ١/ ١٨٢.

❸ شرح البهجة الوردية، باب النكاح، ص : ١٥٦.

سعید بن المسیب بیماری اور نقاہت کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے، ان سے ایک حدیث کی بابت پوچھا گیا تو اُٹھ کر بیٹھ گئے اور حدیث بیان کی۔

عبداللہ بن مبارک پیدل کہیں تشریف لے جا رہے تھے، ان سے ایک حدیث کے بارہ میں سوال کیا گیا تو فرمایا:

"ليس هذا من توقير العلم." ❶

"یہ علم (حدیث) کی توقیر کے منافی ہے۔"

سلطان نور الدین زنگی رحمہ اللہ کی دین پسندی، سنت نبوی سے محبت اور اتباع معروفِ خاص و عام ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ ان کی دین داری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک بار ان کے سامنے حدیث پڑھی گئی کہ "فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُتَقَلِّدًا سَيْفَهُ" "رسول اللہ ﷺ اپنی تلوار کو گلے میں لٹکا کر نکلے۔"

یہ سن کر نور الدین نے اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت شدہ طریقہ ترک ہو جانے پر حیرت کا اظہار کیا کہ فوجی اور امراء حضرات اپنی تلواروں کو کمر پر کیوں باندھتے ہیں اور نبی ﷺ سے ثابت شدہ طریقے پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ اس کے بعد سلطان نے فوج کو حکم دیا کہ تلوار گلے میں لٹکا کر نکلا کریں اور دوسرے دن جب سلطان اپنے لشکر کی طرف نکلے تو آپ خود اور آپ کی پوری فوج نبی ﷺ کی پیروی میں تلواروں کو گلے میں لٹکائے ہوئے تھے۔ ❷

حافظ ابن قیم مدارج السالکین میں لکھتے ہیں کہ بارگاہِ الٰہی میں نبی کریم ﷺ کے اس ادب ہی کے باعث آپ کا معراج تمام انبیاء سے اتم و اکمل ہوا اور وہ قرب کے اس مقام پر پہنچے جہاں کوئی نبی اور ولی نہیں پہنچ سکا، پس بارگاہِ الٰہی کا ادب نبی ﷺ ہی کی ذاتِ گرامی سے سیکھیے۔

قارئین کرام! لہٰذا ہمیں بھی آپ ﷺ کی تعظیم بجالانی چاہیے اور آپ ﷺ کی تعظیم کا

---

❶ المدخل الى السنن الكبرىٰ: ١/ ٤٤٧، رقم: ٣٩٣٢.

❷ البداية والنهاية: ١٢/ ٨٠٣، طبع دارالمعرفة.

تقاضا ہے کہ احادیث وسنن، امہات المؤمنین، آپ کی آل، آپ کے صحابہ اور آپ کے شہروں کی تعظیم کی جائے، یہ سب رسول اللہ ﷺ کی تعظیم میں شامل اور داخل ہیں۔

سربسر حسن و لطافت، سربسر پاکیزگی
پاک طینت، پاک دامن، پاک باطن، پاکباز
دو جہاں میں بے مثال و دو جہاں میں بے نظیر
دو جہاں میں برگزیدہ، دو جہاں میں سرفراز
(ثمر)

دسواں حق ﷺ

رسول اللہ ﷺ پر بکثرت درود وسلام پڑھنا

آپ ﷺ کا دسواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ پر کثرت سے درود وسلام پڑھا جائے۔

شفق کے سرخ نظارے سلام کہتے ہیں
فلک کے چاند ستارے سلام کہتے ہیں
گیاہ و خار کے لب پر ہے تہنیت کی نوا
گل و سمن کے اشارے سلام کہتے ہیں
جہاں پہنچ کے کیے تھے حجازیوں نے وضو
وہ آبجو، وہ کنارے سلام کہتے ہیں
نوا طراز اذانیں جہاں ہیں شام و سحر
وہ مسجدیں وہ مینارے سلام کہتے ہیں
جہاں میں تذکرے سیرت کے، اور ذکر خدا
وہ محفلیں، وہ ادارے سلام کہتے ہیں
حضور سرود وضو بر ہیں نغمہ خوانِ درود
چنار و گل کے شرارے سلام کہتے ہیں
(ثمر)

چراغِ خانہ آدم، مطلع نور نبوت، محبوب ربّانی، رسول خدا، رحمت للعالمین سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم الانبیاء والنبیین جناب محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جس احسن تقویم اور شاہکاری انداز میں پیدا فرمایا۔ سراپائے مبارک کو نور کے سانچے میں ڈھال کر حسن کا بدر منیر بنا کر ظلمت ربائے عالم رنگ و بو کیا۔ صدقے جایئے اس مالک کی تصویر کشی اور شان کریمی پر کہ جس نے

محمد ﷺ کو اس لا مثال شان والا رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ جنّت کے وارث صحابہ رضی اللہ عنہم کتنے خوش قسمت تھے کہ جنہوں نے اس روئے انور کی زیارت کی، بار بار کی، اور پروانہ وار کی کہ جس پر ایک نظر ڈالنے سے مسلمان کو جنّت کی سند ملتی ہے۔ پھر انہوں نے کمال عقیدت و محبت سے کتاب رخ انور کی ہر،ہر سطر، ہر سطر کے ہر ہر لفظ اور ہر لفظ کا ایک ایک حرف اس خوبصورتی سے جریدہ عالم پر ثبت کیا ہے کہ ان کی روشنی اہل ایمان کے سینوں کو ہمیشہ منور کرتی رہے گی۔ اس اللہ پر قربان جائیں کہ جس نے صوری اور معنوی حسن کا وہ شاہکار پیدا کیا جس کی عظمت کو ساری اولادِ آدم سلام کرتی ہے اور وہ شاہکار ایسا شاہکار ہے کہ جس کی حیثیت ایک بادشاہ اور روحانی خلیفہ کی سی ہے لیکن اپنے کپڑے خود سی لیتا ہے، عیادت کے لیے لوگوں کے پاس جاتا ہے۔ بچوں سے محبت کرتا ہے اور نہایت سادہ غذا کھاتا ہے بعض اوقات صرف کھجور اور پانی پی کر ہی گزارہ کرتا ہے۔ خود دودھ دھولیتا ہے۔ غلاموں کی دعوت قبول کرتا اور لوگوں سے نہایت دوستانہ طریق پر میل جول رکھتا ہے۔ وہ ایسا ہی شاہکار ہے کہ جس کی ہر ادا نرالی اور منفرد ہے۔ جس کو ایک نظر دیکھنے کے لیے فرشتے، حوریں اور جن ترستے ہیں۔ جن کی بشریت جنس بشر کے لیے مایۂ صد افتخار ہے اور عبدیت عباد الرحمن کی مقتدا و پیشوا ہے۔ ذرا اس عبدہٗ کے حلیہ مبارک اور شان پر نظر ڈالیں تو محبت کے گہرے سمندر سے آپ کو درود و سلام کی موجیں اٹھتی دکھائیں دیں گی ؎

رحمت سرکارؐ کی باتیں کریں
ابرِ گوہر بار کی باتیں کریں
پھول برسائیں حریمِ شوق پر
خندۂ گلزار کی باتیں کریں
آمنہ کے لال کا ہو ذکر خیر
سیّدِ ابرار کی باتیں کریں
نام لیں سرکار کا پڑھ کر درود
احمد مختارؐ کی باتیں کریں

ذکر چھیڑیں رازدارِ عرش کا
محرمِ اسرار کی باتیں کریں
پھر منوّر ہو جہانِ آرزو
مطلعِ انوار کی باتیں کریں
بکریاں جس نے چرائیں دشت میں
اس گلِ کہسار کی باتیں کریں
رہروانِ راہِ یثرب اے ثمر!
قافلہ سالار کی باتیں کریں
(ثمر)

آپ ﷺ نے دین اسلام ماریں کھا کر، سختیاں سہہ کر اور تکلیفیں جھیل کر ہم پر پیش کیا اور ہم تک پہنچایا، جو کہ رسول اللہ ﷺ کا ہم پر احسان عظیم ہے:

﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴾ (الرحمن:٦٠)

''نہیں ہے بدلہ احسان کا مگر احسان کے ساتھ۔''

اب ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم آپ علیہ السلام کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کریں، احسان سے پیش آئیں، اور اس ہمارے احسان کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ پر بکثرت درود وسلام بھیجا جائے، یہ درود وسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ پر رحمت کی دعائیں اور مغفرت کی دعائیں اور سلامتی کی دعائیں، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (الأحزاب:٥٦)

''یقینا اللہ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔''

خود اللہ تعالیٰ ان پر درود بھیج رہا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی تعریف و

توصیف فرمائی اوران کی عزت اور تعظیم کرنے کا حکم دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، تو فرشتوں کو حکم دیا کہ انہیں سجدہ کرو۔ ظاہر ہے کہ یہ تعظیم ایسی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اس میں شریک نہ تھا۔ یہ شرف اور اعزاز محض رسول اللہ ہی کو حاصل ہے کہ اوّلاً: اللہ تعالیٰ ان پر درود بھیج رہا ہے اپنی مخصوص ترین رحمتیں ان پر نازل فرما رہا ہے۔ اس کے فرشتے اس پر درود بھیج رہے ہیں۔ تمام فرشتے مقربین، حاملین عرش، ساتوں آسمانوں میں بسنے والے کراماً کاتبین سب رسول اللہ ﷺ پر درود بھیج رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ فرما رہے ہیں کہ عالم علیا میرے حبیب پر درود وسلام سے گونج رہا ہے۔ اے عالم سُفلی میں بسنے والو! تم بھی ان پر پیہم درود وسلام بھیجو، تا کہ عالم علوی اور عالم سفلی بیک وقت میرے حبیب پر درود وسلام سے گونج اُٹھے۔ تا کہ عرش بریں سے فرش زمین تک پیہم غلغلہ برپا ہو۔" ﷺ"

پس زبانوں کو حرکت میں لاؤ، اور بارگاہ رسالت ﷺ میں درود وسلام مسلسل اور پیہم بھیجو۔ اللہ نے تو کچھ فرشتوں کو اسی کام کے لیے وقف کر رکھا ہے کہ اس کائنات میں جو کوئی ان کے حبیب پر درود بھیجے وہ فرشتے درود کے تحفے بارگاہ رسالت میں پیش کرتے رہیں۔ جیسا کہ سنن نسائی میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنِيْ عَنْ أُمَّتِيْ السَّلَامَ.))[1]

"اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو پھرتے رہتے ہیں۔ سیاحت کرتے ہیں اور میری اُمت کی طرف سے صلوۃ وسلام کے تحفے مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔"

اے! کہ تیرا وجود پاک کون و مکاں کا انتخاب
روحِ امیں قدم قدم تھامے ہوئے تیری رکاب

---

[1] سنن نسائی، کتاب السهو، رقم: ۱۲۸۲۔ المشکاۃ، رقم: ۹۲٤۔ محدث البانی نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

تیرے سوا ہوا ہے کون عرشِ بریں پہ بازیاب
تجھ پر درودِ بیکراں تجھ پر سلام بے حساب
جلوۂ ماہِ نیم شب تابش نورِ آفتاب!
یہ بھی نہیں تیرا جواب وہ بھی نہیں تیرا جواب
کتنا عظیم تیرا کام، کتنا حسین تیرا خطاب
تجھ پر درود بیکراں، تجھ پر سلام بے حساب
(ثمر)

صلاۃ کے معنی:

لغت کے اعتبار سے اس لفظ کی اصلیت دو معنی ظاہر کرتی ہے۔

(۱) دعائے تبریک (۲) عبادت۔

پہلے معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ﴾ (التوبة: ۱۰۳)

"(اے پیغمبر!) ان کو دعا دیجیے کیونکہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب تسکین ہے۔"

بعض نے کہا ہے کہ صلوٰۃ کے معنی لغت میں صرف دعا کے ہیں، اور دعا کی دو اقسام ہیں۔

(۱) دعائے عبادت (۲) دعائے مسألت۔

اور سبحانہ وتعالیٰ کی صلوٰۃ بندوں پر، اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) عامہ (۲) خاصہ۔

صلوٰۃِ عامہ تو اللہ تعالیٰ کی صلوۃ مومنوں پر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ﴾ (الاحزاب: ٤٣)

"اللہ اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔"

صلوٰۃِ خاصہ وہ ہے جو انبیاء و رسل پر ہے۔ بالخصوص وہ جو خاتم النبیین وخیر المرسلین محمد ﷺ پر ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صلوٰۃ کے معنی بیان کرتے ہوئے تعلیقاً درج کیا ہے:

"قَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ: صَلَاةُ اللّٰهِ ثَنَاءُ هُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ وَصَلَاةُ الْمَلَائِكَةِ الدُّعَاءُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿يُصَلُّوْنَ﴾ يُبَرِّكُوْنَ."

''ابوالعالیہ کہتے ہیں: صلوٰۃ کی نسبت اگر اللہ کی طرف ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کی فرشتوں کے سامنے تعریف کرتا ہے اور اگر ملائکہ کی طرف ہو تو دعائے رحمت مراد لی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ﴿يُصَلُّوْنَ﴾ بمعنی برکت کی دعا کرنا ہے۔''

ابوبکر الجزائری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هِيَ ثَنَاؤُهُ وَرِضْوَانُهُ"

''یہ اللہ تعالیٰ کی ثنا اور اس کی خوشنودی ہے۔''

اسی طرح اور مفسرین نے بھی معنی لکھے ہیں، ان سب کو اکٹھا کیا جائے تو اس مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ درود ایک ایسا لفظ ہے جس کے اندر بہت ہی وسعت ہے، صرف رحمت یا برکت مراد نہیں، بلکہ یہ تو پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے نماز میں بتا دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کی مغفرت کرنا، آپ پر رحمت بھیجنا، آپ پر برکت نازل کرنا، آپ کے درجات بلند کرنا، آپ کے مقام کو بلند کرنا، آپ کی شان بڑھانا اور تعظیم و عظمت کو بلند کرنا، یہ سارے معانی لفظِ ''صلوٰۃ'' میں شامل ہیں۔

وہی ہیں طاہر، وہی مطہر، وہی ہیں شافع، وہی پیمبر!
وہ سب سے افضل، وہ سب سے بالا، وہ سب کے رہبر، وہ سب سے برتر
تحیت اُن پر، درود اُن پر، صلوٰۃ اُن پر، سلام اُن پر
مہہ منور ہیں وہ عرب کے نہ ابر ان پر نہ کوئی ہالا
جہاں کے حق میں سبب طرب کے بہ لطف برتر بہ خلق اعلا
تحیت ان پر، درود اُن پر، صلوٰۃ اُن پر، سلام اُن پر

صلوٰۃ اور سلام میں فرق:

صلوٰۃ اور سلام میں فرق یہ ہے کہ سلام ہر ایک مومن کے لیے زندہ ہو یا مردہ، حاضر ہو یا غائب مشروع ہے۔ چنانچہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ فلاں شخص کو میرا سلام کہہ دینا۔ سلام تو تحقیق اہل اسلام ہے۔ برخلاف صلوٰۃ کے جو رسول اور آل رسول (علیہم السلام) کے حقوق میں سے ہے، دیکھیے نمازی نماز میں "اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ" تو پڑھتا ہے مگر "اَلصَّلَاةُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ" کبھی نہیں پڑھتا۔ اس سے صلوٰۃ اور سلام کے درمیان فرق واضح ہو گیا۔

بارگاہ رسالت میں قربت کی راہ:

درود شریف بہت بڑا وظیفہ ہے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ میں آپ ﷺ پر درود بکثرت بھیجنا چاہتا ہوں۔ میں اوقات ذکر میں کتنا وقت درود کے لیے وقف کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تیرا جی چاہتا ہے، میں نے عرض کیا کہ وقت کا چوتھا حصہ درود کے لیے وقف کرلوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جیسے تیرا جی چاہے، اور اگر تو اس سے زیادہ وقت صرف کرے تو وہ تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا، اگر آدھا وقت درود پڑھتا رہوں؟ آپ نے فرمایا: ((مَاشِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ.)) ''اور اگر تو زیادہ پڑھے تو تیرے حق میں بہتر ہے۔'' میں نے کہا دو تہائی پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جیسے تیرا جی چاہتا ہے، اور اگر تو اس سے بھی زیادہ پڑھے تو تیرے لیے اور بھی بہتر ہو، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا پھر تو میں سارا وقت آپ پر درود ہی کا وظیفہ پڑھا کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تو تیرے سب غم (دین و دنیا) چھٹ جائیں گے اور تیرے سب گناہ مٹ جائیں گے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] سنن الترمذی، کتاب صفة القيامة والرقائق والورع، رقم: ۲۴۵۷۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۹۵۴۔ امام ترمذی نے اسے ''حسن صحیح'' اور محدث البانی نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا.)) ❶

''جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔''

پس اس بات کو پلے باندھیے کہ بارگاہِ رسالت میں قرب حاصل کرنے کے لیے کثرتِ درود اکسیر اعظم ہے۔ کبریتِ احمر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُكُمْ عَلَيَّ صَلَاةً.)) ❷

''قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھے۔''

یاد رہے کہ درود میں فنا ہونے والوں کو اس دنیا میں بھی قرب بارگاہِ رسالت حاصل ہوتا ہے۔ عالمِ برزخ میں اور روز محشر میں بھی وہی لوگ مقربین بارگاہ رسالت ہوں گے۔

مقاماتِ درود:

(۱)...... تشہد: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تھے۔ آپ ﷺ سے بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر درود بھیجیں، تو کس طرح ہم آپ پر درود بھیجیں؟ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خاموشی فرمائی، حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ کاش یہ سوال نہ کرتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کہو:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ.)) ❸

---

❶ صحیح مسلم، رقم: ۹۱۲.

❷ سنن ترمذی، ابواب الوتر، رقم: ٤٨٤۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۹۰۸۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النبی، رقم: ٤٠٥.

(درود شریف بتا کر بعد میں فرمایا) اور سلام جسے تم جانتے ہو، یعنی تشہد میں سلام کے بعد درود بتایا۔

(۲)......قنوت: درود کے مختلف مقامات میں سے ایک مقام آخر قنوت ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے اور جنہوں نے ان سے موافقت کی اس کو مستحب کہا ہے۔ جناب محمد بن مسلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو یہ کلمات وتر میں سکھلائے ہیں فرمایا کہ:

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ، وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ، وَ تَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ، وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَآ اَعْطَیْتَ، وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ، فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ، وَ اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَ لَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَیْتَ، وَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ)) ❶

''اے اللہ! مجھے ہدایت دے کر ان لوگوں کے زمرہ میں شامل فرما جنہیں تو نے رشد و ہدایت سے نوازا ہے اور مجھے عافیت دے کر ان لوگوں میں شامل فرما جنہیں تو نے عافیت بخشی ہے اور جن لوگوں کو تو نے اپنا دوست بنایا ہے ان میں مجھے بھی شامل کر کے اپنا دوست بنا لے۔ جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس میں میرے لیے برکت ڈال دے، اور جس شر و برائی کا تو نے فیصلہ فرمایا ہے اس سے مجھے محفوظ رکھ اور بچا لے۔ یقیناً تو ہی فیصلہ صادر فرماتا۔ جسے تیرے خلاف فیصلہ صادر نہیں کیا جا سکتا اور جس کا تو والی بنا وہ کبھی ذلیل و خوار اور رسوا نہیں ہو سکتا۔ ہمارے پروردگار آقا! تو (بڑا) ہی برکت والا اور بلند و بالا ہے اور نبی ﷺ پر رحمت بھیج۔''

(۳)......نماز جنازہ: مقاماتِ درود میں سے ایک جگہ نماز جنازہ سے دوسری تکبیر کے بعد کا مقام ہے۔

❶ سنن نسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، رقم: ۱۷۴۶۔ ارواء الغلیل: ۱۷۲/۲۔ سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۹۰/۲۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

حضرت ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ نماز جنازہ میں امام کا پہلی تکبیر کے بعد آہستہ آواز سے سورۂ فاتحہ پڑھنا، (پھر دوسری تکبیر کے بعد) نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا، پھر (تیسری تکبیر کے بعد) خلوص دل سے میت کے لیے دعا کرنا اور (چوتھی تکبیر کے بعد) آہستہ سلام پھیرنا سنت ہے۔ ❶

(۴)......خطبات: مقامات درود میں سے ایک جگہ خطبات ہیں، مثلاً: خطبہ جمعہ، عیدین وغیرہ، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر وہ خطبہ جس میں تشہد نہیں وہ کٹے ہوئے ہاتھ کی مانند ہے۔ ❷

یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کی گواہی دی جائے اور ساتھ میں آپ ﷺ پر درود بھیجا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی معمول تھا۔

(۵)...... اذان کے بعد: مقامات درود میں سے ایک جگہ موذن کا جواب دینے کے بعد کا وقت ہے، صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم موذن کو سنو تو جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو، پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ پھر میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو۔ وسیلہ جنّت میں ایک منزلت کا نام ہے جسے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہی پائے گا، اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں۔ پس جس نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔'' ❸

(۶)......دُعا کے وقت: مقامات درود میں سے ایک جگہ دعا کے وقت نبی ﷺ پر درود

---

❶ مسند شافعی، الباب الثالث والشرون فی صلاۃ الجنازۃ، رقم: ۵۸۱۔ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۹۶/۳۔

❷ سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الخطبۃ، رقم: ۴۸۴۱۔ سنن ترمذی، رقم: ۱۱۱۸۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن......، رقم: ۳۸۴۔

شریف کا پڑھنا ہے۔ بندہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اس دعا کرنے کا طریقہ اور آداب آپ ﷺ نے بیان کیے ہیں کہ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجا جائے تو اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ادھر ہی تشریف فرما تھے، جب میں (نماز سے فارغ ہوکر) بیٹھ گیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کی، پھر میں نے نبی ﷺ پر درود بھیجا، پھر اپنے لیے دعا کی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مانگ، دیا جائے گا، مانگ، دیا جائے گا۔''[1]

((عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوْبٌ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ.))[2]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہر دعا روک لی جاتی ہے جب تک کہ نبی ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے۔''

(۷)..... **مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت:** مقامات درود میں سے ایک مقام مسجد کے اندر داخل ہونے اور باہر نکلنے کا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ نبی (ﷺ) پر سلام بھیجے اور یہ کہے:

((اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ.))

''اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے۔''

اور جب نکلے تو نبی ﷺ پر سلام بھیجے اور یہ کہے:

((اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِيْ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ))[3]

---

[1] مسند ابی یعلی: ۸/ ۴۷۲، رقم: ۵۰۵۹.

[2] معجم الکبیر للطبرانی: ۷۲۵۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۳۰۳۵.

[3] صحیح ابن حبان: ۵/ ۳۹۹، رقم: ۲۰۵۰۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو محمد (ﷺ) پر درود و سلام بھیجتے اور پھر یہ فرماتے:

((رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))

اور جب مسجد سے باہر تشریف لاتے تو محمد (ﷺ) پر درود و سلام بھیجتے اور فرماتے:

((رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ فَضْلِكَ.)) [1]

(۸)......صفا و مروہ پر: مقامات درود میں سے ایک جگہ صفا و مروہ ہے۔ حضرت وہب بن اجدع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے مکہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی آدمی حج کے لیے آئے تو وہ بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور مقامِ ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھے۔ پھر صفا سے (سعی کا) آغاز کرے، (وہاں) قبلہ رو ہو کر تکبیر کہے، ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ کی حمد و ثنا بیان کرے اور نبی ﷺ پر درود بھیجے اور اپنے لیے اللہ سے مانگے اور مروہ پر بھی اسی طرح کرے۔" [2]

(۹)......مجلس: مقامات درود میں سے ایک مقام اجتماع قوم کا وقت ہے۔ چنانچہ ابن حبان، حاکم اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ کسی جگہ بیٹھیں اور اس جگہ نہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجیں تو وہ مجلس ان پر باعثِ افسوس اور نقصان بنے گی۔ اگر اللہ چاہے ان کو عذاب دے اور چاہے معاف فرمائے۔ [3]

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء ما يقول عند دخول المسجد، رقم: ٣١٤۔ محدث البانی نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

[2] السنن الكبرٰی للبيهقی: ٩٤/٥، رقم: ٩٦١٢.

[3] سنن ترمذی، كتاب الدعوات، رقم: ٣٣٨٠۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ٧٤.

(۱۰)...... ذکر محبوب ﷺ: مقامات درود میں سے ایک مقام نبی اکرم ﷺ کے ذکر کا وقت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رسوا ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ ❶

(۱۱)...... استلام حجر: درود پڑھنے کا ایک وقت استلام حجر ہے۔ نافع سے روایت کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب استلام حجر کا ارادہ کرتے تو پڑھتے:

((اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَسُنَّةَ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.))

پھر نبی ﷺ پر درود بھیجتے اور حجر اسود کو چھوتے، بوسہ دیتے۔ ❷

(۱۲)...... بازار میں اور دعوتِ طعام پر: بازار یا دعوت طعام کو جاتے یا کسی جانب نکلتے وقت درود پڑھنا بھی درود خوانی کے مقامات میں سے ہے۔ حضرت ابووائل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کسی مجلس اور کسی دسترخوان پر حاضر ہوتے تو اس وقت تک نہ اٹھتے جب تک اللہ تعالیٰ کی حمد بیان نہ کرلیتے اور آپ ﷺ پر درود نہ بھیج لیتے، اگرچہ کسی چیز کے پیچھے چلتے ہوئے بازار کے کسی دور دراز کے مکان میں ہی چلے جاتے۔ پھر اس میں بیٹھتے اور اللہ کی حمد بیان کرتے اور نبی ﷺ پر درود بھیجتے۔ ❸

(۱۳)...... نبی ﷺ کے روضۂ اقدس پر: عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نبی ﷺ کی قبر اطہر مبارک پر ٹھہرتے، آپ ﷺ پر درود بھیجتے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے لیے دعا فرماتے۔ ❹

---

❶ سنن ترمذی، ابواب الدعوات، رقم: ۳۵٤۵۔ المشکاۃ، رقم: ۹۲۷۔ محدث البانی نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

❷ المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۳۸/۵.

❸ مصنف ابن أبی شیبة: ۱۰/ ٤۲۲.

❹ مؤطا امام مالك: ۱۶۶/۱.

رسول اللہ ﷺ کی قبر پاک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بنی تھی بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبریں بھی اسی حجرہ میں بن گئیں۔ جناب عمر بن عبد العزیز (متوفی ۱۰۱ھ) نے ۱۳۳۶ برس پہلے اس حجرے کے گرد پانچ کونہ دیوار بنادی۔ اس کے بعد کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کی قبر پاک تک نہیں گیا کیونکہ اس دیوار میں کوئی کھڑکی اور روشن دان نہیں ہے۔ وہ دیوار تمام اطراف سے بند ہے۔ اس دیوار سے کچھ فاصلے پر جالیاں لگی ہوئی ہیں ان جالیوں کا دروازہ کھلتا ہے۔

جب کوئی سربراہ مملکت وہاں جاتا ہے تو یہی دروازہ کھلتا ہے اور لوگ اس پانچ کونہ دیوار اور جالیوں کے درمیان جو جگہ ہے اسی میں جھاڑو دے دیتے ہیں۔ ان جالیوں میں ایک نشان لگا ہوا ہے۔ وہ قبر کا سرہانے والا حصہ ہے اسے مواجہہ شریفہ کہتے ہیں، گویا ہم رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس کے عین سامنے ہوتے ہیں لوگ اسی جگہ کھڑے ہو کر سلام پیش کرتے ہیں۔ اس کے پاس ہی دو ستون ہیں جن پہ دو شعر کندہ ہیں جو ایک اعرابی نے وہاں سلام کے وقت پڑھے تھے۔

دائیں ستون پہ جو شعر کندہ ہے وہ کچھ یوں ہے ؎

يا خير من دُفِنت بالقاع أعظمُهُ

فطاب من طيبهن القاع وَالأكَمُ

''اے اس دنیا کے سب سے بہترین شخص جس کا جسدِ اطہر یہاں دفن ہے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک تجھ سے بہتر وجود اس زمین میں دفن نہیں ہوا اس جسدِ اطہر کی برکت سے مدینہ کے جنگل اور وادیاں خوشبودار ہو گئیں۔''

بائیں ستون پہ اس کا دوسرا شعر لکھا ہے ؎

نفسی الفداء لقبر أنْت ساكنة

فيه العفاف وفيه الجود والكرم

''میری جان فدا ہے اس قبر پاک پہ جس میں تو آسودہ خاک ہے اس قبر میں پاک بازی، طہارت، سخاوت اور بہادری جیسی خوبیاں دفن ہیں۔''

اللہ تعالیٰ توفیق دے تو ہمیں روضہ پاک پہ جا کر سلام پیش کرنا چاہیے۔ لیکن اگر ہم وہاں نہیں جا سکتے تو ہمیں یہ کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ یہیں سے رسول اللہ ﷺ کو سلام کہیں اللہ تعالیٰ اسی وقت وہاں پہنچا دے گا۔

اگر اے نسیم سحر تیرا ہو گذر دیار حجاز میں
میری چشم تر کا سلام کہنا حضورؐ بندہ نواز میں

(۱۴)......سوتے وقت: سونے کے وقت درود شریف پڑھنا بھی اوقات درود خوانی میں سے ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو ایسے آدمی ہیں جن پر اللہ عز وجل ہنستے (خوش ہوتے)، ہیں، ایک وہ آدمی جس کی مڈبھیڑ دشمن سے ہو جائے اور اپنے ساتھیوں میں سے بہترین گھوڑوں میں سے ایک گھوڑے پر ہو، دوسرے ساتھی شکست کھا گئے اور وہ ثابت قدم رہا، تو اگر وہ قتل ہو گیا تو شہید ہوا اور اگر وہ زندہ رہا تو یہ وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ ہنستے ہیں۔

اور دوسرا وہ آدمی جو رات میں اٹھتا ہے، اسے کوئی نہیں جانتا، اس نے وضو کیا تو اچھی طرح وضو کیا، پھر اللہ کی حمد اور اس کی بزرگی بیان کی اور نبی ﷺ پر درود بھیجا اور قرآن کھولا (یعنی پڑھا)۔ تو یہ وہ شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ہنستے ہیں اور فرماتے ہیں: میرے اس بندے کو دیکھو! جو اس حالت میں کھڑا ہے جسے میرے سوا اور کوئی نہیں دیکھ رہا۔ [1]

(۱۵)......تنگ دستی کے وقت: مقامات درود خوانی میں سے ایک مقام یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس مال نہ ہو تو وہ صدقہ کی بدل درود شریف پڑھے۔ تنگ دست سے یہ درود پڑھنا صدقہ سے کفایت کرے گا۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس صدقہ کے لیے مال نہ ہو وہ اپنی دعا میں کہے:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ.))

تو یہ اس کے لیے زکوٰۃ ہے اور فرمایا: ''مومن سیر نہیں ہوتا، وہ (بھلائی) سنتا رہتا ہے،

---

[1] المعجم الكبير: ۸/ ۷۱.

حتیٰ کہ اس کا آخری مقام جنت ہے۔'' ❶

(۱۶)...... مصیبت اور پریشانی کے وقت: مقامات درود میں ایک مقام غم وشدائد کے ہجوم اور طلب مغفرت کا وقت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب دو تہائی رات گزر جاتی تو رسول اللہ ﷺ اٹھتے اور فرماتے: ''اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو، اللہ کا ذکر کرو، قیامت کا پہلا زلزلہ آ گیا، پھر اس کے بعد والا دوسرا بھی آ گیا اور اس میں جو کوئی بھی ہے اسے موت آ گئی۔'' ابی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں آپ پر کثرت سے درود بھیجنا چاہتا ہوں تو میں اپنی دعا میں سے کتنا حصہ درود کے لیے رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو تو چاہے۔ میں نے عرض کیا ایک چوتھائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو تو چاہے، اگر زیادہ کر لے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا نصف؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو تو چاہے، اگر زیادہ کر لے تو یہ تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا دو تہائی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو تو چاہے، اگر زیادہ کر لے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا میں اپنی ساری دعا آپ کے لیے کر دوں (درود کے لیے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے مصائب و پریشانیاں اس سے ختم ہو جائیں گی اور تیرے گناہ معاف ہو جائیں گے۔'' ❷

(۱۷)...... نبی ﷺ کا مبارک نام لکھتے وقت: نبی ﷺ کے مبارک نام کے لکھتے وقت درود لکھنا ضروری ہے۔ ابو الشیخ نے سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی تحریر میں میرے نام کے ساتھ درود لکھا، ہمیشہ ملائکہ اس کے لیے استغفار کرتے ہیں، جب تک میرا نام اس کتاب میں ہوتا ہے۔ ❸

ابن الصلاح نے مقدمہ میں تحریر فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ کے ذکر مبارک کے وقت لازم ہے کہ وہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ و

---

❶ مستدرک حاکم: ۴/ ۱۴۴۔ حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ سنن ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب فی الترغیب......، رقم: ۲۴۵۷۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۹۵۴.

❸ الشفاء للقاضی عیاض، ص: ۳۰۸.

سلام لکھنے پر محافظت کرے اور آپ ﷺ کے نام کے بار بار آنے سے اکتا نہ جائے۔ یہ ان لوگوں کے لیے بڑے فوائد میں سے ہے جو حدیث کے طالب علم ہیں اور اسے لکھنے میں جلدی کرتے ہیں اور جو اس سے غافل ہو گیا، وہ بہت بڑے حصے سے محروم ہو گیا۔''[1]

(۱۸)...... صبح و شام کے وقت: صبح و شام کے وقت بھی رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا درود خوانی کے اوقات میں سے ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو آدمی صبح کے وقت مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جو شام کے وقت بھی دس مرتبہ درود بھیجتا ہے وہ قیامت کے دن میری شفاعت پالے گا (یعنی اسے میری شفاعت قیامت کے دن نصیب ہو گی)۔''[2]

(۱۹)...... اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے: اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور فقیری و غربت کو ختم کرنے کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اللہ عزوجل کے قرب کے لیے کون سے اعمال ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سچی بات کہنا اور امانت کی ادائیگی۔'' میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! مزید فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: رات کی نماز اور شدت کی گرمی کے روزے رکھنا۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے کثرت سے یاد رکھنا اور مجھ پر درود بھیجنا، فقر کو ختم کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مزید فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو کسی کی امامت کرائے،

---

[1] فتح المغيث : ۲/ ۱۸۲ـ ۱۸۳.

[2] الجامع الصحيح: ۱۰/ ۷٦، رقم : ۱۷۰۲۲.

اسے چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھائے، کیونکہ ان میں بوڑھے، مریض، کمزور اور ضرورت مند ہیں۔ ❶

(۲۰)...... ہر وقت: آپ ﷺ پر ہر وقت درود پڑھتے رہنا چاہیے، آپ لوگ جہاں بھی درود پڑھیں گے وہ آپ ﷺ تک پہنچا دیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یقیناً اللہ تعالیٰ کے (مقرر) فرشتے سیاحت کر رہے ہیں، وہ مجھ پر میری امت کی طرف سے (بھیجا گیا) سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔'' ❷

(۲۱)...... جمعہ کا دن: بالخصوص جمعہ کے روز تو درود وسلام میں ڈوب جانا چاہیے۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيْهِ خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ، وَفِيْهِ قُبِضَ، وَفِيْهِ النَّفْخَةُ، وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ، فَإِنَّ صَلوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ. فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ تُعْرَضُ عَلَيْكُمْ صَلَاتُنَا وَقَدْ اَرِمْتَ يَعْنِي وَقَدْ بَلِيْتَ؟ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَاكُلَ اَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ)) ❸

''تمہارے افضل دنوں میں جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام کو اللہ نے پیدا کیا، اسی دن اُن کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن قیامت کا کڑکا ہوگا۔ تم اُس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ واقعی تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہمارے درود

❶ معرفة الصحابة: ۱۰/ ۹۹.

❷ سنن نسائی، کتاب السهو، باب التسليم على النبی، رقم: ۱۲۸۳۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ مسنداحمد، رقم: ۱۶۱۶۲۔ سنن أبوداؤد، کتاب الصلاة، رقم: ۱۰۴۷۔ صحیح ابن خزیمه، رقم: ۱۷۳۳۔ ابن خزیمہ اور البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

کس طرح آپ کے سامنے پیش ہوسکیں گے حالانکہ آپ کا جسم تو بوسیدہ ہوجائے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھاسکے۔''

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

((اَكْثِرُوْا عَلَيَّ الصَّلٰوةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.))[1]

''جمعہ کے روز مجھ پر درود کثرت سے پڑھا کرو۔

درود پڑھنے کے فوائد وثمرات:

رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام پر درود بھیجنے کے فوائد وثمرات کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:

۱: اللہ تبارک وتعالیٰ کی فرمانبرداری اور تعمیل حکم۔

۲: اللہ عزوجل کے ساتھ درود میں موافقت گو نوعیت میں ہماری صلوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ مختلف ہیں۔ کیونکہ ہماری صلوٰۃ تو دعا اور سوال ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ ثناء وشرف کا بیان ہے۔

۳: درودخوانی میں فرشتوں کے ساتھ موافقت۔

۴: ایک دفعہ درود پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے دس رحمتوں کا ملنا۔

۵: ایک دفعہ کے درود پر دس درجات کا بلند کیا جانا۔

۶: ایک بار درود شریف پڑھنے سے دس نیکیوں کا لکھا جانا۔

۷: ایک درود کے پڑھنے سے دس گناہوں (بدیوں) کا محو کردیا جانا۔

۸: جب درود دعا سے اول ہو تو اس دعا کی قبولیت کی امید ہوتی ہے کیونکہ درود شریف دعا کو رب العالمین تک لے جاتا ہے۔ اور بغیر درود کے زمین وآسمان کے درمیان بھی دعا روک لی جاتی ہے۔

[1] سنن الکبری للبیهقی: ۲۴۹/۳.

۹: درود شریف پڑھنا رسول اللہ ﷺ کی شفاعت پانے کا سبب ہے۔

۱۰: درود شریف گناہوں کی مغفرت کا باعث ہے۔

۱۱: درود شریف بندہ کے رنج وغم میں اللہ تعالیٰ کے کفایت کرنے کا سبب ہے۔

۱۲: قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ سے قریب ترین ہونے کا سبب ہے۔

۱۳: تنگ دست کے لیے درود قائم مقام صدقہ کے ہے۔

۱۴: قضاء حاجات کا وسیلہ ہے۔

۱۵: اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعائے رحمت کے حاصل کرنے کا سبب ہے۔

۱۶: درود خوان کے لیے درود زکوٰۃ وطہارت ہے۔

۱۷: موت سے پہلے بندہ کو بشارت جنت مل جانے کا سبب ہے۔

۱۸: قیامت کی ہولناکیوں سے نجات کا سبب ہے۔ ابوموسیٰ نے ان کو ذکر کیا ہے اور اس بارے میں احادیث بھی ذکر کی ہیں۔

۱۹: بھولی ہوئی شے درود سے یاد آجاتی ہے۔

۲۰: مجلس میں درود کفارۂ ذنوب ہے اور قیامت کے دن وہ نشست اہل مجلس کے لیے حسرت نہیں بنتی۔

۲۱: درود شریف سے فقر وفاقہ اور تنگ دستی جاتی رہتی ہے۔

۲۲: درود شریف پڑھنے کے طفیل بخیلی کی عادت ختم ہوجاتی ہے۔

۲۳: درود پڑھنے سے رسول اللہ ﷺ کی بدعا رغم انف...... سے بندہ محفوظ ہوجاتا ہے۔

۲۴: درود شریف درود خوان کو جنت کے راستے پر چلاتا ہے اور جو درود کو ترک کرتا ہے وہ راہ بہشت چھوڑ بیٹھتا ہے۔

۲۵: جو کلام حمد اللہ وصلوٰۃ بر مصطفی (ﷺ) سے شروع ہو، درود اس کے مکمل ہونے کا سبب ہے۔

۲۶: پل صراط پر بندہ کے لیے بے پناہ نور کا سبب درود شریف ہے۔

۲۷: درود شریف پڑھنے سے بندہ جفاء (برسول) سے بچ نکلتا ہے۔

۲۸: درود شریف درود خوان کی ثناء حسن اہل زمین وآسمان کے اندر باقی رہنے کا سبب ہے۔

۲۹: درود خوان کی ذات خاص اور عمل وعمر ودیگر اسباب مصالح میں برکت کا باعث۔

۳۰: درود شریف اللہ تعالیٰ کی رحمت پانے کا ذریعہ ہے۔

۳۱: درود شریف سبب ہے رسول اللہ ﷺ کی محبت کے دوام واضافے کا اور یہ صفت مراتب ایمان میں سے ایک مرتبہ ہے جس کے بغیر ایمان کامل واکمل نہیں ہوتا۔

۳۲: کثرت درود کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کی محبت حاصل ہو جاتی ہے۔

۳۳: درود خوانی انسان کی ہدایت اور حیات قلب کا سبب ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر سلام کہنا:

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں درود شریف کے حکم کے ساتھ ہی سلام کا حکم بھی دیا ہے، فرمایا: ﴿صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (الاحزاب: ٥٦) ''پیغمبر پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا۔'' یعنی سلام کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ دل کی محبت اور چاہت سے سلام کہو۔

اس آیت مقدسہ میں جس طرح درود کی فرضیت ہے اسی طرح سلام کی بھی فرضیت ہے، بلکہ سلام تو درود سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ نے سکھا دیا تھا، جیسا کہ مذکورہ احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز میں ہوتے تو ہم یہ کہتے تھے:

((اَلسَّلَامُ عَلَى اللهِ مِنْ عِبَادِهِ السَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَفُلَانٍ.))

تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ تعالیٰ پر سلام نہ کہو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہیں، لیکن تم یہ کہو:

((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا

النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ.))

جب تم یہ کہو گے تو اس میں آسمان و زمین کے درمیان کے سارے (مسلمان) بندے شامل ہوں گے۔

((أَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.))

پھر اس کے بعد اپنے لیے جو دعا پسند کرے وہ کرے۔ [1]

سلام صدق امانت کی شانِ عالی پر
سلام خلق و مروّت کی بے مثالی پر
سلام پاکی گوہر پہ، جس کے دامن کو
کثافتوں کا تصور بھی چھو نہ سکتا ہو
سلام اس دل روشن کی حق اساسی پر
سلام ان کے کمالِ خدا شناسی پر
سلام حکمت و دانش پر، جس کا ہر ارشاد
بنا ہے قصر صلاح و فلاح کی بنیاد
یقین محکم و ایمان مستقل پہ سلام!
خلوص و مہر و وفا و صفائے دل پہ سلام!
دل حزیں کی یہ سب سے بڑی تمنّا ہے
میرا سلام میری روح کا تقاضا ہے

(کمالی)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب ما یتخیر من الدعاء...، رقم ۸۳۵.

درود نہ بھیجنے پر وعید:

جہاں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برکتیں اور کئی فوائد وثمرات حاصل ہوتے ہیں، وہاں آپ ﷺ پر درود شریف نہ پڑھنے سے گناہ اور بہت سے نقصانات بھی ہوتے ہیں۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَخضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقَى دَرَجَةً قَالَ اٰمِيْن! فَلَمَّاارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ اٰمِيْن! فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اٰمِيْن فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَقَدْسَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَاكُنَّا نَسْمَعُهُ قَالَ: إِنَّ جِبْرِيْلَ لَقَدْ عَرَضَ لِيْ فَقَالَ: بُعْداً لِمَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْلَهُ، قُلْتُ: اٰمِيْن! فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ: بُعْداً لِمَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَه فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ قُلْتُ: اٰمِيْن! فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ: بُعْداً لِمَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرَ عِنْدَهُ اَوْ اَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ اٰمِيْنَ.)) [1]

"منبر کے پاس آجاؤ تو ہم لوگ پاس آگئے۔ جب حضور نے منبر کے پہلے زینے پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین۔ جب دوسرے پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین۔ جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین۔ جب آپؐ خطبہ سے فارغ ہوکر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپؐ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس وقت جبریل میرے سامنے آئے تھے انہوں کہا کہ رحمت سے دور ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کی

---

[1] مستدرك الحاكم، رقم :۷۳۳۸۔ صحيح مسلم، كتاب الادب، رقم ۲۵۵۱۔

مغفرت نہ ہوئی، میں نے کہا یا اللہ قبول کر۔ جب دوسرے زینے پر میں نے قدم رکھا تو جبریل نے کہا، رحمت سے دور ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپؐ پر درود بھیجنے کی بھی زحمت گوارا نہ کرے، میں نے کہا یا اللہ قبول کر۔ جب میں نے تیسرے زینے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا، رحمت سے دور ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچے اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں۔ میں نے کہا یا اللہ قبول کر۔''

آپ غور کیجیے کہ جبریل امین علیہ السلام ایسا مقرب بارگاہ الٰہی فرشتہ جس کے لیے بدعا کرے اور سرورِ کونین ﷺ جس کے لیے بدعا پر آمین کہیں اس سے زیادہ سخت بددعا اور کونسی ہوسکتی ہے؟ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لکھتے وقت، سنتے اور بولتے وقت صلوٰۃ وسلام کا التزام کرنا چاہیے گو عبارت لکھتے ہوئے یا دوران گفتگو بیسیوں بار آپؐ کا اسم گرامی آئے۔ ہر بار اِک نئے ذوق وشوق کے ساتھ اور اِک نئے ولولے کے ساتھ درود بھیجنا چاہیے۔ وہ جنہوں نے اپنی پوری زندگی ہمیں سنوارنے کے لیے کھپا دی۔ حیف ہے ہم پر کہ ہم ان کے اسم گرامی پر ہونٹوں کو جنبش دینے میں بھی بخل کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْبَخِيْلُ الَّذِیْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ.)) [1]

''بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''

ایک روایت میں تو آپ ﷺ نے اسے بخیل ترین انسان قرار دیا جو آپ کے اسم گرامی کو سن کر درود نہیں بھیجتا ہے۔ ابو ذر کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَبْخَلِ النَّاسِ؟))

''میں تمہیں نہ بتاؤں کہ بخیل ترین انسان کون ہے؟''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

[1] سنن الترمذي، ابواب الدعوات، رقم: ٣٥٤٦.

((مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ فَذَاكَ أَبْخَلُ النَّاسِ.)) ❶

''جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو وہ بخیل ترین انسان ہے۔''

اور جس شخص کو رحمۃ للعالمین ﷺ بخیل ترین انسان فرمائیں تو اس کی بدبختی میں شک و شبہ کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟

اس لیے ہر محب رسول کو چاہیے کہ کثرت سے آپ ﷺ پر درود پڑھے۔ خصوصاً ان اوقات اور مقامات پر درود کا ضرور اہتمام کرے جہاں درود پڑھنے کی نبی ﷺ نے ترغیب دی ہے۔ ہم نے یہاں چند مقامات کا ذکر کیا ہے، کیونکہ عام طور پر لوگ اس میں کوتاہی کرتے نظر آتے ہیں۔ جسے تفصیل درکار ہو وہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کی کتاب ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ'' اور امام ابن القیم رحمہ اللہ کی کتاب ''فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ'' کا مطالعہ کرے۔

❶ كتاب الصلاة لابن أبي عاصم، رقم ٢٩۔ جلاء الافهام للامام ابن القيم، رقم : ٩٦.

خاتمۃ الکتاب

قارئین کرام! زیر نظر کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے حقوق و واجبات پر قرآن وسنت کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس تمام بحث کا لب لباب یہ ہے کہ حضور ﷺ بارانِ علم وہدایت تھے، یعنی جس طرح آسمان سے مینہ برستا ہے، بالکل اسی طرح ہدایت خداوندی اور علم الٰہی کی بارش تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ جب آسمان سے بارش نہیں ہوتی تو زمین خشک بلکہ بنجر ہوجاتی ہے۔ کھیتی باڑی نہیں ہوتی اور قحط پڑ جاتا ہے۔ ایسے ہی اگر علم وہدایت کا مینہ نہ برسے تو دل کی زمین خشک، بنجر اور ویران ہوجاتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دل کی کھیتی کو سرسبز وشاداب رکھنے کے لیے انبیاء کو رشد وہدایت کا مینہ بنا کر بھیجتا ہے۔ حضور انور ﷺ بھی ہدایت کا ''غیث کثیر'' تھے کہ سارا جہان سیراب ہوگیا اور سرزمینِ عرب بقعۂ نور بن گئی۔ یعنی اگر قرآن سحابِ وحی ہے تو رحمت للعالمین ﷺ بارانِ ھدی ہیں۔ اگر حضور ﷺ عمل کر کے نہ دکھاتے تو قرآنی احکام کا امتثال کس طرح پورا ہوتا؟

یاد رکھیے! رسول اللہ ﷺ کا ہر فعل، قول، سکوت اور حتیٰ کہ بھول جانا بھی وحی الٰہی ہے، حجت ہے، دین ہے اور جھوٹی بات حضور ﷺ کے ذمہ لگانا موجب جہنم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر جان بوجھ کے جھوٹ بنائے، پس اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں ڈھونڈے۔''

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم: ۱۰۷.

کیونکہ نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنے سے غیر نبی کی بات حجت اور دین بن جاتی ہے۔ جو کہ نہیں بنی چاہیے۔ کیونکہ صرف اور صرف حضور ﷺ ہی اُمّت کے لیے حجت ہیں۔ مطلب یہ کہ آپؐ کا قول و فعل سُنّت اور حدیث برہان ہے۔ پیغمبر ﷺ اگر بولیں ہی نہ تو دعویٰ نبوت کیسے ثابت ہو؟ پیغمبر اگر اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کر کے نہ دکھائیں تو لوگ کس طرح احکامِ الٰہی کو عملی جامہ پہنائیں؟ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴾ (النساء : ۱۷۴)

''لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حجّت آچکی اور ہم تمہاری طرف جگمگاتا ہوا نور بھیج چکے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے سے اس قدر لرزہ براندام تھے کہ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے۔ ڈرتے، لرزتے، از حد احتیاط کرتے، از حد ثقاہت، پختہ پسند اور پوری ذمہ داری سے روایت کرتے تھے۔ رجال اور اسانید کے دفاتر راویوں ہی کی زندگیاں بننے اور چھاننے کے لیے مدوّن ہوئے اور ہر روایت کی بال کی کھال اتار کر رکھ دی گئی اور روایتوں کی بھی درجہ بندی کردی گئی اور موضوعات کے جعلی سکوں کو ''اشرفیوں'' سے جدا کر کے پھینک دیا گیا۔ ہر راوی حدیث اور محدّث کے سامنے حضور انور ﷺ کا مذکورہ انتباہ ہمیشہ پیش نظر رہا کہ جس نے فن کی جعل سازی عمداً رحمت عالم ﷺ کے ذمہ لگائی وہ اپنی جگہ آگ میں تلاش کرے۔

مولانا حالی رحمہ اللہ نے یہی بات اشعار کی زبان میں بیان کی ہے ؎

گروہ ایک جو یا تھا علم نبی کا
لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذبِ خفی کا
کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا

کیے جرح و تعدیل کے وضع قانون
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں
کیا فاش راوی میں جو عیب پایا
مناقب کو چھانا، مثالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا
آئمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ ملّا کو چھوڑا، نہ صوفی کو چھوڑا

اور ذہن نشین کر لیجیے! کہ احادیث قرآنی کی تشریح میں قرآن پر عمل کرنا سکھاتی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا تعلق مسلمان کے ساتھ ایمانیات سے ہے اور یہ تعلق اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے کہ مسلمان حضور ﷺ کی سیرت و کردار اور اقوال و افعال کو اپنا کر زندگی بھر ان پر عمل کرتا رہے۔ اگر ہم حضور ﷺ کی باتوں، عادات و خصائل کو بھلا دیں گے تو آپؐ سے ہماری محبت اور اطاعت جاتی رہے گی اور جب محبت اور اطاعت گئی تو ایمان بھی رخصت ہو گیا اور جب ایمان رخصت ہو گیا تو اس کا انسانیت کے محسن اعظم محمد رسول اللہ ﷺ سے کیا تعلق واسطہ رہا؟ بھلا کوئی مسلمان رسول اللہ ﷺ سے محبت و اتباع کے بغیر دین اسلام پر کیسے چل سکتا ہے؟ آج تک ساری اُمّت سُنّت کے نور ہی میں گام فرسا ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچتی ہے۔ جس نے بھی سُنّت سے اعراض کیا گویا اس نے سطر قرآن کو چلیپا بنا دیا اور وہ خسران مبین کے گڑھے میں گر گیا...... ع

وما النور الا فی الحدیث واھله
اذا ما وجی اللیل البھیم واظلما

''اور نور تو بس سُنّت خیر الورٰی میں اور سُنّت والوں پر ہے۔ باقی جہان میں ایسا

اندھیرا ہے جیسے شبِ تار کی ظلمت۔"

ومن ترك الاثار ضلل سعيه

وهل يترك الاثار من كان مسلماً

"اور جس نے احادیث کو چھوڑا۔ اُس نے اپنے سب اعمال برباد کر دیے۔ اور کیا کوئی مسلمان ہو کر احادیث کو چھوڑ سکتا ہے؟"

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ حضور ﷺ کی سُنّت اور حدیث کے ماخذِ دین ہونے پر ہر زمانے کے علماء اور آئمہ ایمان رکھتے ہیں اور سُنّت سے لا پروا ہو کر کسی نے قرآن کی تشریح کی ہے اور نہ ہی اپنی اپنی رائے سے اس پر عمل کیا ہے، بلکہ سب نے سُنّت کی روشنی میں ہی کتاب اللہ کی تعمیل کی ہے ؎

لا ترغبن عن الحديث واهله

فالرّأى ليل والحديث نهار

"حدیث اور حدیث والوں سے منہ نہ موڑ (منکر حدیث نہ بن) کیونکہ رائے تاریک رات ہے اور حدیث روزِ روشن۔"

بے شک جو کوئی اپنی رائے سے قرآن کے معانی اور تفسیر کرتا ہے، اس کو ظلمت ہی ظلمت حاصل ہوتی ہے۔ اور سُنّت ہی کتاب اللہ کی تشریح ہے جو کہ آفتاب نصف النہار ہے۔ اُمتی کی بات اور رسول اللہ ﷺ کی بات میں دن رات کا فرق ہے ؎

جگا سکی نہ تجھے اے رہن خواب گراں
چمن افروز بہاروں کی نغمہ پیرائی
مٹا سکی نہ تیری روح کی جبین کی شکن
فروغِ ماہ میں لیلائے شب کی رعنائی

یقین جانیے اسلام کی مکمل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے جو اصل ہے۔ اُمت

کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ اس اصل کی نقل کرے۔ پھر جس شخص کی ہر ہر عمل کی نقل بمطابق اصل ہوگی۔ وہ نقل قیامت کے روز مانی جائے گی۔ اس پر اجر وثواب ملے گا اور اعمال کی نقل بمطابق اصل رکھنے والا جنّت الفردوس میں جائے گا، اور جب اپنے اعمال کی نقل بمطابق اصل کے کریں گے تو آپؐ کے حقوق کو پہچاننے اور بجالانے میں کوئی دقت پیش نہ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسُنّت کی روشنی میں حقوق النبی ﷺ ٹھیک بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ ﷺ کے حقوق وواجبات کی ادائیگی امت مسلمہ پر فرض ہے، لہٰذا ہر کلمہ گو پر ان حقوق وواجبات کو پہچاننا، سمجھنا اور پھر ان پر قولی وعملی اعتقاد رکھنا لازمی ہے۔

حضرات! یہ دس حقوق ہیں جن کا قرآن وحدیث میں ذکر ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہی حقوق کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق قائم کیا ؏

حدیث مصطفیٰ تفصیل ہے اجمال قرآن کی
کتاب اللہ کی تفسیر ہے، پیغمبر کی سیرت ہے
نبیؐ کی زندگی ہے بہر امّت، اسوۂ کامل
رسول اللہؐ کا ہر فعل منشورِ ہدایت ہے
پیغمبرؐ کی اطاعت فرض ہے ہر فردِ اُمّت پر
کتاب پاک میں اس امر کی پوری وضاحت ہے
رکو تم اس سے ملتی ہو نہ سُنّت سے سند جس کی
پکڑلو اُس کو دانتوں سے جو پیغمبرؐ کی سُنّت ہے
کتاب اللہ، احادیث پیغمبرؐ، اسوۂ مرسل
یہی چیزیں ہیں جن کا نام اسلامی شریعت ہے

اللھم صل علی محمد نور الھدی والقآئد الی الخیر والداعی الی الرشد نبی الرحمۃ وامام المتقین ورسول

رب العالمين لا نبی بعده كما بلغ رسالتك، ونصح لعبادك، وتلا أياتك، واقام حدودك، ووفّٰی بعهدك، وانفذ حُكْمَكَ، وامر بطاعتك، ونهی عن معصيتك، وَوَالی وليّك الذی ان تواليه، وعادیٰ عدوّك الذی ان تعاديهٗ وصلی الله علی سيدنا محمد.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

مصادر ومراجع

الكتاب	المؤلف	دارالنشر	تاريخ الطبع
اخبار مكة وما جاء فيها من الآثار	ابوالوليد محمد بن عبدالله بن احمد الأزرقى (ت:250هـ)	دار الثقافة، بيروت و مكة المكرمة	1399هـ 1979م ط:الثالثة
اخلاق النبى وآدابه	ابو الشيخ: عبدالله بن محمد بن جعفر الأصبهانى (ت:329هـ)	الدار المصرية اللبنانية، القاهرة	1413هـ 1933م ط:الثانية
الأدب المفرد	محمد بن اسماعيل البخارى (ت:256هـ)	مكتبة المعارف، الرياض	1419هـ 1998م
إرواء الغليل فى تخريج أحاديث منار السبيل	محمد ناصر الدين البانى (ت:1420هـ)	المكتب الإسلامى بيروت	1399هـ 1979م
اسباب النزول	ابو الحسن على بن احمد الواحدى النيسابورى (ت468هـ)	مطبعة هندية، مصر	1315هـ 1897م
الاستيعاب فى معرفة الأصحاب: بهامش الإصابة لابن حجر	أبو عمر يوسف بن عبدالله بن محمد ابن عبدالبر النمرى (ت:463هـ)	دارالفكر	1315هـ
أسد الغابة فى معرفة الصحابة	على بن محمد بن محمد ابن الأثير	دار الشعب، القاهرة	1390هـ 1970م

الإصابة فی تمییز الصحابة	احمد بن علی بن محمد ابن حجر الکنانی (ت:852هـ)	مطبعة السعادة، مصر	1328م 1910م ط:الأولیٰ
انساب الأشراف	أحمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری (ت:279هـ)	دارالمعارف، مصر	1315
البدایة والنهایة	ابوالفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القریشی (ت:774هـ)	هجر للطباعة والنشر، القاهرة	1417ه 1997م
التاریخ الکبیر	ابو عبداللّٰه محمد بن اسماعیل البخاری (ت: 256هـ)	دائرة المعارف العثمانیة حیدر آباد ودار الکتب العلمیة، بیروت	1380هـ 1960م
الترغیب والترهیب	أبو محمد عبد العظیم بن عبدالقوی المنذری (ت:656هـ)	دارالکتب العلمیة، بیروت	1406هـ 1986م
تفسیر القرآن العظیم	أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر (ت: 774هـ)	کتاب الشعب، القاهره	1390هـ 1971م
تقریب التهذیب	أحمد بن علی بن محمد ابن حجر الکنانی (ت:852هـ)	دارالکتب العربی، مصر، ودار الرشید، حلب، السوریة	1406هـ 1986م ط:الأولیٰ
جامع الأصول من أحادیث الرسول	علی بن محمد بن محمد ابن الأثیر الجزری (ت:630هـ)	دارالکتب العلمیة، بیروت	1987م

جامع الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورة الترمذی (ت:279هـ)	مکتبة دار الدعوة، حمص۔ السوریة	1385هـ 1965م
دلائل النبوة	ابو نعیم أحمد بن عبداللّٰه الأصفهانی (ت:430هـ)	دار النفائس، بیروت	1406هـ 1986م ط:الثانیة
الرحیق المختوم	الشیخ صفی الرحمن المبارکفوری	دار الوفاء المنصورة، مصر	
الروض الأنف فی تفسیر السیرة النبویة لابن هشام	ابو القاسم عبدالرحمن بن عبداللّٰه بن أحمد بن ابی الحسن الخثعمی السهیلی (ت:581هـ)	دارالمعرفة، بیروت	1398هـ 1978م
زاد المسیر فی علم التفسیر	أبو الفرج جمال الدین عبدالرحمن بن علی الجوزی (ت:579هـ)	المکتب الإسلامی، بیروت	1384هـ 1964م ط:الأولیٰ
زاد المعاد فی هدی خیر العباد	ابن قیم الجوزیة: أبو عبداللّٰه محمد بن ابی بکر (ت:752هـ)	مؤسسة الرسالة، بیروت	1406هـ 1986م
سلسلة الأحادیث الصحیحة	محمد ناصر الدین الألبانی (ت: 1420هـ)	المکتب الإسلامی، بیروت	1405هـ ط:الخامسة
سنن الدارمی	ابو محمد عبداللّٰه بن عبدالرحمن بن الفضل الدارمی (ت:255هـ)	دار إحیاء السنة النبویة، القاهرة	۱۵۰۳هـ

سنن ابی داود مع معالم السنن للخطابی	أبو سليمان حمد بن محمد بن إبراهيم البستی الخطابی (ت:388هـ)	نشر و توزيع محمد علی السيد، السورية	1388هـ 1969م ط: الأولیٰ
السنن الكبریٰ للبيهقی	أحمد بن الحسين بن علی البيهقی (ت:458هـ)	دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد	1344هـ 1925م ط:الأولیٰ
السنن الكبریٰ للنسائی	ابو عبدالرحمن أحمف بن شعيب النسائی (ت:303هـ)	دار الكتب العلمية، بيروت	1411هـ 1991م ط: الأولیٰ
سنن ابن ماجه	ابو عبداللّٰه محمد بن يزيد ابن ماجه القزوينی (ت:275هـ)	دارالفكر العربی، بيروت	1395هـ 1975م
سنن النسائی	ابو عبدالرحمن احمد بن شعيب النسائی (ت:303هـ)	دار إحياء التراث العربی، بيروت	1348هـ 1930م ط: الأولیٰ
السيرة النبوية	أبو محمد عبد الملك بن هشام بن أيوب الحميری (ت:218هـ)	مكتبة المنار، الأردن	1409هـ 1988م ط:الأولیٰ
السير والمغازی	محمد بن إسحاق بن يسار المطلبی (ت:151هـ)	دارالفكر، دمشق	1398هـ 1987م ط:الأولیٰ
شرح المواهب اللدنية	أبو العباس أحمد بن محمد بن أبی بكر القسطلانی (ت: 923هـ)	دارالطباعة الأميرية، مصر	1278هـ 1861م

شرح النووی علی صحیح مسلم	أبو زكريا محى الدين يحيى بن شرف النووى (ت: 676هـ)	دار الفكر، بيروت	١٥٠٦هـ
شعب الإيمان	أحمد بن الحسين بن على البيهقى (ت:458هـ)	دارالكتب العلمية، بيروت	1410هـ 1990م ط: الأولىٰ
الشفاء فى تعريف حقوق المصطفىٰ	قاضى عياض	دارالحديث، القاهرة	
شمائل النبى	محمد بن عيسىٰ بن سورة الترمذى (ت: 279هـ)	دار الغرب الإسلامى بيروت	1421هـ 2000م ط: الأولىٰ
صحيح البخارى	أبو عبدالله محمد بن إسمايل البخارى (ت:256هـ)	المكتب الإسلامى، إستانبول، تركيا	1399هـ 1979م
صحيح الجامع الصغير وزيادة	محمد ناصر الدين الألبانى (ت: 1420هـ)	المكتب الإسلامى، بيروت	1408هـ 1988م
صحيح ابن حبان	أبو حاتم محمد بن حبان بن أحمد البستى (ت:354هـ)	المكتبة السلفية بالمدينة المنورة	1390هـ 1970م ط:الأولىٰ
صحيح سنن الترمذى	محمد ناصر الدين الألبانى (ت: 1420هـ)	مكتب التربية العربى لدول الخليج، الرياض	1408هـ 1988م
صحيح سنن أبى داود	محمد ناصر الدين الألبانى (ت:1420هـ)	مكتب التربية العربى لدول الخليج الرياض	1409هـ 1989م

صحیح سنن ابن ماجه	محمد ناصر الدین الألبانی (ت:1420)	المکتب الإسلامی، بیروت	1407هـ 1986م
صحیح سنن النسائی	محمد ناصر الدین الألبانی (ت: 1420هـ)	المکتب الإسلامی، بیروت	١٤٠٩هـ
صحیح مسلم	أبو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری (ت: 261هـ)	رئاسة إدارات البحوث العلمیة والإفتاء والدعوة والإرشاد، الریاض	1400هـ 1980م
الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد بن منیع البصری (ت: 230هـ)	دار صادر، بیروت	1388هـ 1968م
عمل الیوم واللیلة	أبو عبدالرحمن أحمد بن شعیب النسائی	مؤسسة الرسالة بیروت	1985م
فتح الباری شرح صحیح البخاری	أحمد بن علی بن محمد ابن حجر الکنانی (ت: 852هـ)	مکتبة الکلیات الأزهریة، القاهرة	1398هـ 1978م
الفتح الربانی	أحمد بن عبدالرحمن البنا	دار الشهاب، القاهرة	١٤١٨هـ
کنز العمال من سنن الأقوال والأفعال	علی بن حسام الدین الهندی	مؤسسة الرسالة بیروت	1401ه 1981م
لسان المیزان	أحمد بن علی بن محمد ابن حجر الکنانی (ت:852)	مؤسسة الأعلمی، بیروت	1390هـ 1970م ط:الأولیٰ
مجمع الزوائد و منبع الفوائد	أبوبکر نور الدین علی بن ابی بکر الهیثمی (ت:807هـ)	دار الکتاب، بیروت	1387هـ 1967م ط: الثانیة

المستدرك على الصحيحين	الحاكم أبو عبدالله محمد بن عبدالله بن محمد النيسابورى (ت:405ھ)	مكتبة و مطابع النصر الحديثة، الرياض	١٤٠٥ھ
مسند أحمد	ابو عبدالِلّٰه احمد بن محمد بن حنبل (ت:241ھ)	المكتب الإسلامى، بيروت	1398ھ 1978م
مسند أحمد	أبو عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل (ت:241ھ)	مصر	ه1365 1946م
مسند الطيالسى	أبوداود سليمان بن داود بن الجارود الطيالسى (ت:204ھ)	المنيرية بالأزهر، مصر	1372ھ 1952م ط:الأولىٰ
مسند أبى عوانة	أبو عوانة يعقوب بن إسحاق الإسفراييني (ت: 316ھ)	دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد	1385ھ 1965م ط:الأولىٰ
المصنف لعبد الرزاق	عبدالرزاق بن همام بن نافع أبوبكر الصنعانى (ت:211ھ)	منشورات المجلس العلمى والمكتب الإسلامى، بيروت	1392ھ 1972م ط:الأولىٰ
المعجم الكبير	ابو القاسم سليمان بن احمد (ت:360ھ)	إحياء التراث الإسلامى، العراق	1397ھ 1977م
موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان	أبوبكر نور الدين على بن أبى بكر الهيثمى (ت:807ھ)	دار مكتبة الهلال، بيروت	١٤٠٣ھ

الموسوعة الحديثية (مسند أحمد)	ـــــ	مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر بيروت	1421هـ 2001م
النهاية فی غريب الحديث والأثر	أبو السعادات المبارك بن محمد ابن الأثير الجزيری (ت:606هـ)	دار إحياء الكتب العربية، عيسىٰ البابی الحلبی، مصر	١٢٠٨هـ
الوفا بأحوال المصطفیٰ	أبو الفرج جمال الدين عبدالرحمن بن علی الجوزی (ت:579هـ)	دار الكتب العلمية، بيروت	1408هـ 1988م ط:الأولیٰ
وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ	علی بن عبداللّٰه بن أحمد الحسينی (ت:911هـ)	مطبعة الآداب والمؤيد، مصر	1326هـ 1908م

سلسلة 2

قالت فاطمة رضي الله عنها: يا خاتم الرسل المبارك ضوءه ❁ يا فخر من طلعت له النيران

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے وصال کے موقع پر فرمایا: اے خاتم الرسل! آپ برکت اور سعادت کے
سرچشمہ ہیں اور قرآن کے لیے ہیں جن پر آپ کی ہدایت کی روشنیاں چمکیں۔ (الشرح الکبیر لابن قدامہ ۲/۳۰۱)

حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

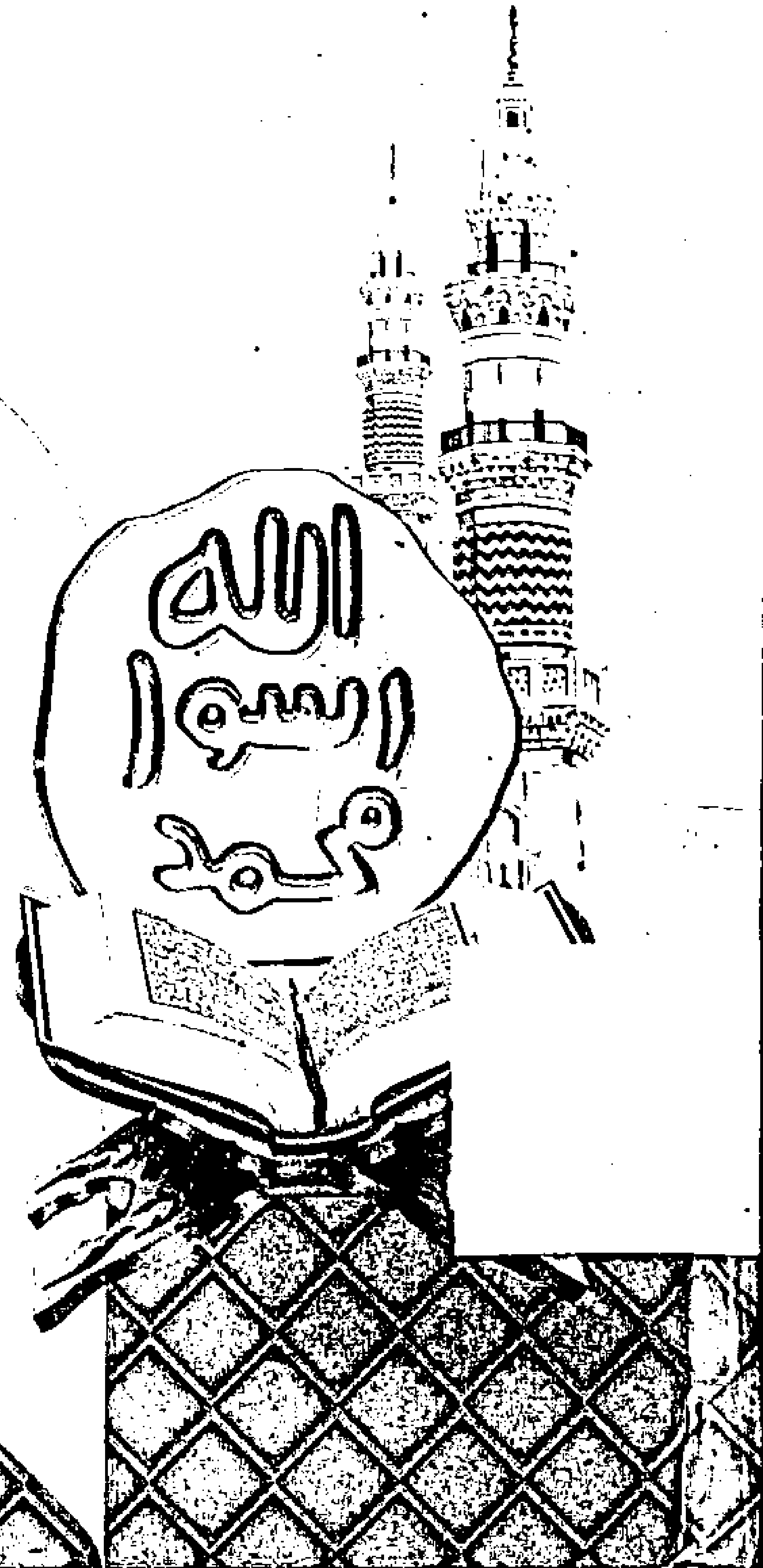

تالیف

حافظ حامد محمود الخضری

نظر ثانی و اضافہ

ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی

علامہ خبیب احمد رونار

تقریظ

شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

انصار السنۃ پبلیکیشنز لاہور